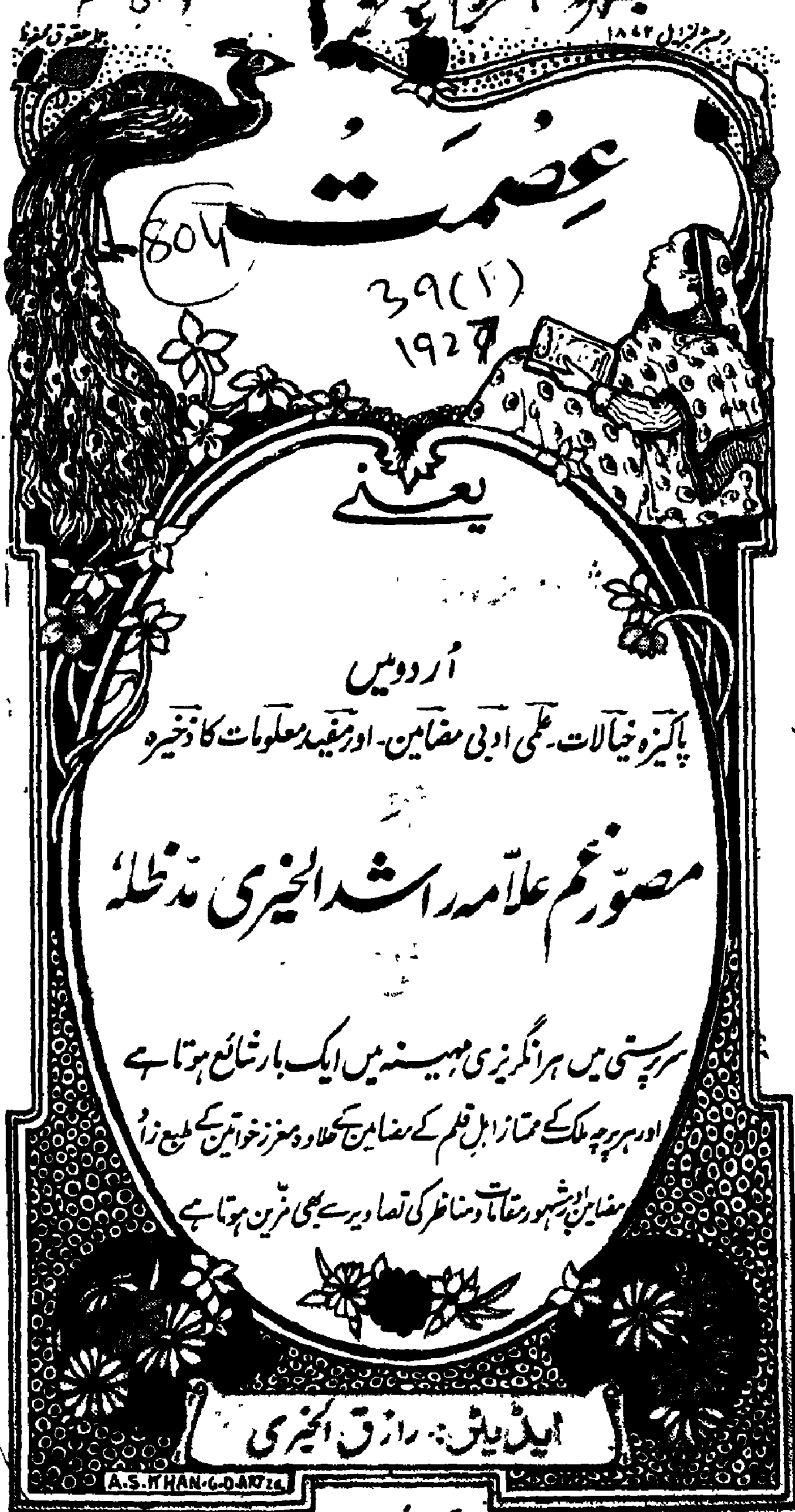
JULY. 1927 — THE ISMAT DELHI. — No. 1—



چندہ سالانہ پیشگی والیان ریاست کا بارہ روپیہ ساہوکار و جاگیرداران سے چھ روپیہ۔ عام شائقین سے للعہ معہ محصول ڈاک

نامہ نگاران عصمت اور انکے مضامین

اڑتیسویں جلد۔ جنوری تا جون ۱۹۲۷ء

۱- ایڈیٹر
(۶) ترقی عصمت مئی ۳۴۳
(۷) مالن کے پھول ، ۳۲۴
(۸) زنانہ سٹور ، ۳۸۵
(۹) اقوال علی جون ۳۹۹
۲- اختر جہاں
کارآمد تجربے اپریل ۲۸۸
۳ ام الحلیمہ مریم (کلکتہ)
اشک مسرت (قصہ) جون ۴۳۰
۴- آمنہ نسیم (جھنگ)
(۱) چمن میں خزاں (نظم) فروری ۱۰۱
(۲) فضولیات (نظم) جون ۴۲۳
۵ ب- بنت انوار علی نقوی (سہدیا)
بالوں کا جنازہ نظم مارچ ۲۲۳
۶- بلقیس جہاں (جونپور)
(۴) شوہر کا استقبال (قصہ) فروری ۱۲۱
(۵) دلچسپ معمہ جون ۴۵۳
۷- ب-خ-ن (دہلی)
نصیحت ماننا مارچ ۱۷۷
۸ ب-ل (ٹونک)
غمی کی رسمیں فروری ۹۵
نماز جون ۴۴۳
۹ بنت ممتاز الحق (بھوپال)
۱۰ بیگم ڈاکٹر اسحاق (موسیٰ خیلی)
عبرت و بصیرت جنوری ۶۹
۱۱ بیگم سید ادریس (پٹنہ)
۱۲- بیگم نواب یعقوب خان مرحوم
(۱) لڑکیوں کی شادی جنوری ۲۴
(۲) ستونتی فروری ۱۵۱
(۳) ترقی عصمت کا مشورہ فروری ۱۵۳
۱۳ التسنیم فردوس (رائے پور)
(۴) گھرداماد جنوری ۲۱
(۵) سسرال کی شکایتیں فروری ۹۲
۱۴ حامدہ بیگم خیری (دہلی)
(۱) سرپرغرور جنوری ۷۸
(۲) سفرنامہ حج اپریل ۲۷۹
(۳) سفرنامہ حج مئی ۳۴۰
(۴) سفرنامہ حج جون ۴۳۱
۱۵- حلیمہ خاتون خستہ (مراد آباد)
(۱) مرحومہ بہن کی یاد (نظم) (جنوری) ۵۵
(۲) عالم تنہائی (نظم) اپریل ۲۶۶
۱۶) جنت مکانی خاتون اکرم
(۴) مکتوب خاتون مارچ ۱۶۱
۱۷- خلیل بیگم (گورکھپور)
۱۸- خورشید آرا بیگم (امراوتی)
(۷) ہلال ماہ صیام (نظم) مارچ ۱۶۳
(۸) چراغ ہدایت (نظم) مئی ۳۶۴
۱۹- خورشید اشتیاق (فتح گڑھ)
۲۰- خورشید اقبال جیا (میرٹھ)
(۱) محسوسات غمگین (نظم) جنوری ۶۸
(۳) سکوت شام (نظم) فروری ۱۱۱
(۴) تغیرات نظارہ (نظم) مارچ ۱۹۳

(۵) مشورہ مارچ ۱۵۴
۲۱- رضویہ خاتون (بھوپال)
مہر فاطمی فروری ۹۰
۲۲- رضیہ ناصرہ (لاہور)
(۴) عجیب وغریب باتیں جنوری ۷۳
(۵) داناؤں کے مقولے فروری ۱۱۴
(۶) نابینا کیا کرسکتے ہیں اپریل ۱۵۶
(۸) آتش بار پہاڑ جون ۴۴۹
۲۳- زبیدہ بانو (اٹاوہ)
(۳) نابرداری جون ۴۴۳
۲۴- زہرا اختر بیگم (الور)
وداع رمضان (نظم) اپریل ۲۵۵
۲۵- سہیل النساء خاتون (کلکتہ)
نند بابو (قصہ) اپریل ۲۶۶
۲۶- شمس ن اہیہ خانصاحب تلتند علیخاں (حصہ)
۲۷- صغرا بیگم (ایوت محل)
۲۸- صغرا ہمایوں مرزا (حیدرآباد دکن)
چیونٹیوں کی فتح (قصہ) جون ۴۱۹
۲۹- ظفر جہاں بیگم (بریلی)
(۱) نصیحت کا طریقہ فروری ۱۳۳
(۲) غلطی کسکی تھی (ڈراما) مارچ ۱۸۵
(۳) کامل العقل جون ۴۲۰
(۴) مرمت جون ۴۴۷
۳۰- عصمت
بعد الموت جنوری ۴۴
ثریا کا تخیل فروری ۱۱۰
۳۱- عابدہ بیگم (مراد آباد)
(۳) اہل گورستان سے (نظم) جنوری ۵۷
(۴) موسم بہار (نظم) مارچ ۱۸۴
۳۲- عائشہ بیگم (لاہور)
(۴) سکولوں کی استانیاں جنوری ۱۷
(۵) تیمارداری فروری ۱۲۲
(۶) ترقی عصمت کا مشورہ مارچ ۱۵۳
(۷) بچوں کے امراض مئی ۳۵۹
(۸) " جون ۴۲۵
۳۳- عظمت النساء (حیدرآباد دکن)
(۲) تعلیم وتربیت جنوری ۹
(۳) دوست دشمن (قصہ) فروری ۱۱۵
۳۴- فاطمہ بائی قرۃ العین (میسور)
(۲) کتب خانہ میں تخیل (نظم) اپریل ۲۵۸
۳۵- فاطمۃ الزہرا (رنگون)
۳۶- فاطمہ بیگم (بنگلور)
(۱) تعلیم وپردہ (تقریر) جنوری ۱۳
(۲) تنفس فروری ۱۲۹
(۳) ترقی عصمت کا مشورہ مارچ ۱۳۱
(۴) دیاسلائی کی ڈبیہ مئی ۳۶۲
۳۷- نواب قمر جہاں بیگم (لکھنو)
شکر (نظم) جنوری ۲۵
شکوۂ مخلصانہ (نظم) مئی ۳۳۶
۳۸- ک خاتون (اکبرآبادی)
(۴) جوان موت اپریل ۲۸۷
۳۹- کنیز محمد بیگم منشی فاضل (جالندھر)
(۷) گھر کی بیگم سے فرائض جنوری ۳۴
(۸) بچوں کی نیند فروری ۱۲۶
(۹) سیر کشمیر مارچ ۱۸۰
(۱۰) مریضوں کی غذا مارچ ۱۹۴
(۱۱) سیر کشمیر اپریل ۱۸۴
(۱۲) مریضوں کی غذا اپریل ۱۸۴

(۱۳) مریضوں کی غذا مئی ۳۵۴
(۱۴) سیر کشمیر جون ۴۲۶
۴۰- گوہر جہاں (میرٹھ)
۴۱- لطیف بیگم (لاہور)
(۱۰) اونی کوٹ جنوری ۳۶
(۱۱) پیٹی کوٹ مارچ ۱۹۶
(۱۲) سلائیوں کا کام مارچ ۲۲۳
(۱۳) اونی پیٹی کوٹ اپریل ۲۸۹
(۱۴) بچوں کے لئے پیٹی کوٹ مئی ۳۶۵
(۱۵) جنگ و امن جون ۴۲۴
(۱۶) سلائیوں کی لیس جون ۴۴۴
۴۲- م ہمشیرہ کیف (مرادآباد)
دعائے معصوم مئی ۳۵۰
۴۳- مریم بی (رنگون)
۴۴- مسز صغیر حسین (پٹیالہ)
۴۵- مسز مطیع الرسول (حیدرآباد دکن)
بالوں کا جنازہ مارچ ۲۲۰
۴۶- مسز یاسین (دھامن گاؤں بہار)
۴۷- مسز یوسف الزماں (لکھنؤ)
(۲) مہر فاطمی جنوری ۲۷
(۳) نعیمہ (قصہ) فروری ۱۰۳
(۴) بالوں کا جنازہ مارچ ۲۲۱
(۵) اچھی فاطمہ (قصہ) جون ۴۴۲
۴۸- منجھو بیگم مرحومہ
محبت کے آنسو جون ۴۱۳
۴۹- مہدی بیگم (بدایوں)
۵۰- مہر النساء ہمشیرہ غلام دستگیر (صوبہ بہار)
(۲) غم جنوری ۴۷
لباس فروری ۱۴۳

(۶) جواہر ریزے اپریل ۲۹۴
(۷) بے ثباتی دنیا جون ۴۲۹
(۸) جھیلناں جون ۴۴۸
۵۱- نذر سجاد حیدر (علیگڑھ)
(۱) رسم شگنی مئی ۳۴۸
(۲) حور صحرائی (قصہ) مئی ۳۴۵
(۳) مکگیٹر سے خط و کتابت جون ۴۰۵
۵۲- نصیرہ شمس (دہلی)
(۳) جہالت کے کرشمے مارچ ۱۶۴
(۴) یتیم کی یاد جون ۴۳۱
۵۳- نفیس بیگم (بمبئی)
بالوں کا جنازہ مارچ ۲۲۴
۵۴- نور جہاں (پٹنہ)
بالوں کا جنازہ مارچ ۲۲۸
۵۵- و-ا (الہ آباد)
(۷) بچوں کی بیماریاں جنوری ۲۹
(۸) داد (") ۶۰
(۹) فرض شناسی فروری ۱۰۵
(۱۰) چند احتیاطیں فروری ۱۳۵
(۱۱) کرسمس کی رات مارچ ۱۹۲
(۱۲) لڑکیوں کی شادی مئی ۳۲۴
۵۶- و- م (حیدرآباد دکن)
مشترک خاندان کی نعمتیں جون ۴۱۴
۵۷- ایک ہمدرد بہن (لکھنؤ)
مہر فاطمی اپریل ۲۵۹
(ب) مرد
۵۸- اکرام حسین (گوالیار)
جہاں خاموش (نظم) جون ۴۵۲
۵۹- نصیر باقر علی داستان گو (دہلی)

۶۰۔ تلوک چند محروم بی اے میانوالی
حسن اور زیور (نظم) جنوری ۴۸

علامہ راشد الخیری (دہلی)

(۸) عصمت ۲۶ء جنوری ۲
(۹) بلوچن (باتصویر) " ۴۲
(۱۰) شجر با آورد (باتصویر) فروری ۹۰
(۱۱) روزہ مارچ ۱۶۱
(۱۲) عید سوادے (باتصویر) مارچ ۱۶۸
(۱۳) عید کا کرتہ (نظم) اپریل ۳۰۶
(۱۴) عدل گلبدن (باتصویر فسانہ) " ۳۳۸
(۱۵) اہل دل کی تلاش (باتصویر) جون ۳۸۹
(۱۶) بقر عید جون ۳۹۳

۶۲۔ ستار خیری ایم اے برلن جرمنی
جرمن عورتوں کی زندگی مئی ۳۶۱

۶۳۔ عبد الحلیم شرر مرحوم
۶۴۔ عبد الحمید نعمانی
۶۵ عبد السمیع جی ڈی آرٹ۔
(۶) بلوچن (تصویر) جنوری
(۷) نوایجاد برقع (باتصویر مضمون) "
(۸) گلبدن بیگم (تصویر) اپریل
(۹) مالن کے پھول (تصویر) مئی
۶۶۔ عبد الغفار الخیری دہلی

۶۷۔ عزیز لکھنوی
نالہ دلکش (نظم) جنوری ۶۵
چند آنسو (نظم) فروری ۱۴۱

۶۸۔ عظیم اللہ ڈاکٹر (لاہور)
۶۹۔ محمد حسین (پنجاب)
۷۰۔ محمد صدیق (کانپور)
۷۱۔ محمد ظفر ایم۔ اے ایل ایل بی گوجرانوالہ

(۶) سیر بین جنوری ۷۹
(۷) سردیوں کے ہفتہ فروری ۱۳۶
(۸) سیر بین " ۱۴۸
(۹) جیٹھ کی لڑکیاں اپریل ۲۹۹
(۱۰) سیر بین مئی ۳۷۷

۷۲۔ محمود الحسن صدیقی بی اے (علیگ)
کاغذی دشمن فروری ۱۴۴
نوحۂ غم (نظم) مارچ ۲۰۹
پھولوں کا گیت (") مئی ۳۷۰

۷۳۔ مقتدر کلیم الرحمن (الہ آباد)
۷۴۔ ناصر نذیر فراق (دہلوی)
۷۵۔ ولی احمد خاں بی اے۔ جے پور
مختصر دنیا مارچ ۲۱۲
مختصر دنیا اپریل ۲۹۵
مختصر دنیا جون ۴۵۷

(ختم شد)

مصور غم حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ
شمس العلماء ڈاکٹر نذیر احمد مرحوم۔ اور مولوی بشیر الدین احمد صاحب کی جس کتاب کی ضرورت ہو تو مینجر عصمت دہلی سے طلب کیجئے

رعایت صفحہ ۱۰۶ پر ملاحظہ فرمائیے۔



عصمت کا مطالعہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عصمت دہلی

جلد ۳۹ | بابت جولائی سنہ ۱۹۲۶ عیسوی | نمبر ۱

فہرست مضامین و تصاویر

مضمون		مضمون نگار	صفحہ
عصمت کا مطالعہ	(رنگین تصویر)	مسٹر سمیع. جی ڈی۔ آرٹ	۱
چند باتیں		رازق الخیری	۲
انیسویں سال کے مضمون نگار		رازق الخیری	۳
خاتون اکرم عصمتی انعامات		رازق الخیری	۱۶
دعائے سالگرہ		جنت مکانی محترمہ خاتون اکرم	۲۲
سالگرہ عصمت	(نظم)	خورشید صاحبہ	۲۳
نوید سالگرہ	(نظم)	بلقیس جمال خاتون صاحبہ	۲۴
پرستارِ محبت	(با تصویر فسانہ)	مصورِ غم علامہ راشد الخیری مدظلہ	۲۶
صحت و قوتِ ارادی		زہرہ فیضی صاحبہ	۴۱
فلسفۂ مسرت		صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ	۴۶
سوتیلی ماں ایسی ہو		و۔ ا صاحبہ	۴۸
نانی عشو	(نہایت پُرلطف قصہ)	حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ	۵۳
موسم گرما	تصویر	مسٹر سمیع جی ڈی آرٹ	۵۶
فطرتِ پروانہ		کنیز محمد بیگم صاحبہ منشی فاضل	۵۶
ہماری تعلیم کی زبان		مسز یوسف الزماں صاحبہ	۵۸
بی مغلانی	(دلاویز افسانہ)	نذر سجاد حیدر صاحبہ	۶۱
وہ دل		ہمشیرہ غلام دستگیر صاحب	۷۲
رسم منگنی		مسز اظہر محمد خاں صاحبہ	۷۳
سفرنامہ حج		حامدہ بیگم صاحبہ خیری	۷۶
تضمین و سوز	(نظم)	خیر النسا بیگم صاحبہ	۸۰
کوکوا		مس فاطمہ محمد حسین	۸۱
خالدہ ادیب کی زندگی کا ورق		عظمت النسا صاحبہ	۸۴
ترکی جدید کی عورت		"م. ب" (از جاپانی)	۸۸
جرمنی میں کپڑے کس طرح دھلتے ہیں	(مع تصاویر)	پروفیسر ستار خیری ایم اے از جرمنی	۹۱
زنانہ بنیان	(با تصویر)	لطیفت بیگم صاحبہ	۹۴
سیر چین		مولوی محمد ظفر ایم اے ایل ایل بی	۹۶
بزم عصمت		متفرق	۱۰۱

چند باتیں

ہزار ہزار شکر اور لاکھ لاکھ احسان ہے اس خدائے بزرگ و برتر کا جس کے فضل و کرم سے انیس سال پورے کر کے عصمت آج بیسویں سال میں قدم رکھتا ہے۔ بیسویں سال کا یہ پہلا پرچہ جہاں ایک جھلک ہے اس معیار کی جس پر جنت مکانی محترمہ خاتون اکرم کی زندگی میں عصمت کو پہنچانے کی تیاری ہو رہی تھی وہاں ایک نمونہ بھی کہا جا سکتا ہے اس دلچسپی اور خوبصورتی کا جو عصمتی بہنوں کی ذرا سی توجہ سے عصمت کے ہر پرچہ میں پیدا ہو سکتی ہے۔ انیس سال تک اردو کے ایک نا نز رسالہ کا زندہ رہنا اگر کوئی اہمیت رکھتا ہے عصمت کا وجود اگر قوم کے لئے واقعی مفید ہے۔ اور عصمتی بہنیں اگر سچ مچ عصمت کو اور بھی بہتر حالت میں دیکھنا چاہتی ہیں تو مجھے امید ہے اس وقت ہر بہن اپنے خاندان کی تمام پڑھی لکھی بیبیوں، اپنی سہیلیوں اور ملنے جلنے والیوں کو عصمت کی خریداری کی ترغیب دے کر اس مہینہ کے اندر کچھ نہ کچھ خریدار عصمت کو دیدیگی۔

اس پرچہ کا ٹائیٹل رنگین بلاکوں کا چھاپا گیا ہے۔ امید ہے تمام بہنیں پسندیدگی کی نظر سے دیکھینگی۔ اس پرچہ کی تصاویر بھی امتیازی شان رکھتی ہیں رنگین تصویر عصمت کا مطالعہ اپنی طرز کی اردو رسائل میں ایک بے نظیر چیز ہے اور موسم گرما فن مصوری کے اعتبار سے قابل داد۔ اردو کے پرچوں میں ایک مرض وبا کی طرح پھیلا ہوا ہے کہ ہر تصویر کے ساتھ کوئی نظم یا مضمون ضرور شائع کیا جاتا ہے گویا فن کے لحاظ سے خود تصویر کوئی چیز ہی نہیں ہوتی عصمت نے نہایت کثیر روپیہ صرف کر کے یہ تصویریں بنوائی ہیں اور اپنے مصور کا کمال فن دکھانے کے لئے شائع کر دئے تیسری تصویر علامہ راشد الخیری کے بے نظیر فسانہ میلے بنولی کی ہے جرمنی میں کپڑے کس طرح دھلتے ہیں انکے متعلق جو تصویریں شائع ہو رہی ہیں انکے لیے ہم جناب پروفیسر نثار خیری ایم اے (جرمنی) کے شکر گزار ہیں۔ آخری تصویر زنانہ بنیان کی ہے ہم آئندہ بھی اس قسم کے نمونے کے بلاک بنوانے کی کوشش کرینگے۔

مراری فائن آرٹ دہلی سے جہاں عصمت کے بلاک بنتے اور چھپتے ہیں اب چھ مہینے سے بہت اچھی ترقی کر رہا ہے۔ میں اس کے منیجر صاحب کا شکر گزار ہوں کہ باوجود مصروفیت کے مجھے نہایت تھوڑے وقت میں بلاک عمدہ بنائے اور رنگین بھی اچھی چھاپی ہیں۔

عصمت اٹھارہ سال سے اپنے ذاتی پریس میں چھپتا تھا مگر اب محبوب المطابع میں چھپتا ہے جسکے مالک مرزا محبوب بیگ نہایت شریف اور فرض شناس انسان ہیں پابندی وقت کے ساتھ عصمت کی باقاعدہ اشاعت بہت کچھ مرزا صاحب کی رہین منت ہے۔

رازق الخیری

انیسویں ۱۹ سال کے مضمون نگار

۹۔ بلقیس جہاں صاحبہ (بنت عبدالستار صاحب وکیل جونپور) کے اس سال ابھی اتنے سے ہم بہت کم مضامین درج کر سکے لیکن عصمت کی مضمون نگاری کا جو جذبہ انکے دل میں موجزن ہے وہ قابل قدر ہے۔ ان بہن نے سال گذشتہ سے لکھنا شروع کیا ہے۔ اور دو تین سال تک مشق کرتی رہیں تو خوب ترقی کریں گی۔ "شوہر کا استقبال" (فروری) صرف ایک صفحہ کی مختصر کہانی ہے مگر خاصی مؤثر ہے۔ ایک شریف بیوی کے پاکیزہ جذبات کو نہایت خوبی سے ادا کیا ہے۔

۱۰۔ بیگم ڈاکٹر اسحاق صاحبہ (موسے خیل) کے مضامین کئی سال پہلے بھی عصمت میں شائع ہو چکے ہیں۔ وسیع المطالعہ۔ باریک بین اور نقطہ فہم بی بی ہیں۔ انکا فاضلانہ فلسفیانہ مضمون "عبرت بصیرت" (اکتوبر اور جنوری) نہایت قابلیت سے لکھا گیا ہے اور بہت سی بیبیوں نے اُمید ہے قدر کی نگاہوں سے دیکھا ہوگا۔

۱۳۔ تسنیم فردوس صاحبہ (ہمشیرہ ڈاکٹر احسان اللہ صاحب رائے پور) اُن لکھنے والی خواتین میں سے ہیں جو صحیح معنوں میں ترقی کرنا چاہتی ہیں۔ خاصے اچھے عام فہم اور مفید قیمتی مضامین لکھتے۔ دو سال گذشتہ اور ان نگاری اور عبارت آرائی کی طرف جھک گئی تھیں جسے ہم نے سخت ناپسند کیا تھا۔ ہمیں یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ انہوں نے ہمارے ناچیز مشورہ پر ٹھنڈے دل سے غور فرمایا اور اس سال جسقدر مضامین بھیجے قریب قریب سب درج کیے گئے: "حساب کی تاریخ" (ستمبر) اور "گھڑیاں" (نومبر) یہ دونوں مضمون قیمتی معلومات سے پُر ہیں اور کافی مطالعہ کے بعد نہایت محنت و کاوش سے لکھے گئے ہیں۔ "علمی کھیل" (اکتوبر) لڑکوں لڑکیوں کے لیے بہت دلچسپ مضمون ہے۔ کھیل کا کھیل ہے تعلیم کی تعلیم۔ بچوں کے ذہنی و دماغی ترقی کے لیے تاریخ و جغرافیہ جیسے خشک مضامین اگر ایسے دلچسپ طریقہ سے پیش کیے جائیں تو یقیناً بہت جلد ذہن نشین ہو سکتے ہیں۔ "گھر داماد" (جنوری) تحریر کی روانی، عبارت کی سلاست اور بحث کی معقولیت کے لحاظ سے قابل تعریف مضمون ہے۔

۱۴۔ ساجدہ بیگم صاحبہ نیری (۱۰۔ منزل بلی) عصمت کے دور اول کی مشہور نگینہ

والی بیبیوں میں سے ہیں۔ عمرو کی بیگم اور تذکرہ خواتین دکن جیسے معرکتہ الآرا تاریخی مضامین نے جو پندرہ سال کے قریب ہوئے عصمت میں شائع ہو کر بے انتہا مقبول ہو چکے ہیں حامد بیگم صاحبہ خیری کو ملک کی ممتاز لکھنے والی بیبیوں کی صف میں نمایاں جگہ دے دی تھی۔ افسوس ہے محترمہ موصوفہ کو سالہا سال تک ایسے صدمات پہنچے کہ لکھنا قطعاً چھوٹ گیا ورنہ عصمتی بہنیں دیکھتیں کہ اس عرصہ میں انکے کیسے کیسے مفید مضامین زنانہ لٹریچر میں مزید قیمتی اضافہ کرتے۔ سفرنامہ حج جس سے اوراق عصمت کو اس سال مزین کیا جا رہا ہے نہ صرف حج کا ارادہ رکھنے والی بیبیوں کے لیے بہت کچھ کارآمد ثابت ہوگا بلکہ سیاحت کے لٹریچر میں اس سے قابل قدر اضافہ ہوگا حالات دلچسپ اور تحریر انتہا درجہ کی سادہ کہیں مؤثر اور کہیں پرلطف ہے۔

۱۵۔ حلیمہ خاتون صاحبہ خستہ ہمارے معزز دوست مسٹر محمود الحسن صدیقی بی اے۔ علیگ کی ہمشیرہ ہیں اور اسی سال کی شاعرہ ہیں۔ چھوٹی بحر میں خوب شعر کہتی ہیں انکی دونوں نظمیں "ایک بہن کی یاد" (جنوری) اور "عالم تنہائی" (اپریل) غمگین دلوں کو تڑپا دیتی ہیں یا شعر وہ ہے جس میں تاثیر ہو اور تاثیر اس شعر میں ہوتی ہے جو دل سے نکلے یہ نظمیں مخلصانہ آنسو ہیں مرحومہ بہن کی یاد میں اس لیے تاثیر میں ڈوبی ہوئی ہیں اور بار بار پڑھنے کو طبیعت چاہتی ہے۔ خستہ صاحبہ بہت ہونہار معلوم ہوتی ہیں انکی دلچسپی اگر بدستور رہی تو حلقہ عصمت میں خوب ناموری حاصل کرینگی۔

۱۸۔ خورشید آرا بیگم صاحبہ (دختر جناب قاضی محمد قیام الدین صاحب اے وی) عصمت کی اُن مایہ ناز قلمی معاونین میں سے ہیں جنکی قابلیت پر عصمتی بہنیں بجا طور پر فخر کر سکتی ہیں ایک نہایت کامیاب اور اعلیٰ پایہ شاعرہ کی حیثیت سے انکا درجہ اسقدر ممتاز ہے کہ اردو کے بہترین شعرا کے زمرہ میں بلاشبہ انکا نام لیا جا سکتا ہے کہ غالب و اقبال کی طرح انکی فلسفیانہ و حکیمانہ نظموں کو سمجھنے کے لیے خاص قابلیت کی ضرورت ہے۔ انکے تخیل کی بلند پروازی پر لفظوں الفاظ میں کائنات کی مصوری ہے اور انکی شاعری موسیقی کی لطافت سے لبریز۔ "نمود سحر" (اکتوبر) میں مناظر قدرت کی مصوری نہایت دلاویز اور خوبصورت الفاظ میں کی گئی ہے "نظری جھلکے"، "رباب فطرت"، "بربط آب"، "تارسیگوں"، "شب کی دایہ" "مہر سحر" لیجیے یہ تین استعارے ہیں کا نا حدی شاعری کا جن لوگوں نا کر: دانا تعلیم ہے۔ ایک خاتون کے [illegible]

سحر نے پہنائے گوشِ گل میں　　صبح بندوں کے گوشوارے "سفود سحر"
ہر ایک برگِ شجر کو فطرت ردائے شبنم اڑا رہی تھی　　(اکتوبر)

برگ ہائے سبز کی چادر تھی چہرہ پر پڑی
ایک "عروسِ نو نقاب افگندہ" جیسے ہو کھڑی　　گل و غنچہ (دسمبر)

پردہ شالِ شفق سے روئے زیبائے ہلال　　اک ردائے شرگین نکلا ہے با حسن و جمال
جلوہ آرا ہو کے پھر تختِ زمردفام پر　　"ہلال ماہ صیام"
نور افشاں ہو گیا سب عالم اسلام پر　　(مارچ)

خورشید آرا بیگم صاحبہ فارسی مصرعوں پر اس خوبصورتی سے تضمین کرتی ہیں کہ بالکل برجستہ اور
بجا لگتی ہیں مثلاً سالگرہ عصمت (جولائی) کا آخری بند یا اس بند میں فارسی کے مشہور مصرعہ کو
کس خوبی سے ادا کرتی ہیں۔

بہ یاد آر آں زمانہ بیکہ تھیں ز دستِ صد مشکل　　تھیں مستورات دشتِ جہل میں آوارہ منزل
"شب تاریک بیم موج و گرداب چنیں حائل"　　کہ تصویر خیالی تھا بجز مایاس میں ساحل
کی ایسے وقت میں مولانا راشد نے مددگاری
ہے بہبودیٔ نسواں رسالہ یہ کیا جاری

جنت مکانی محترمہ خاتون اکرم کی جواں مرگی پر خون کے آنسو گرا کر حسن عقیدت کے جو
سدا بہار پھول نومبر کے پرچہ میں خورشید آرا صاحبہ نے کھلائے ہیں چمن عصمت انسے ہمیشہ
شاداب و معطر رہیگا۔

موجب فخر خواتین تھی ذاتِ خاتون　　نکہتِ گل سے بھی پاکیزہ صفاتِ خاتون
بہر ما لائق تقلید حیاتِ خاتون　　قابل رشک ہے لاریب مماتِ خاتون
فرد یکتا تھی وہ اس دہر کے مہمانوں میں
ایسے کم ہوتے ہیں انسان بھی انسانوں میں

خاتون اکرم مرحومہ کی فسانہ نگاری اور انشا پردازی نہیں جادو نگاری اور سحر طرازی
کی داد انکی کریم النفس طبیعت اس طرح دیتی ہے۔

برتری نظم پہ تھی نثر کو تیرے نثار　　صد بلاغت تھی تری ایک سلاست پہ نثار
تیرے لکھا ہے ... زبان ... کی بہار　　شگفتہ تھے ... کی لڑیوں میں جواہر انکار

لذت درد سے معمور تھے افسانے تیرے
مست ہر ایک کو کرتے تھے یہ پیمانے تیرے

خورشید آرا بیگم صاحبہ ایک قابل فخر شاعرہ ہی نہیں ہیں۔ نثر بھی اچھی لکھ سکتی ہیں "یوسف گم گشتہ" (اکتوبر) نہایت دلچسپ افسانہ ہے۔

۲۰۔ خورشید اقبال صاحبہ حیا (بنت صوفی نذر حسین صاحب میرٹھ) اسی سال کی شاعرہ ہیں اور خوب شعر کہتی ہیں۔ ان بہن کو غزل کہنے کا بہت شوق ہے یہاں تک کہ نظم میں بھی غزل کا رنگ جھلکتا ہے۔ جو عصمت کے لیے موزوں نہیں لیکن ہمارے ناچیز مشورے اور ہدایتوں کو مدنظر رکھ کر ان بہن نے "سکوت شام" لکھ کر ثابت کر دیا کہ اگر قدر دانی اور حوصلہ افزائی کے ساتھ ساتھ صحیح رہنمائی بھی کی جائے تو تعلیم یافتہ خواتین میں ایسی ایسی قابل بیبیاں پیدا کی جا سکتی ہیں جن کے مفید اور دلچسپ مضامین اور پاکیزہ نظمیں دیکھ کر بڑے بڑے قابل مرد عش عش کریں۔ "سکوت شام" (فروری) اس سال کی بہترین نظموں میں سے ہے اور جس خوبصورتی اور جس کامیابی سے حیا صاحبہ نے شام کا سماں باندھا ہے اس کی جس قدر بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ ورڈزورتھ کی طرح نہایت آسان الفاظ میں شام کا تمام منظر شہر کا بھی اور جنگل کا بھی آبادی کا بھی اور ویرانہ کا بھی نہایت خوبی سے کھینچ کر رکھ دیا ہے۔ ہمیں یہ نظم بے حد پسند آئی اور ہمیں خوشی ہوگی اگر محترم شاعرہ اس طرز کی چند اور نظمیں بھی لکھیں گی۔

۲۲۔ رضیہ ناصرہ صاحبہ۔ (ہمشیرہ مسٹر محمد وحید گیلانی بی اے لاہور) کے چھوٹے چھوٹے دلچسپ مضامین جن سے عصمتی بہنوں کی معلومات میں بہت اچھا اضافہ ہوا ہوگا۔ اس سال خاصی معقول تعداد میں شائع ہوئے ہیں ان بہن کا مطالعہ بہت وسیع ہے اور خالص علمی مسائل کو نہایت دلچسپ انداز میں پیش کر سکتی ہیں۔ ان کا اکتوبر کا مضمون "قوت تخیلہ کی مثال" نفسیات (سائیکولوجی) کے ایک اہم مسئلہ سے تعلق رکھتا ہے۔ مضمون دلچسپ اور دلنشین ہے۔ بہت سی بیبیوں نے اسے پسند کیا ہوگا۔ عصمت کی ترقی کے لیے رضیہ ناصرہ صاحبہ کے مخلصانہ مشورے بھی ہمارے دلی شکریہ کے مستحق ہیں۔

۲۳۔ زبیدہ بانو صاحبہ (ہمشیرہ محمد رشید صاحب [illegible]) [illegible] سال سے عصمت میں لکھ رہی ہیں اور اس عرصہ میں ان کے [illegible]

بھی شایع ہوئے ہیں اس سال افسوس ہے اُنکے مضامین کی تعداد بہت کم ہے لیکن جنت مکانی محترمہ خاتون اکرم کے خطوط فراہم کرکے انہوں نے اسکی تلافی کردی ہے جس کے لیے خلوص دل سے ہم انکا شکریہ ادا کرتے ہیں *

۲۴- زہرہ اختر بیگم صاحبہ عصمت کی پرانی شاعرہ ہیں ۱۹۲۰ء اور ۱۹۲۱ء میں انکی چند نہایت اچھی اچھی معاشرتی اور تاریخی نظمیں شایع ہوئی ہیں۔ اس سال گو محترمہ موصوفہ کی کچھ زیادہ نظمیں درج رسالہ نہ ہو سکیں تاہم آیندہ سال میں توقع ہے کہ انکی کئی عمدہ نظمیں شایع کر سکیں گے *

۲۵- سہیل النسا خاتون صاحبہ (مسز مجیب الرحمن صاحب کلکتہ) بھی عصمت کی بہت پرانی لکھنے والی بیبیوں میں سے ہیں اور اگر انقلابات زمانہ انھیں فرصت دیتے اور برابر لکھتی رہتیں تو آج چوٹی کی لکھنے والی بیبیوں میں انکا شمار ہوتا۔ اس سال ہم محترمہ موصوفہ کا صرف ایک مضمون شایع کر سکے جو ایک بنگالی قصہ کا نہایت کامیاب ترجمہ ہے۔ اور ہمیں یقین ہے تمام عصمتی بہنوں نے اسے بے حد پسند کیا ہوگا۔ ۱۹۲۸ء ستمبر بابو (اپریل) پلاٹ اور مکالمہ کی دلچسپی اور بیان کی سلاست کے اعتبار سے اس سال کا بہترین افسانہ ہے اور ترجمہ اس سے بھی زیادہ قابل تعریف۔

۲۸- صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ (ایڈیٹر النسا) عصمت کی مایہ ناز قدیمی مضمون نگار اور ملک کی چند بہترین اہل قلم خواتین میں سے ہیں۔ نہایت قابل بی بی ہیں اُردو کی کئی دلچسپ اور مُفید کتابوں کی مصنفہ ہیں انگریزی اور فارسی میں نہایت اچھی قابلیت رکھتی ہیں برجستہ تقریر کرتی ہیں۔ حیدر آباد دکن کی نظمیں خواتین دکن محترمہ صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ ہی کی مؤثر تقریروں اور قابل قدر کوششوں کا نتیجہ ہے۔ انکی تحریر میں سادگی پختگی اور روانی ہے اور یہی محترمہ موصوفہ کے طبع زاد مضامین اور کتابوں کی کامیابی کا راز ہے۔ زبان کی سادگی عبارت کی سلاست، طرز تحریر کی دلکشی اور پلاٹ کی دلآویزی کے لحاظ سے چھیڑ چھاڑ کی فتح (جون) سیدھا سادا مگر نہایت پر لطف اور نتیجہ خیز قصہ ہے محترمہ صغرا ہمایوں صاحبہ کئی سال بعد بزم عصمت میں تشریف لائی ہیں۔ انکی تشریف آوری تمام عصمتی بہنوں کے لیے باعث مسرت ہے *

۲۹- ظفر جہاں بیگم صاحبہ (اہلیہ مولوی ظہیر الدین صاحب وکیل بریلی)

نے اسی سال سے عصمت میں لکھنا شروع کیا ہے۔ تحریر انکی بھی خوب پختہ اور عام فہم ہے معاشرتی مضامین پر انکی قابل بہن و۔ ا صاحبہ کی طرح یہ بھی خوب رائے زنی کرتی ہیں "کامل العقل" (جون) بے حد قابل تعریف مضمون ہے۔ بحث اسقدر معقول ہے کہ ممکن ہے بعض بڑے بڑے مرد زبان سے اقرار نہ کریں لیکن دل میں تو سب ہی قائل ہو جائیں گے "وہ غلطی کس کی تھی؟" (مارچ) نہایت دلچسپ اور سبق آموز اصلاحی ڈرامہ ہے۔ اس قسم کی غلط فہمیاں میاں بیوی میں اکثر ہو جاتی ہیں۔ ظفر جہاں صاحبہ نے یہ دونوں مضمون بہت اچھے لکھے ہیں ٭

۳۱- عابدہ بیگم صاحبہ

اسی سال کی شاعرہ ہیں اور بہت ہونہار ہیں مشق کرتی رہیں تو خوب لکھنے لگیں گی۔ اپنی محترم بہن خورشید آرا بیگم صاحبہ کے رنگ میں۔ "اہل گورستان سے" (جنوری) انہوں نے بہت اچھی نظم لکھی ہے "آہ خاتون" (نومبر) میرے دلی شکریہ کی مستحق ہے۔ "موسم بہار" (مارچ) انکی ابتدائی نظم ہے مگر خوب ہے ٭

۳۲- عائشہ بیگم صاحبہ

(بیگم خانصاحب ڈاکٹر غلام رسول صاحب پروفیسر) اس سال کی نئی نامہ نگار بیبیوں میں ایک ممتاز درجہ رکھتی ہیں۔ انکے جسقدر مضامین شایع ہوئے ہیں، کسی نہ کسی مفید اور ضروری موضوع پر۔ انکی تحریروں کی یہ بڑی خوبی ہے کہ مختصر الفاظ میں اپنے مطالب ادا کرتی ہیں "سکولوں کی استانیاں" (جنوری) قابل قدر مضمون ہے مختصر الفاظ میں استانیوں کے کیریکٹر پر نہایت قابلیت سے بحث کی گئی ہے اس جلد کے تینوں چھوٹے چھوٹے مضامین اپنی اپنی جگہ بہت اچھے ہیں۔ تیمار داری اور بچوں کے امراض (مئی اور جولائی) نہایت محنت سے اپنے تجربوں کی بنا پر لکھے گئے ہیں اس لیئے ہماری بہنوں کو ان قیمتی اور مفید مضامین سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔۔

عائشہ بیگم صاحبہ بڑی دردمند بی بی ہیں انھیں عصمت کی ترقی اشاعت کا بھی بہت خیال ہے۔ انکے مفید مشوروں کے ہم ممنون ہیں ٭

۳۳- عظمت النساء صاحبہ

(بنت ڈاکٹر محمد اشرف صاحب حیدرآباد دکن) بھی اسی سال کی مضمون نگار ہیں۔ ادبیات انگریزی و ترکی سے انھیں خاص لگاؤ ہے جنکی جھلک انکے مضامین میں نظر آتی ہے۔ انکی تحریروں میں بعض اچھے اچھے ادبی فقرے ملتے ہیں اگر یہ بہن اپنی تعلیم کے ساتھ ساتھ انشا پردازی بھی کرتی رہیں تو بہت جلد انکا شمار ممتاز لکھنے والیوں میں ہو جائیگا۔ "دوست دشمن" (فروری) انکا پہلا ہی افسانہ کامیاب کہا

جاسکتا ہے "تعلیم وتربیت" نہایت معقول مضمون ہے۔ افسوس ہے ان بہن کے مضامین کی تعداد پوری ہم نہ ہوسکی لیکن اُمید ہے آیندہ سال انکے مختصر مضامین کافی تعداد میں شایع ہونگے ۔

۳۶۔ فاطمہ بیگم صاحبہ (بنت خان محمد حسین صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولس گجرات) نے بھی اسی سال عصمت میں لکھنا شروع کیا ہے۔ تعلیم وپردہ کے متعلق انکی انگریزی تقریر جسکا ترجمہ جنوری کے پرچہ میں شایع ہوا ہے۔ بہت کچھ قابل قدر ہے۔ یہ بہن ہیں تو بہت قابل لیکن اس تقریر کو چھوڑکے افسوس ہے انکا کوئی اور مضمون ایسا شایع نہیں ہوا جسکا خاص طور پر یہاں ذکر کیا جائے۔ ہمیں توقع ہے سال آیندہ اسکی تلافی ہوجائے گی ۔

۳۷ نواب قمر جہاں بیگم صاحبہ جو قومی معاملات میں نہایت گہری دلچسپی لینے اور اُردو وفارسی میں نہایت مؤثر اعلیٰ پایہ کے شعر کہنے کی بنا پر اردو کی تعلیم یافتہ خواتین میں خاص امتیاز رکھتی ہیں جنت مکانی محترمہ خاتون اکرم کا نوحہ وفات لکھ کر گذشتہ میں عصمتی بہنوں سے متعارف ہوچکی ہیں۔ نواب صاحبہ محترمہ کو قسام ازل نے وہ دل عطا فرمایا ہے جس میں قومی درد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے" شکوہ مخلصانہ (مئی) میں انھوں نے جو آنسو یتیم و لاوارث بچیوں کی حالت زار پر گرائے ہیں اسقدر درد بھرے ہیں کہ طبیعت متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتی۔ نواب صاحبہ محترمہ نجو بیگم مرحومہ کی طرح نہایت آسان اور سادہ زبان میں شعر کہتی ہیں۔ اور یہ ایسی قابل تعریف خصوصیت ہے جو عصمت کی دوسری شعرا خواتین میں بہت کم ہے۔ محترمہ موصوفہ کو عصمت کی ترقی کا جسقدر خیال ہے اگر شہرت اور ناموری سے سخت بیزاری اور نفرت نہ ہوتی تو اس سال انکی بہت سی نظموں سے اوراق عصمت مزین ہوتے ۔

۳۸۔ک خاتون صاحبہ کبرآبادی کی نظموں کی تعداد اس سال گو کچھ زیادہ نہیں ہے لیکن جسقدر نظمیں شایع ہوئی ہیں حوصلہ افزائی کی مستحق ہیں۔ عصمت کی دوسری شاعر بیبیوں سے انکا رنگ بالکل جدا ہے اور اپنے رنگ میں ایک حد تک انھیں کامیاب کہا جاسکتا ہے۔ ہمیں انکی زبان کی سادگی بہت پسند ہے ۔

۳۹ کنیز محمد بیگم صاحبہ منشی فاضل عصمت کی نہایت مستقل اور ممتاز لکھنے والی بیبیوں میں سے ہیں۔ محترمہ موصوفہ کی نہایت ضروری اور مفید مصروفیتوں اور

ذمہ داریوں کے بڑھ جانے سے ہمیں احتمال تھا کہ اس سال شاید انکے مضامین زیادہ شایع نہ ہو سکیں لیکن پہلی ششماہی میں سب سے زیادہ مضامین لکھ کر انہوں نے یقین دلادیا کہ عصمت کی قلمی اعانت کا قابل قدر جذبہ ہر حالت میں انکے دل میں موجزن ہے۔ ہم اپنی محترم بہن کی مسلسل عنایتوں کے دلی شکرگذار ہیں۔ انکا دلچسپ مضمون سیر کشمیر توقع سے زیادہ مقبولیت کی نظر دیکھا جارہا ہے۔ بعض بہنوں کے مشورہ سے اب ہمارا قصد چند اشاعتوں کے بعد اسے کتابی صورت میں شایع کرنے کا ہے۔ اس دلاویز اور پرلطف مضمون کے علاوہ محترمہ کنیز بیگم صاحبہ کے اور بھی کئی قابل قدر مضامین اس سال شائع ہوئے ہیں خصوصاً مریضوں کی غذا (مارچ اپریل اور مئی) نہایت مفید مضمون ہے اور بہت محنت سے لکھا گیا ہے۔ "صحت کے تین رفیق" (دسمبر) اور "بچوں کی نیند" (فروری) بھی کارآمد مضامین ہیں +

۱۴۔ لطیف بیگم صاحبہ زینت ملک سردار خانصاحب لاہور) کا شمار گو مستقل مضمون نگار بیبیوں کے زمرہ میں مسلسل آٹھ نو سال سے ہے لیکن اب دو تین سال سے وہ نہایت ممتاز لکھنے والی بیبیوں میں سے ہیں۔ عصمت کو جنت مکانی محترمہ خاتون اکرم کی جوانمرگی سے جو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے اسے محترمہ لطیف بیگم صاحبہ نے پوری طرح محسوس کیا ہے اور نہایت سرگرمی سے انہوں نے پچھلے تین سال میں مضامین اور مشوروں سے عصمت کی اعانت کی ہے۔ سلائی کے کام پر انکے مضامین حلقہ عصمت میں کافی مقبولیت حاصل کر چکے ہیں اور سوا اسکے دو چار بہنوں کے سب بیبیاں نہایت پسندیدگی کی نظر سے دیکھ رہی ہیں۔ عصمت کی چار پانچ درجن مضمون نگار بیبیوں میں سے کسی نے زنانہ دستکاری جیسے نہایت ضروری موضوع پر افسوس ہے توجہ نہ کی ایسی حالت میں لطیف بیگم صاحبہ کی کوششیں یقیناً بہت کچھ قدر و شکریہ کی مستحق ہیں۔ ان مضامین کے علاوہ پانچ چھ علمی معاشرتی اور ادبی مضامین بھی ہماری عزیز و محترم بہن کے شائع ہوئے ہیں "جنگ و امن" (جون) "تہذیب" (اکتوبر) "علمی معلومات" (دسمبر) اس قابلیت سے لکھے گئے ہیں کہ اچھے اچھے تعلیم یافتہ مرد بھی ان مضامین کی داد دئیے بغیر نہیں رہ سکتے +

۱۷۔ مسز یوسف الزماں صاحبہ (اہلیہ مسٹر یوسف الزماں منصف) ہیں تو اسی سال کی مضمون نگار لیکن انکی تحریر کی پختگی اور سادگی سے معلوم ہوتا ہے کہ کئی سال سے لکھنے کی مشق کر رہی ہیں۔ انکا طرز تحریر بے حد سادہ مگر موثر ہے۔ اور پھر یہ

بھی بڑی خوبی ہے کہ مختصر الفاظ میں کامیابی کے ساتھ اپنے مطالب ادا کرتی ہیں۔ "نعیمہ" (فروری) نہایت موثر اور "اچھی فاطمہ" (مئی) بے حد دلچسپ افسانے ہیں۔ "خواتین پر جدید تعلیم کا اثر" (اکتوبر) "مہر فاطمی" (جنوری) "بالوں کا جنازہ" (مارچ) تینوں نہایت معقول مضامین ہیں۔ اور ہمیں اُمید ہے بہت سی بہنوں نے ان مضامین کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا ہوگا +

۵۰۔ مہر النساء صاحبہ (ہمشیرہ مسٹر غلام دستگیر ایجوکیشنل افیسر مدراس) نے اسی سال لکھنا شروع کیا ہے۔ اور انکے مضامین شایع بھی کافی تعداد میں ہوئے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے ادبی مضامین خاصے لکھ لیتی ہیں۔ ابتدائی مشق ہے کچھ عرصہ بعد اچھی ترقی کریں گی +

۵۱۔ نذر سجاد حیدر صاحبہ جب بس و بے کس مظلوم و بے زبان ہندوستانی مسلمان خواتین کی حالت زار پر بیس پچیس سال سے خون کے آنسو گرا رہی اور اپنی غریب بہنوں کی حمایت میں کتابوں اور رسالوں تحریروں اور تقریروں سے معاشرت کے تاریک پہلو کی اصلاح کی ہر ممکن کوشش کر رہی ہیں عصمت کے دور اول کی ان گنتی کی دو چار منتخب اہل قلم خواتین میں سے ہیں جنکی انشاپردازی اور افسانہ نگاری فرقہ نسواں میں اسوقت بے نظیر کہی جاسکتی ہے۔ جو بیبیاں دس پندرہ سال پہلے سے عصمت کا مطالعہ کر رہی ہیں وہ محترمہ موصوفہ کے زور قلم کا اسوقت سے ہی لوہا مان چکی ہونگی۔ انکے سٹائل کی دلکشی، تحریر کی روانی، زبان کی سادگی، پلاٹ کی دلچسپی اور مکالمہ کی دلاویزی انکے افسانوں کا پایہ بہت بلند کر دیتی ہے۔ "حور صحرائی" (مئی) نہایت کامیاب مختصر افسانہ ہے۔ "رسم منگنی" (مئی) اور "منگیتر سے خط وکتابت" (جون) ان دونوں مضمونوں کے مطالعہ سے بعض بیبیوں کو یہ غلط فہمی ہوئی ہوگی کہ نذر سجاد حیدر صاحبہ ناجایز آزادی لڑکیوں کو دینا چاہتی ہیں۔ لیکن ٹھنڈے دل سے اگر ان مضامین پر غور کیا جائے تو ہر انصاف پسند دردمند انسان جس نے بہت سی بدنصیب اور مظلوم لڑکیوں کی اندھا دُھند شادیوں کا دردناک انجام دیکھا ہے اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ نذر سجاد حیدر صاحبہ کی بحث نہایت معقول اور انکا مطالبہ ایک بہت بڑی حد تک جائز ہے +

۵۵۔ و۔ا صاحبہ (بھتیجی مولوی محمد ظہیر صاحب بی اے الہ آباد)

کی تحریر کی سی روانی اور پختگی بے تکلفی اور سادگی سلاست اور برجستگی بعض بڑے بڑے انشا پردازوں اور ادیبوں کے مضامین میں بھی نہ ہوگی۔ انکا طرز بیان بے انتہا سادہ ہونے کے ساتھ مؤثر بھی خوب ہے خصوصاً جب معاشرتی مضامین پر قلم اُٹھاتی ہیں تو نہایت قابلیت سے بحث کرتی ہیں اور پورا مضمون تاثیر میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے "میکہ" (جولائی) اور "لڑکیوں کی شادی" (مئی) بے انتہا قابل تعریف مضامین ہیں "اختلاج قلب" (اگست) "اتفاقی حادثے" (دسمبر) بچوں کی بیماریاں (جنوری) نہایت مفید اور کارآمد مضامین ہیں جن میں ہماری محترم بہن نے عصمتی بہنوں کے فائدہ کے لیئے اپنے قیمتی تجربے بڑی خوبی سے بیان کیے ہیں۔ یہ مضامین بے حد قابل قدر ہیں۔ د۔ا صاحبہ کے ادبی و اخلاقی مضامین بھی خوب ہوتے ہیں "کرسمس کی رات" (مارچ) "داد" (جنوری) "فرض شناسی" (فروری) "خود غرضی" (نومبر) کافی دلچسپ اور دلاویز ہیں۔ ان بہن کے مضامین تعداد میں اس سال سب سے زیادہ شایع ہو سکتے تھے مگر وہ زیادہ مضامین پر اچھے مضامین کو ترجیح دیتی ہیں اور اس لیے د۔ا صاحبہ اس سال کی بہترین مضمون نگار ہیں۔

(ب) مرد

۵۹- میر باقر علی صاحب داستان گو۔ دہلی کے ان باکمال حضرات میں سے ہیں جنکی قابلیت کا ڈنکا دور دور بج رہا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ میر صاحب فن داستان گوئی میں اپنا جواب نہیں رکھتے افسوس یہ ہے کہ دلی باکمال افراد سے خالی ہو رہی ہے اور یہ فن بھی میر صاحب کے ساتھ ہی ختم ہوتا نظر آتا ہے۔ خدا میر صاحب کی عمر دراز کرے انکے کمال کا پورا لطف انھیں لوگوں کو آسکتا ہے جو کبھی انکی زبان سے سُنیں۔ تحریر میں وہ بات پیدا نہیں ہو سکتی۔ تاہم انکے فن کا اندازہ تھوڑا بہت انکے مضمون "لینا ایک نہ دینا دو" (جولائی) سے ہو سکتا ہے۔

۶۰- لالہ تلوک چند صاحب محروم بی اے۔ اُردو کے مایہ ناز نامور نیچرل شاعر اور عصمت کے اُن مخصوص مشہور شعرا میں سے ہیں جنکی نتیجہ خیز و دلاویز نظمیں عصمت کے ابتدائی آٹھ دس سال میں شائع ہو کر تمام ملک سے خراج تحسین وصول کر چکی ہیں۔ بے تکلفی اور سادگی برجستگی اور بے ساختگی سوز و گداز اور درد و اثر انکی

گرانقدر نظموں کی ایسی امتیازی خصوصیات ہیں جنکی وجہ سے دور حاضرہ کے بہترین شعرا میں جناب مرحوم کا پایہ نہایت بلند ہے۔ "فریاد یتیم" (دسمبر) اسقدر درد انگیز نظم ہے کہ بے ساختہ آنسو نکل پڑتے ہیں۔ پوری نظم تاثیر میں ڈوبی ہوئی ہے ہر شعر سے دل پر چوٹ لگتی اور طبیعت متاثر ہو جاتی ہے۔ "حسن اور زیور" (جنوری) نہایت دلآویز اخلاقی نظم ہے اور ہمیں یقین ہے عصمتی بہنوں نے جناب مرحوم کی دوسری نظموں کی طرح ان دونوں نظموں کو بے انتہا پسند کیا ہوگا۔

۶۴۔ پروفیسر ستار خیری ام اے جو علی گڈھ کالج کے ممتاز طلبا میں سے ہیں بیس پچیس سال سے اپنے وطن دہلی سے ہزاروں کوس دور یورپ میں نہایت شاندار، گراں قدر، اور مایہ صد ناز اسلامی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ پروفیسر صاحب موصوف نے اپنی خداداد قابلیت کی وجہ سے یورپ کی ادبی دنیا میں ایک خاص درجہ حاصل کر لیا ہے۔ انکے گراں بہا مضامین انگریزی جرمن وغیرہ اخبارات و رسائل میں نہایت وقعت سے شایع ہو رہے اور تمام یورپ میں پسندیدہ نظروں سے دیکھے جا رہے ہیں۔ انکا بزم عصمت میں شریک ہونا اور اپنی ہندوستانی مسلمان بہنوں کو یورپ کی معاشرت اور تہذیب کے محاسن و نقائص کا بتانا ایسی خوش نصیبی ہے کہ ہم زبان قلم سے اسکا شکریہ ادا نہیں کر سکتے۔

۶۵۔ مسٹر عبد السمیع خاں جی ڈی آرٹ ایک نو عمر لیکن نہایت ہونہار مصور ہیں جو بمبئی کے مشہور آرٹ کالج کے بڑے بڑے امتحانات میں نہایت نمایاں کامیابی حاصل کرنے کے بعد اب تین سال سے کام کر رہے ہیں اور جنکی مصوری کی داد بمبئی کے انگریزی اخبارات و فرموں کے علاوہ لندن کی شہور ویمبلی نمایش سے بھی مل چکی ہے۔ مسٹر سمیع کو مولانا محمد علی صاحب نے اپنے انگریزی اخبار کامریڈ کے لیئے بمبئی سے بلایا تھا لیکن کامریڈ کے بند ہونے کے بعد مسٹر سمیع کی خدمات عصمت نے حاصل کر لی ہیں اور "مالن کے پھول" (مئی) "بلوچن" (جنوری) "خواب راحت" (اگست) وغیرہ مسٹر سمیع سے بنوا کر ایسی تصاویر شایع کی ہیں جن کی ہر طرف سے داد ملی ہے۔ یہ تصاویر ایک ہندوستانی مصور کی صنعت کا نمونہ ہیں اور خاص طور پر عصمت نے بنوائی ہیں اور اس لحاظ سے یقیناً تمام اُردو رسائل کی بہتر سے بہتر اور اعلیٰ سے اعلیٰ تصاویر

سے مقابلہ میں ایک امتیازی شان رکھتی ہیں۔

۶۶۔ مولانا عبدالغفار صاحب الخیری۔ جن کے مفید مذہبی مضامین حلقہ عصمت میں خوب مقبول ہو چکے ہیں اس سال تبلیغی سرگرمیوں کی وجہ عصمت پر کچھ زیادہ توجہ نہ فرما سکے عصمتی بہنوں میں مولانائے موصوف کا معرکۃ الآرا مضمون "پرورش اطفال" بے انتہا پسند کیا گیا ہے اور اس کی اشاعت کے متواتر تقاضے آرہے ہیں ہم کوشش کر رہے ہیں کہ ستمبر سے پھر اس مضمون کا سلسلہ شروع کر دیں ورنہ ۱۹۳۳ء میں کتابی صورت میں یہ مضمون شایع کر دیا جائے گا۔

۶۷۔ حضرت عزیز لکھنوی کے اسم گرامی سے تمام عصمتی بہنیں خوب اچھی طرح واقف ہونگی کیونکہ مولانائے موصوف کی تاثیر میں ڈوبی ہوئی گراں بہا اخلاقی اور تاریخی نظموں سے اوراق عصمت وقتاً فوقتاً مزین ہو چکے ہیں۔ مولانا موصوف کا وجود گرامی اسوقت اُردو شاعری کے لیئے مایۂ ناز ہے انکی مؤثر نظموں کو پڑھ کر درد مند دل آنسو بہائے بغیر نہیں رہ سکتا "نالۂ دلکش" (جنوری ۱) اور "چند آنسو" (فروری) کیسی معرکہ کی نظمیں ہیں کہ بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے اور کیسی مؤثر اور درد انگیز نظمیں ہیں کہ دل پر سخت چوٹ لگتی ہے اور آنکھ سے آنسو نکل پڑتے ہیں۔ مولانا عزیز جیسے صاحب کمال اور خوددار شاعر کا پھر عصمت پر توجہ فرمانا عصمت کے لیئے باعث ناز ہوسکتا ہے ہمیں اُمید ہے مولانا موصوف کی دلچسپی اب پھر عصمت کے ساتھ مستقل طور پر رہے گی۔

۶۸۔ مولوی محمد ظفر صاحب ایم اے ایل ایل بی نو دس سال سے عصمت کی ایسی گراں بہا مستقل قلمی اعانت کر رہے ہیں کہ انکا جسقدر بھی شکریہ ادا کیا جائے کم ہے جس محنت دکاوش اور جس قابلیت اور خوبی کے ساتھ مولوی صاحب موصوف "سیر بین" کے نہایت دلچسپ اور مختصر نوٹ عصمتی بہنوں کی معلومات میں اضافہ کرنے کے لیئے فراہم کرتے ہیں نہایت خوشی کی بات ہے کہ عصمتی بہنیں اسی قدر و قیمت کی نظر سے انھیں ملاحظہ فرما رہی ہیں۔ سیر بین کے بعض ٹکڑے دوسرے رسائل و اخبارات میں بھی نقل ہوتے رہتے ہیں۔ کاش ہمارے معاصرین عصمت کا حوالہ بھی دے دیا کریں۔

"بچوں کے نزلہ زکام" (مارچ) اور "سردیوں کے ہاتھ" (فروری) یہ دونوں مفید مضمون بھی مولوی صاحب نے بہت محنت سے لکھے ہیں اور اس قابل ہیں کہ تمام گھروالی بیبیاں نہایت غور سے انکا مطالعہ کریں ؀

۷۴۔ سید محمود الحسن صاحب صدیقی بی اے علیگ کا اس سال کی پہلی جلد میں تو کوئی مضمون شایع نہیں ہوا لیکن دوسری جلد میں سید صاحب نے نہ صرف خود ہی اس کی تلافی کر دی بلکہ اپنی عزیز ہمشیرہ خستہ صاحبہ کا عصمت کی شاعر خواتین میں بہت اچھا اضافہ کیا۔ "ہمارے کا غذی دشمن" (فروری) ایک نہایت ضروری موضوع پر قابل قدر مضمون لکھا گیا ہے۔ جسے پاکیزہ ذوق ادب رکھنے والے ہر شخص نے وقعت کی نظر سے دیکھا ہوگا۔ "پھولوں کا گیت" (مئی) ہمارے معزز دوست نے اتنی دلکش اور دلآویز نظم لکھی ہے جسکا یقین ہے، ہماری طرح تمام بہنوں نے بار بار لطف اٹھایا ہوگا ؀

۷۵۔ صاحبزادہ ولی احمد خانصاحب بی اے۔ اب چار پانچ سال سے عصمت میں مستقل مضامین لکھ رہے ہیں۔ صاحب موصوف کے انگریزی تراجم اور تاریخی مضامین خوب ہوتے ہیں۔ "عورتوں کی بہادری" نہایت اچھا تاریخی مضمون ہے۔ اسلام میں عورت کا درجہ ہر مسلمان عورت کو نہایت غور سے مطالعہ کرنا چاہیئے۔ "مختصر دنیا" انگریزی کی ایک نہایت پرلطف، دلچسپ اور مشہور کتاب کا ترجمہ ہے اور سلاست زبان کے اعتبار سے یقیناً کامیاب کہا جاسکتا ہے ؀

رازق الخیری

خاتون اکرم عصمتی انعامات

عصمت کے انیسویں سال کے مضمون نگاروں کی جو فہرست اس پرچے کے شروع میں شایع کی جا رہی ہے اسکے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ سال گذشتہ کی نسبت اس سال مضمون نگاروں کی تعداد میں ۳۵ کا اور اضافہ ہوا ہے۔ ۵۷ نامہ نگاروں میں قریباً تین ۵۶ ہیں اور یہ اتنی معقول تعداد ہے کہ شاید ہی ہندوستان کے کسی دوسرے رسالہ میں کسی ایک سال اتنی خواتین نے مضامین لکھے ہوں۔ عصمت کی اس ترقی میں قابل ذکر یہ بات ہے کہ جہاں بزم عصمت کی رونق میں ان بیبیوں نے نمایاں اضافہ کیا ہے جو آج سے دس یا پندرہ سال پہلے بھی عصمت کی قلمی اعانت کرتی رہی ہیں وہاں عصمت نے نئی اچھی اچھی نئی لکھنے والیاں اس سال بھی پیدا کی ہیں ۔

آج ان لکھنے والی محترم بہنوں کی علمی کوششوں کی حوصلہ افزائی کا دن ہے اور دلی مبارکباد کی مستحق ہیں وہ معزز بیبیاں جو علمی مقابلہ میں آج کے دن کامیاب ہوتی ہیں۔ یہ حقیر ناچیز انعامات فخر نسواں ہند جنت مکانی محترمہ خاتون اکرم کی یادگار میں سال کے بہترین مضامین پر پیش کیے جاتے ہیں بعض نہایت قابل قدر بیبیوں کے صرف دو یا تین مضمون شایع ہوئے ہیں اور ان میں گو ہر مضمون قابل انعام ہے مگر چونکہ ۴ مضمونوں کی شرط (سوائے کسی خاص صورت کے) نہایت ضروری ہے اس لیے صرف انھیں خواتین میں انعامات تقسیم کیے جاتے ہیں جن کے اس سال کم از کم چار مضمون شایع ہوئے ہیں ۔

خانہ داری یہ نہایت وسیع اور بے حد ضروری موضوع ہے جس پر سال گذشتہ ہمنے مضمون نگار خواتین کو خصوصیت سے متوجہ کیا تھا۔ ہمیں یہ دیکھکر بے حد خوشی ہوئی کہ لکھنے والی بہنوں نے اس طرف بھی پوری توجہ فرمائی اور ہم آج نہایت مسرت کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ خانہ داری کے متعلق عصمت کا انیسواں سال نہایت کامیاب ہا ہے اور اسقدر کامیاب کہ دستکاری وصحت وتندرستی کے موضوعات کو اس سے علیحدہ کر کے ہمیں الگ الگ انعامات

دینے کی ضرورت محسوس ہوئی ہے۔

گھرداری کے متعلق اس سال سب سے زیادہ کامیاب اور بیحد کارآمد مفید مضمون محترمہ و۔ا صاحبہ کا "اتفاقی حادثے" (مندرجہ دسمبر) شائع ہوا ہے۔ آپ ہماری محترمہ بہن نے نہایت قیمتی اپنے ذاتی تجربے بہت خوبصورتی سے بیان کیے ہیں جو بالعموم ہر گھر میں پیش آتے رہتے ہیں۔ اس مضمون پر اول درجہ کا انعام ۵ دیا جاتا ہے اور دوم درجہ کا انعام ۵ محترمہ کنیز محمد بیگم صاحبہ منشی فاضل کو انکے بہت محنت سے لکھے ہوئے مفید مضمون "بیماروں کی غذا" (مندرجہ اپریل مئی) پر۔

دستکاری (صنعت وحرفت) سلائی کے کام کے متعلق لطیف بیگم صاحبہ کے نہایت مفید مضامین کا سلسلہ اس سال بھی جاری رہا ہے اور دستکاری کے اول درجہ کے انعام ۵ کی اس سال بھی وہی مستحق ہیں مگر افسوس ہے اور کسی دستکار بہن نے اس ضروری موضوع پر توجہ فرمانے کی کوشش نہیں کی۔ ہمیں کسقدر خوشی ہوتی اگر مختلف دستکاریوں کے متعلق صاف اور خوشنما سلم ...ِ نمونوں اور واضح مفصل ومکمل تشریح کے ساتھ ہم اور بھی کئی مضامین شائع کرتے۔

صحت وتندرستی پر اس سال کئی مضامین بہت اچھے شائع ہوئے ہیں خصوصاً "اختلاج قلب" (اگست) بہت کارآمد مضمون ہے۔ تعلیم یافتہ مستورات کو عام طور پر جو مرض کا شکار دیکھا جاتا ہے وہ ذاتی تجربوں کی بنا پر اس قیمتی مضمون کو بہت کچھ مفید پاسکتی ہیں۔ محترمہ و۔ اکو اسپر ۵ کا انعام دیا جاتا ہے اور ۵ کنیز محمد بیگم صاحبہ منشی فاضل کو "صحت کے تین رفیق" (دسمبر) پر۔

پرورش اطفال۔ دستکاری، صحت تندرستی پرورش اطفال یہ سب موضوعات خانہ داری کے تحت میں آجاتے ہیں مگر اس سال چونکہ ان سب ابواب پر الگ الگ کئی مفید مضامین شائع ہوئے ہیں اسلیئے ہمنے مندرجہ بالا تینوں موضوعات پر بھی انعامات دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ بچوں کی تربیت و پرورش پر جناب مولانا عبدالغفار الخیری کے قابل قدر مضامین پچھلے سال

نکل چکے ہیں مگر چونکہ یہ موضوع بھی ضروری ہے اور ساسپر محترمات و۔ا اور عائیشہ بیگم کے جو مضامین جنوری مئی اور جون میں شائع ہوئے ہیں وہ بھی بہت مفید ہیں اسلیئے ان دونوں بیبیوں کی خدمت میں پانچ پانچ روپیہ بطور انعام پیش کیئے جاتے ہیں۔

تمدنی و معاشرتی مضامین کے لحاظ سے بھی عصمت کا یہ سال نہایت کامیاب رہا ہے۔ اکتوبر میں "تہذیب" از **لطیف بیگم صاحبہ** جنوری میں "گھر داماد" از **تسنیم فردوس** صاحبہ مئی میں لڑکیوں کی شادی" از و۔ا صاحبہ۔ جون میں "کامل العقل" از **ظفر جہاں** صاحبہ۔ یہ چاروں نہایت معقول مضمون اپنی اپنی جگہ خاص قابلیت سے لکھے گئے ہیں اور اس لیئے ان چاروں مضمونوں پر پانچ پانچ روپیہ بطور انعام دیئے جاتے ہیں۔

تعلیمی مضامین بھی اس سال بڑے نہیں ہے سکولوں کی استانیاں (جنوری) بہت اچھا مضمون ہے اسپر ۱۰ روپیہ کا انعام **عائیشہ بیگم صاحبہ** کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے

تاریخی مضامین تعداد میں گو کئی شائع ہوئے ہیں مگر خاص طور پر قابل تعریف نہیں تاہم **زبیدہ بانو** صاحبہ کے مضمون "جہاں آرا" (دسمبر) پر انعام دیا جاسکتا تھا مگر انکے شائع شدہ مضامین کی تعداد میں صرف ایک مضمون کی کمی رہ گئی ہے۔ لیکن اسکی تلافی انہوں نے محترمہ خاتون اکبر کے خطوط فراہم کرکے کر دی ہے اس لیئے ہم انھیں بھی چار مضمون شائع ہونے والی بیبیوں کے زمرہ میں شامل کرکے "جہاں آرا" پر صہ کا انعام پیش کرتے ہیں۔

مذہبی مضمون نہایت افسوس ہے اس سال قابل علم کسی بی بی کا شائع نہیں ہوا مضمون نگار بہنیں اس طرف ضرور توجہ فرمائیں۔

سیر و سیاحت کے متعلق سال گذشتہ سیر کشمیر پر انعام مل چکا ہے اس سال **حامدہ بیگم صاحبہ خیری** کا دلچسپ سفرنامہ خصوصیت سے قابل ذکر ہے اسپر ۵ کا انعام انکی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔

اخلاقی مضامین گو اس سال بھی کافی شایع ہوئے ہیں مگر قابل انعام کوئی مضمون نہیں چھپا۔

علمی مضامین کی بڑی خصوصیت یہ ہونی چاہیے کہ طرز بیان بے حد آسان اور سیدھا سادا ہو۔ اس لحاظ سے "گھڑیاں" (نومبر) قابل ذکر ہے اس پر صہ تسنیم فردوس صاحبہ کو دیے جاتے ہیں۔

تفریحی مضمون اس سال کے کم از کم چار مضمون لکھنے والی بیبیوں میں سے کسی بہن کا ایسا مضمون شایع نہیں ہوا جسے پڑھ کر بے ساختہ ہنسی آجائے۔ چھوٹے چھوٹے نہایت پُرلطف طبع زاد تفریحی مضامین بھی کبھی کبھی لکھنے چاہئیں۔ ہمیں اُمید ہے مضمون نگار بیبیاں ادھر بھی توجہ کرینگی اور آیندہ سال اس موضوع پر ہم دو تین انعامات تقسیم کرسکیں گے

مختصر ادبی مضامین اس سال خاصے ہے مہر النسا صاحبہ (ہمشیرہ مسٹر غلام دستگیر) کے مضامین ۶ روپے کے انعام کے مستحق ہیں۔

افسانوں کے لحاظ سے عصمت کا یہ سال نہایت کامیاب ہے خورشید آرا بیگم صاحبہ کا دلآویز قصہ "یوسف گم گشتہ" (اکتوبر) اول درجہ کے انعام صہ کا مستحق ہے اور مسز یوسف الزماں صاحبہ کے مختصر اور دلچسپ قصے نعیمہ (فروری) اور "اچھی فاطمہ" دوم درجہ کے انعام صہ کے۔

ڈرامہ۔ ڈرامہ کی طرف ہندوستان خواتین کی بالکل توجہ نہیں ہے اس لیے اس سال صرف ایک اصلاحی ڈرامہ "ظفر جہاں بیگم صاحبہ کا شایع ہوا اسے کامیاب کہا جاسکتا ہے اسپر انھیں صہ کا انعام دیا جاتا ہے۔

نظموں کے لحاظ سے بھی عصمت کا یہ سال بے حد کامیاب اور قابل تعریف ہے۔ اس سال بھی اول درجہ کا انعام محترمہ خورشید آرا بیگم صاحبہ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ دوم درجہ کا انعام دینے کی بجائے یہ مناسب معلوم

ہوتا ہے کہ معہ محترمہ خورشید اقبال صاحبہ حیاؔ کو انکی بے حد اور تعریف قابل نظم "سکوت شام" (فروری) پر اور صہ عابدہ بیگم صاحبہ کو انکی موثر نظم "اہل گورستان" پر دیا جائے۔

تقریر۔ ہندوستانی خواتین خصوصاً مسلمان بیبیوں میں مادہ تقریر پیدا کرنے کے لیے صہ کا انعام مس فاطمہ محمد حسین صاحبہ کو انکی انگریزی تقریر (جنوری) پر دیا جاتا ہے۔

تعداد مضامین اس سال بھی سب سے زیادہ مضامین لطیف بیگم صاحبہ کے شایع ہوئے ہیں اور انکے لگ بھگ کنیز محمد بیگم صاحبہ منشی فاضل کے اور انکے قریب قریب و۔ا صاحبہ کے یہ تینوں معزز بیبیاں دعہ، عہ، اور صہ کے انعامات کی مستحق ہیں۔

متفرق انعامات۔ ان انعامات کے علاوہ چند در انعامات تقسیم کیے جاتے ہیں۔

(۱) خورشید آرا بیگم صاحبہ کو صہ اس بات کے کہ انکی تینوں نظمیں سالگرہ عصمت (جولائی) محاذ ارکم مرحومہ (نومبر) ہلال ماہ صیام (مارچ) نہایت مناسب اور موزوں موقعوں پر شایع ہوئی ہیں۔ کاش اور بہت سی بہنیں وقت اور موقع کا خیال رکھکر مہینہ ڈیڑھ مہینہ پہلے مضامین بھیجا کریں تاکہ خورشید آرا بیگم صاحبہ کی نظموں کی طرح موزوں وقت پر شایع کیے جاتے۔

(۲) رضیہ ناصرہ صاحبہ کو معہ کا انعام انکے نہایت دلچسپ مضمون "مردہ زندہ ہوگیا" (اکتوبر) پر۔

(۳) ک خاتون صاحبہ سہسرآبادی کو صہ انکی چاروں نظموں پر۔

(۴) عائشہ بیگم صاحبہ کو ترقی عصمت کے متعلق انکے نہایت قیمتی مشورہ پر معہ

(۵) نفیس بیگم صاحبہ بمبئی کو انکے مضمون "بالوں کے جنازہ" پر صہ

پس اس سال خاتون اکرم عصمتی انعامات کی مستحق یہ بیبیاں ہیں

۱	و - ا	الہ آباد	۵+۱۰+۱۵+۱۰+۵×۵	۴۰	روپے
۲	خورشید آرا بیگم	امراؤتی	۵+۱۵+۱۵	۳۵	"
۳	لطیف بیگم	لاہور	۱۵+۵+۱۰	۳۰	"
۴	کنیز محمد بیگم منشی فاضل	جالندھر	۱۰+۵+۱۰	۲۵	"
۵	عائشہ بیگم	لاہور	۷+۸+۵	۲۰	"
۶	حامدہ بیگم خیری	دہلی		۱۰	"
۷	مسز یوسف الزماں	لکھنؤ		۱۰	"
۸	ظفر جہاں بیگم	بریلی	۵+۵	۱۰	"
۹	تسنیم فردوس	رائے پور	۵+۵	۱۰	"
۱۰	رضیہ ناصرہ	لاہور		۷	"
۱۱	خورشید اقبال حیا	میرٹھ		۷	"
۱۲	مہر النسا	والٹیر (مدراس)		۶	"
۱۳	فاطمہ بیگم	بنگلور		۵	"
۱۴	ک خاتون	آگرہ		۵	"
۱۵	زبیدہ بانو	اٹاوہ		۵	"
۱۶	عابدہ بیگم	امراؤتی		۵	"
۱۷	نفیس بیگم	مبیئی		۵	"

یہ سب بیبیاں علامہ راشد الخیری قبلہ خاکسار ایڈیٹر اور تمام عصمتی بہنوں کی طرف سے اس علمی ترقی پر دلی مبارکباد قبول فرمائیں

رازق الخیری

دُعائے سالگرہ

جنت مکانی محترمہ خاتون اکرم کا ایک مضمون "سالگرہ کی مُبارکباد" ۱۹ سنہ میں شایع ہوا تھا۔ یہ مضمون اسی کا آخری حصہ ہے۔ ایڈیٹر

آؤ ہم سب ملکر خدا سے دُعا کریں کہ آلہی تو عصمت کو باد حوادث سے بچا اسکو پھر ہری پھیلا سا با رونق۔ دلچسپ۔ خوبصورت عصمت بنا دے۔ اسکے حرفوں میں اثر دے اسکے پھولوں کو ترو تازگی بخش۔ اسکے ذریعہ ملک کے ہر گوشہ میں تعلیم النسواں کی ترقی ہو۔ ہمارے نصیب فرقہ سے جہالت کافور ہو کر تعلیم کا نور ہر چہار طرف پھیل جائے۔ اور ہم علم جیسی نعمت سے محروم نہ رہیں۔ مولا! جو حقوق ہم کو اسلام نے عطا کیے ہیں وہ سب ہمکو مل جائیں اور مردوں کی نظروں میں ہمارا وقار پیدا ہو جائے۔ غفور الرحیم ہمکو بُرائیوں اور گناہوں سے بچا۔ نیکیوں کی توفیق عنایت کر۔ الہ العالمین جتنے ارکان اسلام ہیں سب ہمارے ہاتھوں ادا ہوں ہم سچے مُسلمان بنجائیں ستار و غفار ہمارے گناہوں کو بخش بارالہا جو بہنیں دین و مذہب سے بے خبر ہیں ان کو عصمت کے ذریعہ ہدایت دے۔

خداوند کریم عصمت کے ایڈیٹر و منیجر کو عرصہ تک سلامت رکھ۔ انھیں ہر کام میں کامیابی عطا کر ان کے ہاتھوں فرقہ نسواں کی بھلائی ہو۔ ان کے ہاتھوں کے لگائے ہوئے علمی گلدستوں میں شیریں پھل اور خوشبودار پھول پیدا ہوں۔ اور ان کے علمی پھولوں کی خوشبو سے تمام عالم معطر ہو۔

خاتون اکرم

سالگرہ عصمت

بہارِ نوزدہ خیمہ بہ باغ و وادی وصحرا	عنادل از وفورِ عیش بر گلبن کشید آوا
ہوا عیسیٰ نفس گشت و شقائق بوستاں پیرا	دمن در کسوتِ دیبا چمن در خلعتِ زیبا
فشاندہ نکہتِ گل در گلستانِ عنبر سارا
بہ بزمِ بوستاں روشن چراغِ لالۂ حمرا

خوشا از گلشنِ عصمت ہمی بانگِ ہزار آید	زہے در شاخِ نخلِ آرزو ہم برگ و بار آید
بشارت موسمِ عیش و طرب فصلِ بہار آید	مبارک باز وقتِ سرخوشی از کردگار آید
بحمد اللہ نسیم جانفزا بہجت فرش آمد
برائے تہنیت مرغانِ گلشن در خروش آمد

خدا کا شکر ہے امسال پرچہ خوب تر نکلا	ندورہائے مضامیں مثلِ بحرِ پُر گہر نکلا
نصیحت خیز نظموں سے مزین وقت پر نکلا	کمالِ فن لیے تصویر گر کا خوش نظر نکلا
رہا ممتاز درجہ اسکے عصمت کا رسائل میں
سبق آموز مضمونوں میں کار آمد مسائل میں

بہ عصمت سالِ رفتہ خوشگوار سازگار آمد	بہ حسنِ نظم و نثرش دلپسند روزگار آمد
زمیدانِ صحائف گوئے بُرد و کامگار آمد	و نقدِ ہمتش در امتحاں کامل عیار آمد
مضامیں ہا فسانہ ہا لطائف ہا معمہ ہا
نصائح خیز پند آمیز معنی بیز مطلب ہا

مگر اے کاش خلد آرامگاہ جنت مکاں خالہ ہوں	جنہیں حالِ دل عصمت کا رکھتا تھا سدا محزوں
ہوئیں افسوس جنکی خاک سے کل حسرتیں مدفوں	بچشم خویش دیدے ایں ترقی کاش سوز افزوں
فروزاں بزم عصمت میں چراغ آرزو ہوتا!
”جہاں کا ذرہ ذرہ پھر شہیدِ جستجو ہوتا!“

اگرچہ صفحۂ عصمت پہ کی بہتوں نے گلکاری خریداروں سے نظموں سے مضامین سے مددگاری
وہ اتنی نہ پھر بھی ہو سکی پیدا خریداری اشاعت کے لیے ہوتی جو وجہ گرم بازاری
اگر کوشش کریں ہونگے زیادہ مشتری پیدا
مدد اپنی کرو خود تا ہو شکلِ بہتری پیدا
خیال بہتری ہو گر دلِ عورات میں پیدا بلند نظری علو ہمت ہو انکی ذات میں پیدا
اولوالعزمی کریں ہر کار میں ہر بات میں پیدا تو خورشید جہاں افروز بھی ہو رات میں پیدا
"بیا تا گل بفشانیم و مے در ساغر اندازیم
فلک را سقف بشگافیم و طرح دیگر اندازیم"
خورشید آرا بیگم (رامانی)

نویدِ سالگرہ

ضیا خورشید کی کلیوں کے پیمانوں میں ڈھلتی ہے حریم گل میں نورانی سپیدی سی مچلتی ہے
نسیمِ عطر ریناں ناز سے مستانہ چلتی ہے پھسلتی ہے، بگڑتی ہے بہکتی ہے سنبھلتی ہے
سرورِ ناز لیکر بلبلیں بیدار ہوتی ہیں
نوائیں لیکے منقاروں میں پھر تیار ہوتی ہیں
چمن کے پھول ہنس پڑتے ہیں نکہت کے اشاروں سے سپیدی سی ٹپکتی ہے سحر کے چند تاروں سے
مہک اِک پھوٹ پڑتی ہے گلوں کے لالہ زاروں سے حلاوت سی برس جاتی ہے غنچوں کے کناروں سے
گلوں کی ڈالیاں سجدہ میں سر اپنا جھکاتی ہیں
وفورِ تہنیت میں بلبلیں مستانہ گاتی ہیں
نویدِ صبح یعنی گلشن عصمت میں آتی ہے شمیم لطف یعنی غنچۂ عصمت میں آتی ہے
ضیا حسن یعنی آج ہر نکہت میں آتی ہے مسرت کی حلاوت پردۂ نزہت میں آتی ہے

گلِ عصمت میں بوئے خرمی تسنیم پرور ہے
نویدِ تہنیت وجہ سکونِ قلبِ مضطر ہے
صحیفہ وہ کہ جو دردِ جگر کا آج درماں ہے وہ آئینہ کہ جس میں عکسِ آہِ قلبِ نالاں ہے
وہ پیمانہ کہ جس میں بادۂ غم ہائے پنہاں ہے وہ غنچہ جس میں یعنی نکہتِ گلزارِ نسواں ہے
پھر آئی فصلِ بہجت اس حریمِ نازِ نسواں میں
نسیمِ عیش نے انگڑائی لی گلزارِ ارماں میں
مبارک راشد و رازق کو پھر صبحِ مسرت ہو پیامِ کامرانی یہ نسیمِ فصلِ بہجت ہو
نویدِ فرحتِ نسواں یہ گرہِ سالِ عصمت ہو یہ تہنیت پیامِ لذتِ صد عیش و عشرت ہو
خدایا یہ گھڑی پیغامِ صد تسکین و ارماں ہو!
یہ لمحہ باعثِ بیداریٔ دلہائے نسواں ہو
خزاں گلشنِ نسواں میں پیغامِ بہار آئے بیابانِ وطن میں لذتِ صد لالہ زار آئے
گلِ ملت میں بوئے عشرتِ بہجت گزار آئے شبِ ہندوستاں میں یعنی صبحِ عطر بار آئے
چمک اٹھے وطن یعنی ضیائے حسنِ عصمت سے
جھلک اٹھے بیاباں پرتوِ برقِ مسرت سے
یہ خاموشی یہ ویرانی یہ حسرت زائیاں کب تک یہ غمگینی یہ تاریکی یہ عسرت باریاں کب تک
یہ سناٹا یہ حیرانی یہ غربت کاریاں کب تک نگاہِ یاس نسواں میں یہ اشک افزائیاں کب تک
خدایا اب تو یعنی اس شبِ غم کی سحر کر دے!
دلِ غمگین کے نالوں میں ایسا کچھ اثر کر دے!
خدایا گلشنِ عصمت سرور صبحِ فرحت ہو نسیمِ صبح سے یہ پھول اک پاکیزہ نکہت ہو
جمالِ نازمیں اس کے حلاوت ہو حلاوت ہو شرابِ حسن میں اس کے نئی مستانہ لذت ہو
جمالِ مضطرب کی یہ دعائیں لطف افشاں ہوں
حریمِ عصمت روشن کی شمعیں حسن امیں ہوں

پیشکش: جمال

بہ نیت: بہبی

پرستارِ محبّت

گرمی کی مختصر راتیں آ اور جا رہی تھیں چاند چمک چمک کر چھپتا تھا اور تارے دمک دمک کر ڈوبتے تھے شام کا دھانی جوڑہ رات کو ارغوانی ہوتا تھا جسکو بادِ سحر نورانی چادر اوڑھا کر سپید بملوں بنا دیتی تھی غرض کائنات کا ہر ذرہ نشوونما کی منزل پر کلیلیں کرتا انحطاط کی طرف جاتا تھا گنگا کی طغیانی اور سربفلک لہریں پیش خیمہ تھیں خاموشی اور خشکی کا۔ شبِ سیاہ نتیجہ تھی صبحِ صادق کا۔ اور بہارِ چمن دیباچہ خزاں کا۔

چنبیلی کے نازک پھولوں پہ بجلی رات رات بھر کوندی اور دن دن بھر چمکی آشیانۂ بلبل پہ بادل گھنٹوں گرجا اور دنوں کڑکا ہالے سرد قہقہے فضائے عالم میں: زود شبِ گو نیچے مگر جانانِ چمن کی رفتار میں فرق نہ آیا۔ بلبل شاخِ گل پہ گھنگھور گھٹاؤں میں چہکی اور گلاب نگہ گلچین کے روبرو موسلادھار بارش میں مہکا لیکن مستقبل کا ہر لمحہ چمنستانِ حیات کے بسنے والوں سے کوسوں دور تھا۔

برہمچاری کا جگی آبادی سے علیحدہ دریا کے ایسے کنارے پر جہاں انسان کی آمد و رفت کم تھی ایک قبر کی پرستش میں منہمک تھا وہ اسکو لپٹاتا چومتا اور پیار کرتا۔ دور کھڑے ہو کر غور سے دیکھتا بیتاب ہو کر پاس جاتا اور قدموں میں گر پڑتا اس اسی طرح جو اپنے بچہ کا منہ ہاتھ دھلا کر ماں کے جوش میں سینہ سے چمٹا لیتی ہے جگی دن میں کئی کئی مرتبہ اس قبر کو لیپ پوت کر دولہن بناتا۔ سر سبز پتے رکھتا خود رو پھول چڑھاتا کچھ سوچتا اور دفعتہً ایک پاک جذبہ کے تحت میں بیقرار ہو کر دوڑتا اور اپنی پیشانی قبر کے پاؤں پر رکھدیتا اسکی تمام سرتیں مٹی کے اس ڈھیر سے جہاں تھوڑی سی انسانی ہڈیاں دفن تھیں وابستہ تھیں۔ وہ زندگی کی خوشیاں سے محروم نہ تھا گر اسکی تمام امیدیں اس خاص ایزدی میں محدود تھیں لیکن وہ خوش تھا اور اسکا دل کامیابی کی

دولت سے مالا مال برسات کی اندھیری راتوں میں جب ساون کی جھڑیاں عالیشان محلوں کی بنیادیں ہلا دیتیں اور انسانی دنیا کے بنے والوں کو جانوں کے لالے پڑ جاتے تو جگی اپنی چھوٹی سی کٹیا سے نکلکر قبر پر ہاتھ پھیرتا اور اسکی سلامتی پر مگن ہو جاتا۔ دریا کا ریت اسکا مخملی بچھونا تھا جنگل کے پھل پھول اور چشموں کے ٹھنڈے پانی اس کے قدرتی نعام ہوا کی موسیقی اسکو وجد میں لاتی اور چادر مہتاب اسکو باغ باغ کرتی زندگی کی تمام کائنات ایک بکری اور ایک خرگوش تھا گرمی کی خوشگوار صبح کو جب قدرتی نغموں کے گیت گاتا ہوا پہاڑ کی چوٹیوں پر پہونچتا اور اسکی بکری اگلے دونوں پاؤں کسی درخت کی شاخ پر رکھکر پتے کھاتی اور خرگوش کلیلیں کرتا تو اسکا دماغ مست ہو جاتا۔ وہ خرگوش کو گود میں اٹھا لیتا بکری کے سینہ پر ہاتھ پھیرتا خوش ہوتا اور کہتا۔

"زندگی کی بہاروں میں میرے پیارے بچوں تم انسان کے برابر کے شریک ہو خوشگوار جھونکے ہری گھاس ٹھنڈا پانی تمکو مجھے زیادہ مسرور کرتا ہے آؤ میری گود میں آ کر مجھے چمٹ جاؤ۔ پیاروں میرے پیاروں پیارے کے پیاروں میرے کندھوں پر چڑھو میری پیٹھ پر چڑھو۔ جیو جنگل کے میوے کھاکر اور چشموں کا پانی پیکر اور رہو اس دنیا سے دور جو انسان سے آباد ہے اور نمونہ ہے دوزخ کا!"

اتنا کہہ کر جگی کے دل میں کوئی پھانس کھٹک جاتی تیور بگڑ جاتے آنکھیں سرخ ہو جاتیں بال کھڑے ہو جاتے۔ دانت پیسنے لگتا کبھی زنار پھینکتا اگرچہ چند ہی لمحہ بعد حالت تبدیل ہو جاتی بھاگتا اور چیختا ہوا لپکتا دونوں جانور ساتھ ہوتے قبر پر پہونچتا اور دور سے دونوں ہاتھ پھیلا کر روتا اور اسکی خاک آنکھوں سے ملتا اور لپٹ کر لیٹ جاتا۔

(۲)

دنیا اگر نام اس جیلخانہ کا ہے جہاں ہر طاقتور حق رکھتا ہے کہ کمزور کو غلام بنا کر اس کے تمام جائز مطالبات پامال کرنے اور اسکو ذلیل کرے، تو لعنت ہے اس دنیا پر اور ایسے طاقتور سینہ

والوں پر۔ اسلام کے اگر یہ معنی ہیں کہ عورت کی آزادی کا خاتمہ ہو اور وہ ان تمام حقوق سے محروم کر دی جائے جو فطرت نے اسکو عطا کیے تو اس مذہب کو میرا دور ہی سے سلام ہے ایک لاریب ماں اپنے بچہ کو خون جگر پلا کر بڑا کرتی ہے اسکی پرورش میں مصائب کا انبار سر پر اٹھاتی ہے لیکن وہ مجبور ہے اپنی ماتا سے۔ اسکا حقیقی احسان اگر ہے تو فطرت پر لیکن اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ ماں کی یہ محنت اور محبت بچہ کی ذات پر بھی کچھ حق پیدا کرتی ہے اور وہ یہ کہ جس طرح آج طاقتور ماں کمزور اور لاچار بچہ کو اسکی نشوونما میں مدد دے رہی ہے اور وہ پل اور بڑھ رہا ہے اسی طرح جب بچہ طاقتور اور ماں لاچار و مجبور ہو جائے تو وہ اسکی مدد کرے اور اسکی خدمات کا اعتراف و معاوضہ مگر کوئی قانون کوئی عقل کوئی مذہب ماں کو یہ اجازت نہیں دیتا کہ وہ اپنی خدمت کا یہ بدلا لے کہ بچہ کی آزادی سلب کر اس کے مستقبل کو تباہ اور اس کی زندگی کو برباد کر دے میں ماں کے پاس قدرت کی امانت تھی گود میں آئی پلنے پلانے کو گھر میں آئی رہنے سہنے کو ماں کے قدموں میں جنت کیا ماں مجسم جنت بھی لیکن یہ جنت جو مجھکو دوزخ بنا دے اعراف سے بھی بدتر ہے میری والدہ دختر ہے جنہوں نے میرے خلاف خود شہادت دی اور خود مرد اپنے ہمنوا پیش کیے جھوٹی اور مکار یہ حقیقت صرف اسقدر ہے کہ میں جہاں آرا ابھی ماں کے دودھ سے فارغ نہ ہوئی تھی کہ مسلمانوں کی وہ ذلیل اور ظالمانہ رسم ادا ہوئی جسکا نام منگنی ہے اور جسکا حرف حرف ثابت کر رہا ہے کہ لڑکی اگر سسرال کی کنیز ہے تو میکے کی ماں شوہر کی فرمانبردار تو والدین کی محکوم ساس کے مظالم کی تختہ مشق تو ماں کے ارمان پورا کرنیکا ایک مشغلہ میری خالہ یعنی ماں کی حقیقی بہن نے اسوقت جب میری والدہ مجھکو لیکر پردیس جانے لگیں میرے بازو پر دھجی میں لپٹا ہوا ایک روپیہ باندھ دیا جو امام ضامن کا روپیہ کہلاتا ہے اور اسطرح گویا دونوں بہنوں میری ماں اور خالہ نے بغیر میری اور میرے باپ کی صلاح و مشورہ کے میرا نکاح بیری او داع ، میری شادی بیاہ سفاک سلیم سے کر دیا میں کہہ چکی ہوں کہ میں ابھی ماں کی گود میں تھی زندگی کے اس

مرحلہ کو سمجھنے کے قابل سے دماغ تو کیا میری زبان بھی اس پر رائے دینے کے لائق نہ نہ تھی یہ جو کچھ کہہ رہی ہوں صرف سنی سنائی کان میں پڑی ہے آنکھوں کو یاد نہیں کہ کیا ہوا کس طرح ہوا اور کب ہوا والد مرحوم کو اسکا علم ایک خوفناک نتیجہ کا پیش خیمہ تہا دو نو میاں بیوی میں اختلاف ہوا جسکا خاتمہ علیحدگی یعنی طلاق تہی اور میں نو سال کی عمر تک ماں کے پاس پرورش پاکر دسویں سال باپ کے سپرد کردی گئی جنہنے میرا نکاح ناظر سے کیا اور اپنی حویلی مجھکو دیدی میں اسوقت اس ڈیڑہ سال کے بچہ کی ماں ہوں میری خالہ کے انتقال کے بعد میری ملنے میرے خالو سے جو انسپکٹر پولیس ہے نکاح کیا اور اس نکاح کا نتیجہ یہ دعوےٰ ہے جس نے ہم دو نو میاں بیوی کے چمنستان حیات میں کانٹے بوئے اور ایک بیگناہ جوڑا ملزم و مجرم کی حیثیت سے آپکے روبرو کہڑا ہے۔ بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں اور انسان کانپ اٹھتا ہے اس خیال سے کہ محض ایک مکان کی خاطر دنیا ایک خوش میاں بیوی کو اس طرح برباد کر سکتی ہے ہم غریب ضرور ہیں مگر ہمارے ٹوٹے دالان اور پہٹے کپڑے ان قیمتی مسرتوں کے ڈھیر ہیں جنکا عشر عشیر بھی کوٹھیوں اور بنگلوں میں موجود نہیں کیسا اندھیر غضب اور ستم ہے کہ چند بے ایمان تین زندہ روحوں کے تاراج کرنے پر کمر بستہ ہیں اور ہمارا یہ پُر لطف وقت جو ہمارے بچے کے کھیلنے کھلانے میں صرف ہوتا اور ہم اس نعمت کو جو بچہ کی صورت میں ہمکو عطا ہوئی اس دولت کو جس کے ہم مالک ہیں اپنے کلیجہ سے لگا کر باغ باغ ہوتے اس طرح برباد ہو رہا ہے سلیم سے میرا نکاح ایک ایسا بہتان ہے جسکی سزا کا اندازہ نہیں ایک ایسا افترا ایک ایسا الزام جس کی تلافی اور خمیازہ قطعی ناممکن سلیم اس سے زیادہ کہ میرا خالہ زاد بہائی ہے اور کچھ نہیں۔ دنیا کی کوئی طاقت مجھکو ناظر سے چھٹا کر غیر کا نہیں بنا سکتی میں ناظر کی ہوں اور ناظر میرا ہے"۔

کچھ دیر خاموشی طاری رہنے کے بعد عدالت کا یہ فیصلہ صادر ہوا کہ جہاں آرا سلیم کی منکوحہ بیوی ہے اس لیے اس کے سپرد کی جاتی ہے اور ناظر کو پانچ سال کی سزائے سخت"۔

جہاں آرا کے برقعہ سے ایک مصنوعی قہقہہ بلند ہوا اسنے عدالت کی طرف دیکھا اور کہا اگر آپ کا قلب ایمان کی روشنی سے منور ہوتا اگر آپ کے دل میں صداقت کی ایک ذرہ جھلک ہوتی تو آپ اپنے فیصلہ سے پہلے تھرا اُٹھتے آپ کا قلم لرزتا آپ کے ہاتھ کانپتے آپ کا سر چکراتا اور آپکا دل تڑپ اُٹھتا کہ آپ فیصلہ کر رہے ہیں اس چیز کا جسکی قیمت دُنیا کا تاج شاہی اور آسمان کی خدائی بھی نہیں ہوسکتی اور یہ عورت کی عصمت ہے آپنے آنکھیں بند کرکے اپنے منہ سے الفاظ نکال دیئے مگر کیا آپ سمجھتے ہیں کہ آپ کی لغو و لچر طاقت میری عصمت پر حرف لاسکتی ہے میں تحفظ عصمت اور محبت شوہر میں ہر قربانی کے لیئے تیار ہوں"۔

اتنا کہہ کر جہاں آرا نے گود کے بچہ کو برقع سے باہر نکالا اور عدالت کے سامنے بھرے مجمع میں ایک آبدار چاقو بھونک کر قتل کیا اور مجوزہ کے سامنے پھینک کر کہا۔

کیا آپ سمجھتے کہ آج جبکہ ناظر میرا شوہر قیدی کی حیثیت سے جیل خانہ میں داخل ہوگا جہاں آرا دولہن بنکر سلیم کے مکان میں پہونچیگی؟

موت اس سے بدرجہا بہتر ہے کہ ایک لمحہ کے واسطے سلیم مجھکو بیوی کی حیثیت سے دیکھے پھوٹ جائیں وہ آنکھیں جو مجھپر اس نظر سے پڑیں اور مٹ جائے میری صورت اس سے قبل کہ سلیم کی ایسی نگاہ کا استقبال کرے"

(۳)

ساون کی ایک دوپہر کو جب آسمان پر ابر کی سیاہ چادر پھیلی ہوئی تھی ہوا کے ٹھنڈے جھونکے درختوں میں جان ڈال رہے تھے چڑیاں تھرک تھرک کر وجد کر رہی تھیں دریا کا پانی اُچھل اُچھلکر چھلانگیں مار رہا تھا آبشار اپنی راگنیوں میں مصروف تھے برہمپتر کا جوگی اپنی قبر پر ساتھ رکھے مگن تھا بکری ٹیڑھی گردن کیئے اُچھل رہی تھی اور خرگوش قلاچیں بھر رہا تھا جوگی اپنے اس اثاثہ کو خوش دیکھکر نہال نہال تھا وہ خوش تھا اس تخیل سے کہ دُور تک

انسان کی صورت نظر نہ آتی تھی اور وہ بلا شرکت غیرے اپنی اس ترورکا مالک تھا۔ ساون نے
ہواکی مضراب سے فضائے آسمانی کا تار چھیڑا۔ بادلوں نے راگنیاں الاپنی شروع کیں۔
جگی نے جھوم جھوم کر قبر کو بوسہ دیا بکری اور خرگوش کو پیار کیا اسکی تمام خوشی صرف اس ایک
کوشش میں مضمر تھی کہ اسکا واسطہ اب انسان سے نہ تھا اسکی خواہش تھی کہ انسان کی صورت نظر نہ
آئے آرزو تھی کہ اب یہ صورت نہ دیکھوں اور اپنی اس سلطنت پر جو ان تین چیزوں پر
ختم ہورہی ہے راج کرتا رہوں۔

وہ اٹھا دریا سے پانی بھر کر لایا کیا کے درختوں میں پانی ڈالا پھولوں کو سینچا خرگوش اور
بکری کو ساتھ لیکر ادھر اُدھر ٹہلنے لگا دفعتہً اسکی نظر اپنے ہی جیسے دو انسانوں پر پڑی جو وردیاں
پہنے ہوئے تھے جگی نے نفرت کی تیوری چڑھائی اور ایک طرف کو چلا کہ پہاڑ پر چڑھ جائے
مگر دونوں سپاہی قریب پہونچے اور جگی سے کہا:۔

"مہاراج! کوتوال صاحب کے بچہ کو مرگی کا دورہ ہے سرخ منہ کے چتکبرے خرگوش کا
خون اس کے لیے اکسیر ہے تمام شہر چھان مارا کہیں نہیں ملتا آپ یہ خرگوش دیدیجئے اور
جو قیمت ہو وہ لے لیجئے"

(۴۲)

"بیشک اپنے بچہ کی قاتل ہوں مگر مقتول کی موت پر مجھسے زیادہ آنسو گرانیوالا کوئی
نہیں اس درد کی کسک مجھسے زیادہ کس دلمیں ہوسکتی ہے یہ آپکا نمایشی قانون محض ایک ڈھکوسلا
ہے جیتے اپنے کلیجہ کے ٹکڑے کو میں نے اپنے یوسف کو جسکی مسکراہٹ میرا کنول ہرا کرتی تھی
جسکا ہنسنا میری زندگی کی جنت تھی جس کے بغیر اب دنیا اجاڑ اور زندگی پہاڑ ہے جسکی یاد
خون کے آنسو رلوا رہی ہے جسکا خیال دل کھرچ رہا ہے چپ چپاتے نہیں کھلے خزانے
بیسیوں نگاہوں کے سامنے قتل کیا میں کوئی شبہ نہیں ڈرتی ہوں جس نے ایک مہکتے ہوئے پھول
کو ہمیشہ کیواسطے مرجھا دیا ایک اٹھتی کونپل کو ان ہاتھوں نے مسلا اور اپنے لال کے اس جسم کو
جبیر جھپٹ جھپٹ کر قربان ہوتی تھی خون میں نہلایا میں قربان ہوجاؤں اس پیٹ پر جس میں چاقو

ہونگا اور سر پر رکھوں وہ صورت جو میں نے خاک میں ملادی مگر کیا آپ سمجھ سکتے ہیں کہ کیا ہوا اور کیوں ہوا
آپکے قانون کی متفقہ طاقت نے میری عصمت پر حملہ کیا چند بے ایمانوں کی اعانت کی اور مجھکو
میرے محبوب سے چھڑا کر اس شخص کی بیوی بنادیا جو آج بھی میرا بھائی ہے اور حشر میں بھی میرا بھائی رہیگا
تو میرا فرض تھا کہ میں اپنی عصمت کو محفوظ رکھنے کیواسطے ہر قربانی کو جائز سمجھوں بہت ممکن تھا کہ جب
چاقو نے یوسف کو قتل کیا وہ جہاں آرا کا خاتمہ کرتا لیکن میں اپنی زندگی کی مالک تھی اسکا مالک ناظر ہے
یوسف کی موت پر ہم دونو ملکر روئیں گے اور اپنے آنسوؤں سے اس داغ کو دھوئیں گے لیکن
پھر بعد ناظر اور یوسف دونوں کی زندگی ناممکن تھی ناظر تڑپ تڑپ کر مرتا اور اس کے بعد یوسف پھر کر
اب ہم دونو سیدھے راستہ پر ہیں اور موت کے سوا کوئی طاقت ہمارے تعلق میں خلل نہیں ڈال سکتی
اگر جیل خانہ گیا ان حالات میں جب ہم دونو ایک دوسرے کے شیدا ہیں قید ہمارے لیے اسواسطے کہ ہم
سچے ہیں راحت ہوگی اور اگر ناظر کو موت اور مجھکو پھانسی ہوئی تو ہماری زندگی مسلمان میاں
بیوی کیواسطے نمونہ ہوگی اور اگر دونوں میں سے ایک زندہ رہا تو دنیا دیکھے گی کہ پرستاران محبت
اور سچے میاں بیوی کس طرح ایک دوسرے کے نام کی پرستش کرتے ہیں +

میں نے قانون کی بہار اور آپ کا انصاف دیکھ لیا اور میری زندگی بتا رہی ہے کہ دور حاضرہ
کا انصاف طاقت ہے جس کے سامنے ایمان اور صداقت کوئی وقعت نہیں رکھتے"۔

جہاں آرا کی مصیبت سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے عدالت نے تین سال قید کا
حکم سنایا کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے عدالت سے کاغذ اور قلم دوات لیکر اپنی ماں کو پرچہ لکھا

"اماں جان! آپکی شہادت کا نتیجہ نکل آیا دو میاں بیوی جو آپسے الگ تھلگ اقلیم محبت میں
تاج شاہی کو ٹھکرا رہے تھے خلوص جن کے گھر کا غلام اور صداقت جنکے ہاتھ کی باندی بنی ہوئی تھی
جنکے سوکھے ٹکڑے اور روکھی چپاتی آپکے زردے پلاؤ سے ہزار درجہ بہتر تھی ایک دوسرے سے
جدا ہوگئے جس جہاں آرا کو آپنے ہاتھوں چھاؤں پالا اور آنکھوں کا اجالا سمجھا وہ آپکی گواہی پر
آج جیلخانہ پہونچ گئی جن ہاتھوں کو آپنے بارہا بوسے دئے وہ آج رسیاں بٹ اور چکیاں

پیس رہے ہیں میرا کلیجہ کا ٹکڑا آپ کی ناپاک کوشش کی بھینٹ چڑھا میرے تینوں رفیق بھی چھوٹ گئے آپ جیسی با عزت کی دشمن ہوئی ناظر جیسا رفیق قید میں اور یوسف جیسا بچہ خدا کے ہاں.........................
پہونچا مگر یاد رکھئے ناظر اور یوسف جیسے بیگناہوں کا خون رنگ لائیگا اور قیامت کے روز جب یوسف اپنے خون کا مواخذہ کرے گا اس کی چھینٹیں آپ کے جسم پر ہونگی جیلی جس نے آپ کو اس دعوے پر آمادہ کیا ان تمام مالکانہ حقوق کے ساتھ جو مجھکو حاصل ہیں بصد ادب پیش کرتی ہوں خدا آپ کو اور آپ کے بچوں کو نصیب کرے مگر میرا سیاہ چہرہ اب آپ کو دیکھنا نصیب نہ ہو +

خالو جان انسپکٹر پولیس. بھائی سلیم انکے صاحبزادے اور آپ انکی بیگم جمیلی کی ناچیز نذر کمزوروں کی طرف سے آپ کی طاقت کا خراج ہے دنیوی فیصلے آپنے دیکھ لیے کمزوروں نے اپنی نافرمانی کا مزہ چکھ لیا مگر یہ سب اور سارے فیصلے اور فیصلے کرنے والے فانی تھے حقیقی فیصلہ اور یوم الحق باقی ہے یہ وہ وقت ہوگا کہ مرحوم یوسف اپنے اباپ سمیت خدائے واحد کے حضور میں اپنے حقوق کا طالب ہوگا فانی مقدمہ کی تیاری خوب کی اور کامیابی ہوئی اب حقیقی مقدمہ کا انتظام کیجئے۔ اما جان اس وقت کو آیا اور اس فیصلے کو اٹل سمجھئے جسکا تین بیگناہ انتظار کر رہے ہیں۔"

جہاں آرا کی درخواست پر جج نے بطور گواہ کے اس خط پر دستخط کیے اور اور وہ جیل خانہ روانہ ہوگئی +

(۵)

"تم بھی اولاد رکھتے ہو بیٹے بھی ہیں بیٹیاں بھی ماںتا کے درد سے اچھی طرح باخبر ہو اور اس آگ کی تھوڑی بہت قدر جانتے ہو میں نے تمہارے واسطے وہ کیا جس کی مثال دنیا میں موجود نہیں آنکھوں کا تارا اور کلیجہ کا ٹکڑا جسکو سینت سینت کر نو مہینے پیٹ میں رکھا جسکو خون جگر پلایا اور ہاتھوں چھاؤں پالا ان ہاتھوں سے صرف تمہارے کارن اس طرح ذبح کیا کہ تڑاپ بھی نہ سکی۔ پیاری جہاں آرا میرے ہاتھوں جیل خانہ کی چکی پیس رہی ہے وہ روسیاہ ہوں جس نے ہما کی پیشانی پر کلنک کا ٹیکا لگایا میری آنکھیں جب کائنات کا مطالعہ کرتی ہیں اور میں دیکھتی ہوں کہ جہاں

بچوں کو چرانے کے لیے دور دراز کا سفر طے کرتی اور ان کے لیے دانہ دنکا ڈھونڈھ کر لاتی ہے۔ کتیا اپنے بچوں کو لیکر لیٹتی ہے اور دودھ پلاتی ہے تو میرا دل تڑپ اُٹھتا ہے اور میرا ایمان میری ہستی پر لعنت بھیجتا ہے میں نے جھوٹا حلف اُٹھایا اور غلط شہادت دی خدا گواہ ہے میرا کلیجہ کٹ گیا جس وقت میں نے گواہی ختم کی اور جہاں آرا کو دیکھا اس کی نظر میرے چہرہ پر تھی اس نے اپنے آنسو پونچھے اور پھر مجھے دیکھا اسکی حیرت بھری نظریں میرے چہرہ پر تھیں آنسو جاری تھے ہچکی بندھی ہوئی تھی اسکا معصوم چہرہ میرے سامنے اور بیگناہ نظریں کلیجہ کے پار تھیں۔ میں نے تم سے اسواسطے نکاح نہ کیا تھا کہ تم میرے ساتھ میری اولاد کے بھی مالک ہو جاتے۔ یا ایسی سنگین سزا دیتے کہ آسمان اور زمین اسکو دیکھ کر کانپ اُٹھیں۔ مکان کی کنجی یہ موجود ہے لو اور شوق سے اس کے مکان پر قبضہ کر لو مگر خدا را مجھکو بھی بتا دو اور دکھا دو کہ کس دل سے تم اس کے مکان میں داخل ہو گئے۔"

جہاں آرا کی ماں یہ کہہ کر اُٹھی اس نے اِدھر اُدھر دیکھا اس کی آنکھ سے آنسو جاری ہو گئے اس نے ایک ٹھنڈا سانس لیا اور بیہوش ہو کر گر پڑی۔

(۶)

عدالت عالیہ سے دونوں فیصلے منسوخ ہوئے ناظر جہاں آرا کا شوہر قرار دیا گیا اور جہاں آرا کا ارتکاب اشتعال یہ دونو فیصلے مختلف تاریخوں میں ہوئے پہلے ناظر رہا ہوا لیکن سات مہینہ کی قید نے اسے مردہ سے بدتر بنا دیا تھا جہاں آرا اور یوسف کے فراق میں روتے روتے اس کی آنکھیں جاتی رہیں گٹھیا نے دونو ٹانگیں بیکار کر دیں جیل خانہ کے سپاہی پکڑ کر باہر چھوڑ گئے دیر تک وہیں بیٹھا رہا دوپہر ہوئی اور بھوک لگی اور گھسٹتا گھسٹتا ایک طرف کو چلا یوسف کے قتل کا حال اسے معلوم تھا لیکن جہاں آرا کی قید کا علم نہ تھا اور سمجھتا تھا کہ وہ سلیم کے ہاں خوش ہے رہائی قید سے اور زندگی موت سے بدتر تھی چاہتا تھا کہ کسی کو صورت نہ دکھاؤں مگر اس کی حالت اور صورت ایسی قابل رحم تھی کہ راستہ چلنوں کا دیکھ کر دل کٹتا تھا انجان بھی ٹھٹک جاتے ایک اندھا اپاہج گوشت کا لوتھڑا چلنے پھرنے سے معذور بھٹی لنگوٹی باندھے گھٹنوں میں سر دئے اور منہ چھپائے خاموش بیٹھا تھا کہ کوئی نہ دیکھے اور نہ پہچانے مگر جب یوسف کی یاد تڑپا دیتی اور کسی کی

آہستہ سنائی دیتی تو سر اٹھاتا اور کہتا۔

"کوئی اللہ کا بندہ یوسف کی قبر پر پہنچا دے!"

اس کی حالت لمحہ بہ لمحہ ابتر ہو رہی تھی موسم سرد تھا اس پر پھٹے اور پھٹے کپڑے انہیں کھانے کو ٹکڑا نہیں دن سڑک پر اور رات درخت کے نیچے بسر کرتا دل اور دماغ دونوں بگڑ چکے تھے طبیعت کبھی درست ہوتی تو یوسف کا خیال آتا اور جہاں آرا کی یاد دیوانہ وار اس درد سے روتا اور کرب سے چیختا کہ سننے والے بیتاب ہو جاتے۔ یوسف کی موت کا زخم ایسا کاری تھا کہ کسی طرح نہ پنپ سکا اس پر جہاں آرا کی بیوفائی کا یقین اس زخم کے کچوکے موت کا مزہ چکھا رہے تھے آدھی رات کے وقت جب دنیا خواب غفلت میں ہوتی وہ بلبلا بلبلا کر روتا زمین سے سر پھوڑتا، سینے پر گھونسے مارتا، لوٹتا، تڑپتا، جہاں آرا، جہاں آرا کہہ کر چلاتا اور یوسف یوسف کے نعرے لگاتا ہوا آگے بڑھ جاتا۔

جہاں آرا چھوٹی تو ناظر کی تلاش میں مصروف ہوئی اس کی حالت سنی تو آنکھوں کے سامنے اندھیرا آگیا چاروں طرف ڈھونڈتی پھری لوگوں سے پوچھا مگر کچھ پتہ نہ چلا، ایک رات اسی طرح دیکھتی پھر رہی تھی دو بج چکے تھے اور سردی کی یہ شدت تھی کہ دانت سے دانت بج رہا تھا، ابر تلا کھڑا تھا اور ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی بادل اور بجلی زور شور سے کڑک اور چمک رہے تھے جہاں آرا ناظر کی تلاش میں سرگرداں تھی کہ اس نے یہ آواز سنی۔

"اندھا ہوں صورت نہیں دیکھ سکتا مگر موت سے پہلے ایک دفعہ آواز سنا دے جہاں آرا جہاں آرا!"

بادلوں کی بجلی فضا آسمانی میں چمکی اور محبت کی بجلی جہاں آرا کے دل پر گری زخمی دل اور ہانپتا ہانپتا پاؤں لیکر بیتابانہ دوڑی تو دیکھا کہ ناظر جاڑے کی سردی میں دبکا اس کے نام کی تسبیح پڑھ رہا ہے اور جہاں آرا جہاں آرا کہہ رہا ہے۔ بجلی نے چمک کر جہاں آرا کو ناظر کی صورت اور حالت دوبارہ دکھائی بے چین ہو کر ایک چیخ ماری اور "میرا ناظر" کہہ کر اس کے قدموں میں گری۔

ناظر جہاں آرا کی آواز سنتے ہی بے قابو ہو گیا اس کے قدموں میں آتے ہی قلب کی کیفیت اور بھی بگڑی وہ بیہوش پڑی تھی اور ان دونوں میاں بیوی کا مجموعہ جنگل

بیابان میں محبت کی ایک ایسی تصویر چمک رہی تھی جس کے ہر ذرہ پر کائنات قربان ہو
ناظر نے ٹٹول کر دیکھا کہ جس جسم پر مہین اور نازک لباس رہتا تھا وہ اسوقت گاڑھے
اور گزی میں لپٹا ہوا ہے سر کی لٹیں بندھی ہوئی ہیں پائیں زخمی ہیں اس کے قدموں پر
آنکھیں ملنا ساجہاں آسا ہوش میں آئی تو ناظر نے رو رو کر کہا۔
" ایک دفعہ یوسف کی قبر کو بوسہ دلوا دے"
موت سر پر کھیل رہی ہے ۔ یہ ارمان بھی پورا ہو جائے"۔

(۷)

"تجھکو معلوم نہیں کہ اس خرگوش کی ضرورت کس کے لیئے ہے کہ قوال صاحب کے
بچہ کے واسطے لال منہ کا پشاوری خرگوش کہیں بھی مل جاتا تو ہم تجھسے نہ لیتے تو بے قدر
باتیں بنا رہا ہے بہت ہوگا ایک آدہ روپیہ لے لیجو اس جانور کی جان بچہ کی جان
سے زیادہ نہیں ہے"۔

جگی کچھ سوچتا رہا اس نے خرگوش کو پیار کیا اپنے سینہ سے لگایا اور کہا۔
"تم اس لذت سے جو مجھکو اسوقت حاصل ہو رہی ہے نا آشنا ہو۔ تمہارے
ایک بچہ کی جان اس خرگوش کے مقابلہ میں قیمتی ہے لیکن میری نگاہ میں تمام دنیا بھی
اس کی قیمت نہیں ہو سکتی اگر قوال صاحب کے بچہ کی زندگی اسی کی موت پر
منحصر ہے تو تمکو یا تمہارے قوال صاحب کو کیا حق ہے کہ میرے بچہ کو مار کر اپنا
بچہ جلاؤ"۔

سپاہی۔ یہ فضول باتیں بکتا ہے ہم تجھکو کچھ انعام دلوا دینگے مفت
نہ لیں گے خوشی سے دیتا ہے تو دے ورنہ ہم زبردستی لیجائیں گے۔

جگی۔ اس خرگوش کے ساتھ میری جان لگی ہوئی ہے یہ مجھکو بچوں سے زیادہ
ہے اس کی موت میری موت ہوگی اگر ایک بچہ کی جان بچانے کے واسطے دو جانیں
ضایع کرنی جایز سمجھتے ہو تو تمہاری خوشی۔

سپاہی۔ خرگوش کو تو بچہ کہہ رہا ہے اس جیسے ہزاروں لاکھوں مارے مارے پھر
رہے ہیں پشاور میں روپیہ کے چار ملیں گے۔ کیوں خواہ مخواہ باتیں بناتا ہے۔

جگی۔ روپیہ کے چار نہیں ہزار ہی سہی مگر یہ میرا پیارا بچہ ہے تم اسکو جانور سمجھے ہو

کسی قیمت پر کہیں میسر نہیں آسکتا +

سپاہی۔ اچھا تو خرگوش اِدھر لا اور ہمارے ساتھ چل۔ کوتوالی میں فیصلہ ہوگا۔

جوگی۔ کوتوالی کتنی دور ہے ؟

سپاہی۔ ہوگی کوئی بائیس میل۔

جوگی۔ آخر یہ سزا مجھے کس جرم میں مل رہی ہے اور میں کیوں بھگتوں ؟

سپاہی۔ ہم تو نہیں کہتے کہ تو چل۔ تو اکڑ رہا ہے تو چل کوتوالی چلا چل۔ نہیں تو ہم خرگوش لیے جاتے ہیں۔

(۸)

جہاں آرا کی حالت زار اسکا اپنے دیوانہ بیمار شوہر کو چھوٹے سے ٹھیلہ پر لیکر پھرنا چشم مسلم کیواسطے درس عبرت تھا خدا کی وسیع زمین اسکا مکان تھی درخت اسکی چھت سڑکیں اسکا صحن اور جنگل اسکا توشہ دہ علی الصباح شوہر کا ٹھیلہ لیکر نکل جاتی اور پاس کھڑا کرکے دن بھر پتھر کوٹتی شام کو مزدوری لیکر بازار آتی دوا خریدتی دودھ لیتی اور دو دو نوسیاں بیوی اپنا پیٹ بھرتے۔ ناظر کی حالت روز بروز ابتر ہو رہی تھی وہ اکثر بیہوش پڑا رہتا ہشیار ہوتا تو جہاں آرا اور یوسف کے نعرے لگاتا۔ حکیم اور ڈاکٹر جواب دے چکے تھے مگر جہاں آرا اپنی کوشش میں کمی نہ کرتی۔ ناظر کی دیوانگی گو بہت کچھ ترقی کر رہی تھی مگر کبھی کبھی وہ بالکل تندرستوں کی سی باتیں کرتا جہاں آرا کے قدموں پر سر رکھتا اس کے آگے ہاتھ جوڑتا روتا اور کہتا:

"بیگم کو مارا، سونے کو پیتل، آدمی کو جانور، جہاں آرا کو لونڈی بنانے والا شوہر تیرے احسانات کا کیا معاوضہ کرے"!

یہ کہہ کر روتا چیختا بلبلاتا اور بیہوش ہو جاتا۔ ایک روز جبکہ آفتاب غروب ہو چکا تھا جہاں آرا اپنا ٹھیلہ لیے چلی جارہی تھی اُس نے دیکھا کہ ایک عظیم الشان پنڈال میں ہزاروں مسلمانوں کا مجمع ہے اور نکاح بیوگان پر کوئی مولوی صاحب وعظ فرما رہے ہیں۔

جہاں آرا اپنا ٹھیلہ لیکر آگے بڑھی اور جب وعظ ختم ہوا تو اجازت لے کر کہنے لگی:

"دنیا کا وہ مذہب جو فطرت انسانی کے خلاف احکام صادر کرے دین فطرت نہیں ہوسکتا میں مسلمان ہوں اور اگر میرا واسطہ آپ جیسے مسلمانوں سے نہ پڑتا تو شاید اس سے زیادہ

پکی مسلمان ہوتی جتنی آج ہوں۔ بعض معاملات میں میرا عقیدہ متزلزل کرنیوالے مسلمان
اور صرف مسلمان ہیں مسلمانوں کا یہ دعوےٰ ہے کہ ہمارے مذہب مقدس نے عورت کے
حقوق کی سب سے زیادہ حمایت کی اور دُنیا کے کسی مذہب نے عورت کو یہ حق نہیں دیا
حقیقتاً ہاتھی کے دانت ہیں کھانے کے اور دکھانے کے اور میری لاتعداد بہنیں جن کو
گھر کی ملکہ کا خطاب دیا گیا ہے جس طرح زندگی بسر کر رہی ہیں اور یہ شہزادیاں جسقدر لعتیاً
رکھتی ہیں۔ اور جیسی حکومت کرتی ہیں وہ میں بھی جانتی ہوں اور آپ حضرات بھی۔ اسوقت
بحث نکاح بیوگان کے متعلق تھی اور واعظ شیریں بیان نے اس سلسلہ میں حاضرین کے
سامنے جنت کے دروازے کھول دئے مگر اس مجمع میں جہاں کتنے اور بلی گھوڑے اور
گدھے تک تشریف فرما ہیں بدبخت عورت کو بھی اجازت ہوتی تو غالباً بہشت کے شوق
اور مغفرت کے ذوق میں ہر رانڈ آج ہی داخل حسنات ہو کر مستحق جنت ہو جاتی گویا
سکا صرف نکاح جنت کا وارث ہونے کے لئے کافی تھا باقی اعمال خواہ کچھ بھی ہوں میں بھی
ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ان احکام کے سامنے سر جھکانے کو تیار ہوں مگر بہ حیثیت
ایک انسان کے مجھے فاضل مقرر سے اس سوال کا حق حاصل ہے کہ کیا اس نے اس
حکم کو پیش کرنے سے پہلے سرشت انسانی اور فطرت نسوانی کے ہر پہلو پر غور کر لیا؟
وہ عورتیں جو چھوٹے چھوٹے بچوں کو لیکر بیوہ ہوئی ہیں کیا ان احکام میں شامل ہیں؟
اگر ہیں اور یقیناً ہیں تو کیا واعظ صاحب کی یہ توقع کہ دوبارہ کا مسلمان جو خدا کا
نام ہی کبھی نہیں لیتا، ایک عورت سے نکاح کرکے اس کے تین بچوں کی پرورش صرف اسلئے
کریگا کہ بعد الموت عذاب قبر سے محفوظ رہیگا۔ میں بصد ادب عرض کرتی ہوں کہ آج جبکہ
روحانیت فنا ہو رہی ہے وہ کوششیں جنکا خاتمہ جنت دوزخ پر ہو ہمارے واسطے زیادہ
مفید نہیں اسوقت ہمارے لیے ہماری قومی عزت دولت کا تقابل بہت کافی ہے میرے
اس خیال پر جو اعتراض ہو سکتا ہے میں اس سے بیخبر نہیں ہوں۔ خدا کا فیصلہ حالات
سے واسطہ نہیں رکھتا میں ایک خاص حد تک اسکو تسلیم کرلیتی ہوں۔ لیکن فیصلہ مسلمانوں
کے واسطے ہے اور مسلمان جس کسوٹی پر پرکھا جا سکتا ہے وہ موجود ہے کسیے اور
بتائیے کہ کروڑوں میں کتنے کندن کی طرح دمک رہے ہیں +

جب مسلمانوں کا وجود ہی نہیں تو حکم کی تعمیل کون کرے اور جب مسلمانوں کا اما



بگڑ چکا ہو مقرر کا کام سب سے پہلے یہ ہے کہ وہ حالات کو ملحوظ رکھے یہ حکم اُن لوگوں کے واسطے تھا جو یتیموں کی پرورش فرض سمجھتے تھے اور جنکا کوئی گھر یتیم سے خالی نہ تھا لیکن آج سے یتیم خانے باوجود اس کے کہ بعض یتیم اگر دولتمند نہیں تو فقیر بھی نہیں اور اپنی ذاتی ضروریات سے بیفکر ہیں مسلمانوں کی آنکھوں کے سامنے کس طرح دم توڑ رہے ہیں اور وہ یتیم جنکا ہر مسلمان وارث ہوتا ہر مسلمان عورت ما اور مرد باپ ہوتا الگ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ خود یتیموں سے پوچھو آپ حضرات فرما سکتے ہیں کہ عمر میں کتنے یتیموں کی خدمت کی اور کتنی مرتبہ اُن بے وارثوں کو اپنے کلیجہ سے لگایا کبھی فرصت ہو تو دوسری قوموں کے یتیموں کو دیکھئے اور پھر اپنے یتیموں پر نظر ڈالیے تو یہ سماں بہت کچھ بتائے گا +

میری رائے میں بیوہ کے نکاح سے قبل یہ انتظام نہایت ضروری ہے کہ اس کے معصوم بچوں کی مٹی پلید نہ ہو۔ میں اسی کا شکار ہوئی اور میرے ساتھ تین ایسی زندہ روحیں برباد ہوئیں جنکا اب کوئی علاج نہیں؟"

دفعتہً جہاں آرا کی نگاہ اپنے شوہر کے چہرہ پر پڑی تو اسکا دم واپسین تھا دوڑی اسکا سر اپنے ہاتھ میں لیا تو ناظر نے بیوی کے چہرہ کو حسرت سے دیکھا اور رخصت ہوا +

مسلمان اس کی تجہیز و تکفین کے واسطے آگے بڑھے اور تیار ہوئے کہ جہاں آرا سب کا شکریہ ادا کرتی ہوئی ٹھیلہ لیکر ایسی گئی کہ پھر کسی نے اس کی آواز سنی نہ صورت دیکھی +

(۹)

یہ مکار جوگی جو حضور کے سامنے کھڑا ہے چور اور بدمعاشوں کا سردار ہے شہر کی تمام وارداتیں اسی کے حکم سے ہوتی ہیں اس کی جھونپڑی کے آس پاس کی زمین میں ہزاروں چوریوں کا مال دفن ہے بڑے دار وغہ جی یہ کہہ کے اس کی جھونپڑی سے برآمد ہوئے۔ اسکی گرفتاری سے شہر میں امن ہو جائیگا اسقدر خرانٹ اور مکار کہ کسی طرح اقراری نہیں کرتا +

جوگی۔ ان دو تو سپاہیوں نے اس میرے پیارے خرگوش کو چھیننے کے

سینہ بھی لہو لہان کر دیا میں نے ان سے بہ منت کہا کہ میرا خرگوش تمہارے واسطے جانور ہے مگر میرے واسطے انسان سے زیادہ۔ لیکن انکے پتھر کے دل نہ پسیجے میں انسانی آبادی سے بہت دور ایک جنگل میں جہاں آدمی نہ آدم زاد اپنی زندگی کے دن پورے کر رہا ہوں یہ خرگوش میرا بچہ ہے جس کی وجہ سے میں چور اور ڈاکو بنایا جا رہا ہوں میں اس کے واسطے تیار ہوں کہ جیلخانہ بھیجا جاؤں اور وہاں سخت سے سخت مصیبت بھگتوں لیکن یہ ممکن نہیں کہ آپ کے بچہ پر اپنا بچہ قربان کر دوں۔ خرگوشوں کی دنیا میں کمی نہیں آپ حاکم وقت ہیں آپ کے اشارے میں سینکڑوں خرگوش جمع ہو سکتے ہیں مجھ پر رحم کیجے اور اس خرگوش کو معاف فرمایئے میرے جسم کا ہر حصہ زخمی ہے میرا بدن لہو لہان ہے۔ میرے دل میں درد ہے، میں کل صبح سے بھوکا ہوں ان سپاہیوں نے دنیا کا کوئی ظلم ایسا نہیں جو مجھ پر نہ توڑا ہو"

بالاخانہ سے ایک عورت نمودار ہوئی اور کہا کہ "سنگدل جگی تو واجب القتل ہے میرا بچہ درد میں تڑپ رہا ہے اور کوئی دم کا مہمان ہے مگر تجھکو رحم نہیں آتا" اتنا کہہ کر کوتوال بیگم نے حکم دیا کہ خرگوش اس کے ہاتھ سے چھین لو سپاہیوں نے تعمیل کی جگی خرگوش کو سینہ سے چمٹا کر بیٹھ گیا کوششیں بیکار ہوئیں خرگوش نہ ملا ادھر بچہ کو دورہ ہوا تو کوتوال بیگم ایک لکڑی لیکر آئی جگی کے سر پر ماری جگی چکرا کر گرا۔ سپاہیوں نے خرگوش پکڑا اور ذبح کیا مگر خرگوش کے ساتھ ہی جگی بھی ذبح ہو چکا تھا۔ پروازِ روح کے وقت جگی نے گردن کی طرف اشارہ کیا تو سپاہیوں نے گلے میں سے ایک تعویذ کھولا۔ کوتوال بیگم نے پڑھا تو لکھا تھا۔

"میں مرد نہیں اپنے پیارے شوہر ناظر کا نام جپنے والی جہاں آرا ہوں۔ مرد میرے جسم کو ہاتھ نہ لگا سکے۔ بکری اور خرگوش ناظر کی نشانی ہیں۔"

کوتوال بیگم جو جہاں آرا کی ماتمی پرچہ پڑھتے ہی بیہوش ہو کر گری۔ ہوش آیا تو گود کا بچہ بھی ختم ہو چکا تھا۔

راشد الخیری

صحت اور قوتِ ارادی

[محترمہ زہرا بیگم فیضی عصمت کے دورِ اول کی اُن مایہ ناز نامور لکھنے والی خواتین میں سے ہیں جنکی قابلیت کا اعتراف بارہا مرحوم مولانا شبلی۔ علامہ راشد الخیری اور مولوی ممتاز علی جیسے بزرگ کر چکے ہیں۔ بہت کم تعلیم یافتہ بیبیاں ہونگی جنہوں نے محترمہ موصوفہ کا نام نہ سُنا ہو۔ محترمہ زہرا فیضی کی تقریریں اور تحریریں ملک میں بہت کافی مقبولیت حاصل کر چکی ہیں۔ صحت جیسے نہایت ضروری موضوع پر اسقدر مفید اور قیمتی مضمون کے ساتھ محترمہ زہرہ فیضی کا بزم عصمت میں پھر تشریف لانا عصمت کے نئے سال کی نہایت ہی اچھی فال ہے۔ ایڈیٹر]

عرصہ دراز گذر گیا کہ میں مضمون نگاری چھوڑ چکی۔ انقلابِ زمانہ نے دل و دماغ کو اُلجھنوں میں ڈال رکھا ہے۔ اب بھی کوئی اُبھرنے والے سامان پیشِ نظر نہیں ہیں۔ یا مِل خوش کن صدائیں سُنائی نہیں دیتیں بلکہ جو دیکھا دل گھبرا گیا، جو سُنا دل مسوس کے رہ گئے، یہ حالت ہمارے ادبار یافتہ قوم کی ہے، وا حسرتا! کارپردازان عصمت نے اندنوں مضمون نگاری کی طرف پھر توجہ دلائی ہے کہ عصمتی بہنوں کے واسطے کوئی مُفید مضمون لکھوں عصمت میں اب بہنوں کی نئی محفل نامہ نگاری کرتی ہے۔ کچھ نئی پُرانی نامہ نگار نظر آتی ہیں۔ خداوند رحیم! انکی امنگوں کو اور بجا کہ اپنی قوم کی حالت سنوارنے میں سچائی اور خلوصِ نیت کے ساتھ قدم اُٹھائیں عصمتی بہنوں سے سنت اسلام ادا کرکے سب سے پہلے میں مفید طریقہ صحت کو برقرار رکھنے کی کوشش کرنے کی التجا کرونگی کیونکہ صحت سب سے بڑی نعمت ہے اور اسی سے انسان خوشی اور طمانیت سے زندگی گذار کے آپ اچھا رہ کر گھر بھر کو شاد و آباد کر سکتا ہے۔ اس مضمون میں میں جو کچھ لکھونگی وثوق کے ساتھ۔ اپنے اور اپنے متعلقین کے تجربوں کی بناپر سُنی سُنائی باتیں

نہیں کہ کسی نے لکھا کچھ پڑھنے والا سمجھا کچھ اور بیان کیا کچھ +

اس زمانہ میں کم و بیش آنکھوں کی حالت قابل افسوس ہے۔ اکثر لوگ عینک زدہ نظر آتے ہیں یہانتک کہ بچے اور جوان بھی مصنوعی مدد لینے کے لئے مجبور ہیں۔ یہی حالت دانتوں کی ہے پائریا کے مرض میں اکثر مُبتلا ہو جاتے ہیں جسکا نتیجہ یہ ہے کہ دانت اُکھڑوا کے مصنوعی مدد لینے کی ضرورت ہو جاتی ہے۔ حواس خمسہ میں سے قبل از وقت دو چیزیں یوں برباد ہو جائیں تو پھر زندگی کا کیا لطف ہا۔ دانتوں سے بھی زیادہ آنکھوں کی بربادی حسرت ناک ہے۔ کیونکہ اسکا نعم البدل مصنوعی طریقہ بینائی کو قایم نہیں رکھ سکتا ہو دانتوں کی طرح کسی حد تک کار آمد ہو سکتا ہے البتہ نمایش اچھی ہو جاتی ہے اور اپنے تئیں بُرا نہیں معلوم ہوتا۔

حفظ ما تقدم کا اگر خیال رکھا جائے تو ان تمام تکلیفوں میں تخفیف ہو سکتی ہے بلکہ میں یہانتک کہہ سکتی ہوں کہ انسان اپنی اندرونی قوت کو استعمال کرنے کی طاقت پیدا کرے تو امراض اس سے دُور بھاگیں گے۔ یعنے ارادہ دلی۔ ارادہ دلی اسقدر بڑی قوت ہے کہ جسکا بیان مجھسے ایک حد تک تحریری نہ ہو سکے گا البتہ زبانی سمجھا سکتی ہوں یہ قوت کامل توجہ سے پوری طرح زیر ہو سکتی ہے اس اندرونی طاقت پر قدیم زمانے میں خدا رسیدہ اور معرفت کے متلاشی اشخاص محض توجہ کی بدولت غالب آجاتے تھے اور اسی قوت کو نافہم لوگ کبھی کبھار اتفاق سے دیکھ لیتے تو طلسم یا سحر سمجھتے تھے یا سُن لیتے تھے تو حیرت سے انگلیاں دانتوں میں پکڑ لیتے تھے کہ فلاں فلاں شخص فوق الانسان ہے۔ ہم میں سے ہر بہن اس بے نظیر قوت کو بڑھا سکتی ہیں یا اپنی لاپروائی سے زائل کر کے بیکار کر دیتی ہیں۔ کیونکہ ہر انسان میں یہ قوت موجود ہے۔ صرف طریقہ استعمال سے ناآشنا ہیں۔ بیکار ہو جانا اسکے ملنے کا دستور العمل ہے اور اسی طریقہ میں دنیا گرفتار ہو رہی ہے۔ فی زمانہ ہر انسان دواخانہ بن کے معالجوں کے ہاتھوں میں اپنے کو سپرد کر دیتا ہے خواہ بیماری ہو یا شبہ

ہر حالت میں معالج بلوایا جاتا ہے ذرا سی چھینک آئی اور عزیزوں کے اور اپنے چھکے چھوٹ گئے ہائیں یہ کیا غضب ہوگیا! اور دم سے معالج حاضر ہوگیا۔ اور سب عزیز گھبرانے لگے اس بات سے بچے رہنا اسکا نام ارادہ دلی ہے۔ قدیم زمانے میں اکثر بچوں کو بزرگوں کی صحبت میں چھوڑ دیتے تھے اور انکے زیر سایہ پرورش پاتے تھے جب جاکر اُن بچوں میں عجیب وغریب قوتیں پیدا ہوتی تھیں۔ خوراک سوچ سمجھ کر اعتدال سے کھاتے تھے انکے قوئے مضبوط اور بیماریوں سے مُبرا رہتے تھے۔ اور اُس زمانہ میں عمر طبعی کو پہونچنا صحت کے ساتھ آسان تہا کیونکہ احتیاط کے ساتھ بسر ہوتی تھی اور یہ بات تسلیم شدہ ہی کر وہ آجکل کے لوگوں کی طرح عمر بھر ریچنے نہ رہتے تھے۔ اچھے تندرست ہٹے کٹے ہوتے تھے۔

اندرونی قوت کو بڑھانے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ ہمیشہ اپنے دل میں یہ خیال جمایا ہوا رکھیں اور اپنے آپ تنہائی میں کہیں کہ میں کبھی بیمار نہیں ہونگی۔ اور مجھے بیمار نہیں پڑنا بلکہ نہایت تندرستی سے تادم زیست بسر کرونگی۔ اسیطرح کھانے پینے بیٹھنے اُٹھنے چلنے پھرنے سونے کے لیئے یہ ہی ارادہ کریں اور ہر کام کے واسطے یہ عزم اپنے دل میں پورے دھیان کے ساتھ کریں۔ کبھی پست ہمت نہوں۔ ہر وقت اپنے کو آمادہ رکھیں۔ تو اندرونی قوت بڑھتی رہیگی اور اسکا فائدہ تہوڑے عرصہ میں جاکر معلوم ہوہی جائیگا۔ مثلاً اسفروادستوں کی کثرت، سر کا درد، جنکی شکایت اکثر رہا کرتی ہے۔ اسی قسم کی تکلیفیں اپنی دلی قوت سے فوراً برطرف ہوسکتی ہیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ پوری توجہ سے ان کے برطرف ہونے کی خواہش ہوتی رہے۔ ورنہ کبھی فایدہ نہوگا۔ تشخیص سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر بیماریاں ہاضمہ کی خرابی سے ہوتی ہیں اور جب آنتوں پر ہضم نہونیوالی ثقیل خوراک کا بوجھ پڑتا ہے تب جاکر امراض کی تکلیفیں پیدا ہوتی ہیں مسلسل یہ تکالیف اگر جاری رہتی ہیں تو تمام جسم کی حالت رفتہ رفتہ بدل جائیگی دوران خون میں کاوٹ ہوکر طبیعت کا حال ناگفتہ بہ ہوجائے گا۔ حالت صحت میں زیادہ ضروری بات

کہ اعتدال اور احتیاط برتی جائے۔ کمائیں مگر سمجھ سے نہ یہ کہ جو پسند آیا غیر معمولی حد تک کھا لیا اور بیمار ہو گئے۔ ہمیشہ تھوڑی سی بھوک باقی ہو تب جا کر کھانے سے ہاتھ کھینچ لیں بشکم سیر ہرگز نہ کھائیں۔ نہ دواؤں کے محتاج بنیں۔ جیسے جیسے بیماریاں لاحق ہوتی رہیں گی ویسے ویسے کمزوری اپنا تسلط کرے گی اس لیے اپنے ارادۂ دلی کو کام میں لیکر بیماریوں کو نزدیک نہ آنے دیں۔

آنتوں کو صاف ستھرا رکھنے سے جسمانی صحت کو بڑا فائدہ ملتا رہتا ہے۔ اور آنتوں کے صاف ستھرے رکھنے کی ترکیب یہ ہے کہ صبح سویرے ایک کٹورہ بھر کے پانی پئیں رات کو سوتے وقت بھی ایک کٹورہ پانی پئیں یہ دو وقت مقرر ہی ہیں۔ انکے علاوہ اور ۶ کٹورے دن بھر میں بے پیاس بھی پی لیں ہرج نہیں ہے تاکہ آنتیں اچھی طرح دُھل جائیں۔ اِس دُھل جانے سے آنتوں میں کھانا ہضم کرنے کی سہولت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور ہاضمہ میں خرابی پیدا ہونے سے رکتی ہے۔ پانی کی خوبیاں اسقدر اعلیٰ درجہ کی ہیں کہ سبحان اللہ۔ اگر کسی وقت انسان کو بھوک لگے تب بجائے کھانے کے ایک کٹورہ پانی پی لے تو بہت ہی مُفید ثابت ہو گا۔ پانی میں ایسے اجزاء موجود ہیں جو انسان کو بجائے خوراک کے تقویت دے سکتے ہیں۔

پانی کو گرم کر کے ٹھنڈا ہونے کے بعد پینا یہ تو عام طور سے سب جانتے ہیں اور اسکا استعمال زیادہ مفید سمجھتے ہیں۔ لیکن میں کچھ اور عرض کروں گی پانی کو نل سے نہایت صاف ستھرے برتن میں بھر کے اتنا جوش کریں کہ خوب گرم ہو کے کھولنے لگے جب خوب کھول جائے رات بھر اسی برتن میں ٹھنڈا ہونے دیں۔ صبح سویرے مٹی کی ٹھلیا یا مٹکی کو اندر سے رگڑ رگڑ کے دھو لیں تاکہ پانی کی چکناہٹ پوری طرح نکل جائے۔ اس کے بعد ایک گھنٹہ مٹکی کو دھوپ میں رکھیں۔ اس کے

بعد پانی چھاننے کی موٹی صاف سے مٹکی کے منہ کو باندھ کر رکھیں۔ اور طیار کیئے ہوئے پانی کو صاف برتن میں نکال کے ڈونگے سے پچاس دفعہ اونچا اوچھال اوچھال کے رکھیں اس کے بعد برتن والا پانی منڈھی ہوئی صافی سے مٹکی میں چھان لیں اور احتیاط سے ڈھانک کے رکھیں۔ پانی جب گرم کیا جاتا ہے تو جراثیم سب مر جاتے ہیں اس لیئے کوئی وبائی بیماری نہیں ہوتی مگر ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ہوتا ہے کہ مفید اجزا بھی مفقود ہو جاتے ہیں۔ گویا پانی بے جان ہو جاتا ہے۔ ڈونگا اُچھالنے اور پانی اچھالنے سے پھر پانی تازہ اور جاندار بن جاتا ہے اور مفید اجزا کو ابھرنے کا موقع ملتا ہے۔ اس طرح طیار کیا ہوا پانی ہر کسی کے پینے میں ضرور مفید ثابت ہوگا۔ صراحی کو چار دن یا ۸ دن استعمال کر کے دھوپ میں اُلٹا کھڑا کر دینا چاہیئے اور نئی صراحی استعمال کرنا زیادہ صحت افزا ہوگا۔ کیونکہ صراحی کا گلا تنگ ہوتا ہے ہاتھ ڈال کر خوب رگڑ نہیں سکتے اسلیئے دھوپ میں ۸ روز پڑے رہنے سے صاف ستھری ہو جاتی ہے اس کے بعد استعمال کریں اور دوسری صراحی کو دھوپ میں پڑے رہنے دیں۔ مٹکی کو بھی بدلتے رہیں تو بہت زیادہ بہتر ہوگا۔ مگر گاہے گاہے۔ ہمیشہ بدلنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس میں کائی جم نہیں سکتی۔ ہاضمہ سے آنکھوں کو بڑا تعلق ہے۔ ہاضمہ کی کمزوری کے ساتھ آنکھیں ضرور کمزور ہو جاتی ہیں۔ معمولی طور سے خیال نہیں آتا نہ اسکی طرف کوئی توجہ کرتا ہے۔ بلکہ آنکھوں کا غیر ضروری علاج کیا جاتا ہے اور سب سے اول عینک لاحق کر کے ہمیشہ کے لیئے آنکھوں کو کمزور بنا یا جاتا ہے۔ کیونکہ جب عینک لگانے کیلئے مجبور ہو جاتے ہیں تو روز بروز آنکھیں بھی مجبور اور مجبور تر ہوتی ہی جاتی ہیں یعنے عینک دوسری شے کی طرح زندگی بھر چمٹ جاتی ہے۔ اور خوبی یہ ہے کہ چند مہینے گذرے آنکھیں اور کمزور ہوئیں عینک بدلنی فرضی ہوئی یہی دور دورہ وبال جان ہو کر رہتا ہے۔ اسلیئے ہاضمہ کا خیال بڑے غور سے رکھیں اور دو تین سہل تدبیریں جو ممکن العمل ہیں کرتے رہیں عینک سے انشاء اللہ تو ہمیشہ کے لیئے یا بہت بڑی عمر تک بچی رہینگی ۔ زہرہ بیگم فیضی (بمبئی)

فلسفہ مسرّت

خوشی ایک ایسی نعمت ہے جس سے انسان کو زندگی کا لطف حاصل ہوتا ہے اور یہ نعمت ہر شخص کے دل میں موجود ہے کسی کے کم کسی کے زیادہ مگر کوئی دل اس سے خالی نہیں ہو سکتا۔ اور ہر شخص کو چاہیئے کہ اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرے۔

قدرت چاہے دنیا بھر کی دولت و ثروت۔ طول حیات بخشدے لیکن کسی کو خوشی عطا نہیں کرسکتی۔ خوشی حاصل کرنا ہر شخص کا اپنا کام ہے۔ جس شخص کو دنیا میں کامیابی حاصل ہوتی ہے اُسے فکر اور پریشانیاں بھی بہت ہوتی ہیں۔ جو شخص تحصیل خوشی کے اُصول سے بے بہرا ہے دُنیا بھر کی دولت اور تاج سلطنت اور گوناگوں تفریحات اور دلچسپیاں اُسے خوش نہیں کرسکتیں۔ خوشی کا دار و مدار زیادہ تر اس بات پر ہے کہ خیالات پر قادر ہو اور انھیں ٹھیک راہ پر لگائے۔ تکلیف دہ امور سے بچے اور دل خوش کن خیالات کی یاد سے جی بہلایا جائے۔ مشہور فلسفی شوشیار کا قول ہے کہ کوئی تو یہ خیال کرتا ہے کہ دنیا غیر آباد جگہ ہے جہاں غم کے سوائے کچھ نہیں اور چاروں طرف ظاہرداری نظر آتی ہے دوسرے کے خیال میں دنیا ایک زرخیز مقام ہے جہاں دلگی کا سامان موجود ہے اور حقیقت سے بحث ہوتی ہے۔" جس طرح رباب کا بجانا مشق سے آتا ہے اسی طرح خوشی کے حاصل کرنے کے لیے بھی مشق درکار ہے اگر درست راستہ اختیار کیا جائے تو خوشی حاصل ہوسکتی ہے۔ افسوس اسکا ہے کہ ہم مسلمان مرد ہوں یا عورت خوشی سے بہت دور ہیں ذرا ذراسی بات کا اسقدر رنج کرتے ہیں کہ گویا دنیا اُلٹ گئی مرد تو باہر چل پھر کر اپنا دل تفریح و دلگی کے سامان سے بہلا سکتے ہیں مگر وائے برحال ما کہ چار دیواری کے اندر زندگی گذرتی ہیں

اگر خوش قسمتی سے چار بیبیاں ایک جگہ ہو گئیں تو ادہر کا گلہ اُدہر کا شکوہ نکال کر خوشی و مسرت پیدا کرنا تو درکنار اور رنج مول لیتی ہیں۔ جو عقلمند سمجھدار بیبیاں ہیں وہ اپنے فکر و رنج کو دُور کرنے کی تدابیر سوچتی ہیں۔ چاہے ان کا کتنا ہی نقصان ہو اس کی پروا نہیں کرتیں۔ رنج کرنے کی بجائے اس فکر کو دُور کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ فرض کرو ہمارا بچہ علیل ہے۔ اور ہم اس کی علالت کے سبب فکر و رنج و پریشانی میں اس قدر محو ہو گئے کہ اس کی نرسنگ و تیمارداری کا خیال تک نہ رہا۔ ڈاکٹر نے جو دوا دی وقت پر نہ پلائی۔ غذا وقت پر نہ دی رنج و فکر میں پریشان رہے جس کی وجہ سے بچے کی بیماری بہت بڑھ گئی اور وہ مرنے کے قریب ہو گیا بلکہ اسطرح سے ہزاروں بندگانِ خدا کا خون ہوتا ہے بے موت مرتے ہیں۔ ایسا نہ کرنا چاہیئے بلکہ فکر و رنج کو دُور کر کے اطمینان سے علاج کرنا چاہیئے رنج کو ہرگز قریب نہ آنے دو بڑی بات یہ ہے کہ زندگی کی راحتوں کا ایک سلسلہ بنانا چاہیئے خواہ وہ راحتیں کیسی ہی چھوٹی چھوٹی کیوں نہ ہوں۔ چیفرٹ کی رائے ہے جس دن کوئی خوشی ہنسی کی بات نہ ہو وہ بالکل رائیگاں سمجھنا چاہیئے۔ ہمکو چاہیئے ہر وقت خوشی کے پیدا کرنیکی کوشش کریں ایک خوشی ہزار بلاؤں کو ٹالتی ہے۔ عیسائی و پارسی عورتوں کو دیکھو جب انکے گھر مہمان آتا ہے تو اسکو دیکھکر خواہ مخواہ ہنس دیتی ہیں مہمان بی بی کو بھی ہنسنا ضروری ہوتا ہے کسی کو خوش طبعی سے ہنستے دیکھنا کیسا بھلا معلوم ہوتا ہے خندہ کا اثر ہر شخص پر کیسا فرحت بخش ہوتا ہے۔ خوشی جو ہمارے سینہ میں جوہر ہے اسپر چمک آتی ہے اور وہ مثل ایک ستارہ کے سینہ میں چمکتا ہے۔ اصل خوش مزاجی کا راز یہ ہے کہ برافروختہ کرنیوالے خیالات کو دل میں نہ آنے دو اگر غصہ آجائے تو بہت جلد اسکو دُور کر دو بعض آدمی ہمیشہ اپنی مصیبت و تکلیف کا رونا روتے ہیں یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم بڑی تکلیف میں ہیں یہ انکا خیال محض ہے اور بعض ایسے بھی خدا کے بندے ہیں کہ وہ ہر حالت میں خوش ہر جگہ انکو مسرت حاصل ہے۔ خوش طبعی سے اخلاق میں تقویت حاصل ہوتی ہے جس طرح سورج کی روشنی سے پھول کھل جاتے ہیں پھل پک جاتے ہیں اسیطرح خوش مزاجی سے جسمیں زندگی اور آزادی کا احساس مضمر ہے ہمارے اطوارِ حسنہ

سوتیلی ماں ایسی ہو

یہ ایک سچا واقعہ ہے۔ میں نے صرف نام بدل دئے ہیں۔ و۔ ا

نجمہ کا بچپن جس نازو نعمت اللہ لاڈ پیار میں گزرا اُسے دیکھکر ہر شخص کو اندیشہ تھا کہ سسرال میں یہ لڑکی غضب ڈھائیگی۔ خدا کی شان ہے جس وقت سے پیدا ہوئی کیا ددھیال کیا ننھیال سب اس کے دم کے پروانے تھے۔ دادا نے جس وقت پوتی کی پیدایش کی خبر سُنی کچھ افسردہ سے ہوگئے تھے لیکن صورت دیکھ کر سب کچھ بھول گئے اور جب سے بولنا آیا پھر تو نجمہ کے آگے ہزاروں اللہ آمین والے بھائی کی بھی کچھ قدر نہ رہی۔ عمر کے ساتھ ساتھ قوت تسخیر بڑھتی جاتی تھی چار برس کی عمر میں جب خالہ کی شادی میں پہنے اوڑھے ہر طرف باتیں بناتی پھر رہی تھیں تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ ایک تر و تازہ شگفتہ و شاداب گلاب کا پھول ہے جس کی خوشبو سب کے دلوں کا کنول کھلائے دیتی ہے یا چاند آسمان سے اُتر آیا ہے اور اس محفل کو اچھی طرح دیکھنے کے لیئے ایک پیاری پیاری بھولی بھالی بچی کی شکل اختیار کر رکھی ہے۔ سب کی نگاہیں اسی کی طرف جمی ہوئی تھیں اپنے پرائے سب کچھ دیکھ کر نہال ہو رہے تھے ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ گود میں لے پیار کرے مگر یہ انکی کسر شان تھی کہ جو بلائے اُس کے پاس چلی جائیں۔ کیا مجال جو پھر اُسے اپنی صورت بھی دکھائیں کسی نے پکارا اور وہ ایک تیکھی نظر ڈال کر وہاں سے غائب ہوئیں اگر کسی نے زبردستی لیلیا تو اُس کی ہزاروں فضیحتیں کر ڈالیں مگر ان باتوں سے باز کون آسکتا تھا بڑے بڑے تربیت کرنے والے جو کسی بچے کی بد تمیزی نہ دیکھ سکتے تھے اپنے اُصولوں کو بھول گئے تھے چھیڑتے اور باتیں سُنتے

تھے۔ وہ تیوریاں چڑھائے کھڑی بگڑ رہی ہیں اور سب ہنس رہے ہیں۔ گالیاں کوسنے جو بات تھی اس منہ سے بُری نہ معلوم ہوتی تھی۔ دادا دادی خدا کے ہاں جا چکے تھے باپ پردیس میں تھے اس لیے اس وقت ان کا دارالسلطنت نانا کا گھر تھا اور بوڑھے سے لیکر بچے تک سب انکی رعایا۔ نانا نانی کی آنکھ کا تارا تھیں مجال تھی کوئی اُن کے حکم سے سرتابی کرے ایک دفعہ خود ان کے حکم کو دیر ہو جائے تو ہو جائے مگر نجمہ بیگم کا کہنا ٹلے یہ ناممکن تھا کبھی کبھی ماں کو ضرور یہ خیال ہوتا تھا کہ لڑکی ناس ہوئی جاتی ہے مگر ماں باپ کے خلاف کیسے کچھ منہ سے نکال سکتی تھی ٭

غرض زمانہ یوں ہی گزرتا گیا اور نجمہ بیگم خدا کے فضل سے بڑی ہوئیں شادی بیاہ کی فکر ہوئی زبان اور مزاج کے شہرہ سے سب لوگ ڈر رہے تھے مگر صورت نے سب پر پردہ ڈال دیا اور بارہ برس کی عمر سے پیغاموں کی بوچھاڑ شروع ہوئی نانا کا تو انتقال ہو چکا تھا لیکن بڑے ماموں اپنی جان سے بڑھکر عزیز رکھتے تھے کوئی جگہ انکو پسند نہ آتی تھی اور یہی کہکر واپس کر دیتے تھے کہ "بھئی یہ لوگ نجمہ کی قدر نہ کر سکینگے اور اسکا مزاج بھی ایسا نہیں کہ وہ کسی کی سختی برداشت کر سکے!" آخر خدا کی قدرت جن خالہ کی شادی میں اُنکے تماشوں نے جان ڈالدی تھی وہ بچاری سوا برس کی بیاہی ایک آٹھ دن کا بچہ چھوڑ کر انتقال کر گئی تھیں جب سے انکے میاں یونہیں بیٹھے تھے اب ان لوگوں کو بھی یہ خیال ہوا کہ خالہ زاد بہن ہیں اور جب لڑکا ننھیال جاتا ہے سب لوگ آنکھیں بچھاتے ہیں۔ یہ رشتہ ہو جائے تو بہت اچھا ہو غرض پیغام دیا گیا اور خدا خدا کر کے منظور بھی ہو گیا لیکن عجیب بات تھی کہ اس سے اختلاف تھا تو خود ظہور حسن کو ماشاءاللہ گیارہ برس کا لڑکا وہ بھی ددھیال والوں کا کھلونا بنا ہوا تھا اُسے سوتیلی ماں کا تو کوئی ڈر نہ تھا خیال صرف یہ تھا کہ ابھی باجی سے دُنیا بھر کی باتیں ہوتی ہیں ہنسی مذاق ہوتا ہے وہ محبت بھی کرتی ہیں پھر وہ سوتیلی ماں ہو جائینگی انکا

ادب کرنا پڑے گا یہ صفائی اور محبت سب تشریف لیجائے گی۔ سوتیلی ماؤں کے قصے
سُن سُنکر اور کتابوں میں پڑھ پڑھکر سوتیلی ماں سے اُسے نفرت ہوگئی تھی خاصکر بہن کا
سوتیلی ماں بن جانا اُسے کسی طرح گوارا نہیں تھا جب ذکر ہوتا یہی کہتا کہ کہیں غیر جگہ ابا
کی شادی ہوجائے مگر باجی سے نہوا کھ پوچھا "ارے بھئی کیوں؟" اسکا صرف یہ جواب
تھا کہ "بس ہمارا جی نہیں چاہتا"۔
ادھر ننھیال والوں کو خود یہ کھٹکا تھا کہ بڑا نازک معاملہ ہے ادھر نواسی اُدھر نواسہ
اور وہ بھی مری ہوئی بیٹی کی نشانی۔ لڑکی کے مزاج کا یہ حال کہ کسی کو کچھ سمجھتی ہی نہیں یہ
بیل کیسے منڈھے چڑھیگی۔ نجمہ کی ماں بیچاری تو بالکل چپ تھیں ایک آدھ دفعہ دبی زبان
سے انکار بھی کیا کہ بھئی خدا رکھے ظہور کے۔ تو سب طرفدار ہو جائیں گے میری لڑکی اِدھر
بھی اور اُدھر بھی سب طرف سے بُری بن جائیگی مگر مشکل یہ آن کر پڑی تھی کہ نجمہ کی نانی خود
داماد کی طرفدار تھیں اور وہ بیٹی سے خفا ہوئی جاتی تھیں۔ خیر بہر حال کسی نہ کسی طرح شادی ہو ہی
گئی اور لوگ بیتابی سے نتیجے کا انتظار کرنے لگے لیکن خدا کے فضل سے شادی کو پانچ برس
ہوگئے اور نجمہ بیگم ماشاءاللہ تین بچوں کی ماں بھی ہوگئیں۔ انکی اور ظہور حسن کی کبھی لڑائی
سننے میں نہیں آئی۔ ظہور کی یہ حالت تھی کہ جہاں اسکول کے کام سے فرصت ہوئی
وہ باجی کے پاس پہونچے۔ وہی بہن بھائی کا محبت بھرا رشتہ قائم تھا وہی دلچسپیاں
تھیں وہی گپ شپ تھی۔ بعض دفعہ باتوں میں زیادہ دیر لگ جاتی تھی اور نیچے سے
پکارا جاتا تھا تو نجمہ بیگم گھبرا کر کہتی تھیں کہ "ارے بھئی جلدی جاؤ کہیں پھپی اماں خفا ہوں
کہ باتوں میں بیٹھے رہتے ہو پڑھتے نہیں"۔ اکثر ایسا ہوا کہ باپ نے کوئی کتاب لاکر رکھی
ظہور صاحب اُٹھا کر لیگئے۔ پڑھکر بے پروائی سے ڈال دی کہیں کچھ خراب ہوگئی باپ نے
دیکھکر پوچھا کہ "یہ کون ہماری کتابیں خراب کرتا ہے تم بڑی بے پروائی کرتی ہو"!
لیکن نجمہ بیگم نے یہ نہ بتایا کہ ظہور کی حرکت تھی۔ خیر اب وہ وقت آیا کہ ظہور کے

والد کا تبادلہ ہوا اور ظہور کو ددھیال والوں سے علیحدہ ہو کر ماں باپ کے ساتھ پردیس جانا پڑا۔ ظہور کی عمر اس وقت سولہ سترہ برس کی تھی لیکن پھپی سے علیحدہ ہونے کا پہلا ہی اتفاق تھا اور ظہور کو بھی کچھ پریشانی تھی کہ آج تک تو باجی سے بہت اچھی گزری مگر اب دیکھئے کیا ہوتا ہے۔ لیکن خدا نے اس معاملہ میں ظہور کی قسمت بہت اچھی بنائی تھی وہاں جا کر بھی ان لوگوں کے پرانے برتاؤ میں کوئی فرق نہ آیا۔ بہت دفعہ ایسا ہوا کہ ظہور کے والد کو کسی بات پر غصہ آیا مگر نجمہ بیگم نے کہہ سُن کر "لڑکے ہیں آجکل کون سے لڑکے بڑے سیدھے ہوتے ہیں وہ تو غنیمت ہے خدا کا شکر ہے ایسے کچھ بہت شریر بھی نہیں" ان کا غصہ ٹھنڈا کر دیا نجمہ بیگم کے اس برتاؤ نے میکے سُسرال سب جگہ ایک حیرت انگیز مسرّت طاری کر دی تھی سب یہی کہتے تھے کہ "بھلا اس لڑکی سے کب یہ اُمید تھی کہ لڑکے کے ساتھ ایسا اچھا طریقہ رکھے گی۔ ماشاء اللہ بڑی بڑی عقلمندوں اور سمجھداروں سے بازی لے گئی۔"

ایک دفعہ نجمہ بیگم نے اپنے کسی عزیز کو خط لکھتے ہوئے اپنے خیالات کا کچھ اظہار کیا تھا جن کو پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ اگر انسان اپنی قوتِ ایمانی سے کام لے تو پھر اُسے اور کسی رہنما کی ضرورت نہیں وہ لکھتی ہیں:۔

> تیرے دل کا حال خدا کو معلوم ہے میں نے آج تک کبھی اچھے بننے کی کوشش نہیں کی میں جانتی ہوں کہ سوتیلی ماں کچھ ہی کرے کبھی بدنامی کے سوا نیک نامی نہیں پا سکتی۔ میں نے جو برتاؤ ظہور کے ساتھ رکھا وہ محض اپنے ایمان کی بنا پر رکھا۔ نہ کسی کے ڈر سے۔ میں اُن سے کُھلی ملی رہی نہ لالچ سے۔ میں نے ہمیشہ یہ خیال کیا کہ جس باپ کی اولاد حسین و نجمہ بیگم کا اپنا لڑکا) ہے اُسی کی اولاد وہ ہیں پھر آخر کیا وجہ کہ اُنکے

ساتھ کوئی بے انصافی روا رکھی جائے۔ بعض دفعہ میں نے اُن کے والد سے لڑائیاں سَر کی ہیں ان کی طرفداری میں۔ مجھے ان سے اس کے معاوضے کی کوئی خواہش نہیں بلکہ اپنی اولاد سے بھی میں یہ غرض نہیں رکھتی کہ وہ میرے بڑھاپے میں کام آئیں گے ہماری خدمت کرینگے۔

جو لوگ ایسی باتیں کرتے ہیں مجھے اُن پر ہنسی آتی ہے کہ اولاد کیا ان کا کاروبار ہے کہ اس سے نفع کی اُمید رکھتے ہیں۔ کوئی یہ تو پوچھے کہ آپ نے اپنے والدین سے کیا کیا جو اپنی اولاد سے اُمید رکھتے ہیں!"

اسی طرح ایک کامیابی کے موقع پر ظہور کو مبارکباد کے خط میں لکھتی ہیں:-

"اس وقت تمہارا خط پاکر جو مسرت ہوئی بیان نہیں کرسکتی خدا مبارک کیے میری سب سے بڑی تمنا یہی ہے کہ تم لوگ اعلیٰ سے اعلیٰ ڈگریاں حاصل کرو اور اونچے مرتبے پر پہونچو بس مجھے یہی دیکھکر خوشی ہوگی۔ خدا کا لاکھہ لاکھہ شکر ہے جس نے تمہاری طرف سے یہ خوشخبری سُنائی!"

اللہ اللہ! کیا پاکیزہ خیالات ہیں! کیا حسنِ عمل ہے؟۔ ماشاء اللہ چشم بد دور۔ بس اب میں اسے ختم کرتی ہوں کہیں کوئی ہماری نجمہ اور اُن کے سوتیلے بیٹے ظہور کے محبت بھرے برتاؤ کو نظر نہ لگا دے۔ مگر ابھی ایک بات باقی ہے میں دُعا مانگتی ہوں آپ سب آمین کہئے "الٰہی اگر تو کسی بچے کو بے ماں کا کیجو تو اُسے ایسی ہی سوتیلی ماں عطا کیجو۔ آمین۔ ثم آمین"۔

نانی عشو

ایک نہایت پُر لطف قصہ

نانی عشو کا نام اُن کے اپنے ہی شہر میں نہیں دُور دُور مشہور تھا انکے تعویذ گنڈے، انکی دعا درود، انکی جھاڑ پھونک کا اتنا شہرہ تھا کہ صبح سے دوپہر تک انکے گھر پر مردوں اور عورتوں کا تانتا لگا رہتا تھا۔ نیکبخت نے نماز تو عمر بھر شاید ایک وقت کی بھی نہ پڑھی ہوگی مگر جمعہ کو وعظ کے طور پر کچھ نصیحتیں ضرور کرتی تھی۔ عورتوں کا خاصا مجمع ہوتا تھا کوئی بچوں کی دکھیا ہوتی تھی کوئی شوہر کی ماری ہوئی غرض وہ انکو بیوقوف بنا کر اپنا اُلّو خوب سیدھا کرتی تھی۔

بی عشو کی عمر ساٹھ برس سے کم نہ تھی مگر سُرخ لباس انکا جزو بدن تھا۔ مسّی کی دھڑی۔ پاؤں کا لاکھا پُورا پور مہندی۔ الغاروں تیل اور دنبالہ دار کاجل انکا ایمان اس پر چھانجن اور پازیب کی جھنکار انکی رفتار کا ڈھنڈورہ، پڑھنے لکھنے کو تو شاید اس کی سات پشت میں بھی کسی نے الف کے نام بے نہ سُنی ہوگی مگر عشو اپنا رعب بٹھانے کو اللہ کا الف حلق سے نکالکر علیٰحدہ کر دیتی تھی۔ ایک جمعہ کو جب عورتیں جمع ہوگئیں اور عشو وعظ کہنے کو تیار ہوئیں تو بجائے "محترم بیبیوں" یا "عزیز بہنوں کے" فرمانے لگیں۔

"سُنو چڑیلو! میں ہمیشہ قرآنی بات کہا کرتی ہوں۔ ورے پرے کا تو ذکر ہی نہیں کرتی۔ جس طرح شادی غمی کے موقعوں پر ہم اپنی بڑی بوڑھیوں کو دیگوں پر بٹھا دیتے ہیں کہ وہ کھانے کا انتظام کریں اسی طرح اللہ پاک قیامت کے دن جنت دوزخ کا انتظام نیکوں کے سپرد کر دیگا ایک آدمی بیچارہ اللہ اتنی بڑی دنیا کا حساب کتاب اکیلا کیونکر کر سکتا ہے وہاں کا سارا کام کاج ہم ہی لوگ کرینگے۔ گیارہویں والے دادا ہونگے، اجمیری بڑے ابا ہونگے، دلّی والے نانا ہونگے، خالہ رابعہ ہونگی میں ہونگی۔ ہم ہی سب مل جلکر تیا پانچا کر دینگے۔ مگر تم جیتی خدا رینگی ایسی آنکھیں پھوٹی ہیں کہ کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا تم سب کو معلوم ہے کہ اللہ پاک آم کے اتنے عاشق ہیں کہ آم کا سیپا تک بنا دیا۔ لیکن تم نامرادیں روز آم کھاتی ہو بچوں کو کھلاتی ہو مگر میرے لئے ایک دن لانے نصیب نہ ہوئے کہ اللہ کو پہنچ جاتے۔ مُردیوں قبر میں جب پیٹ پھوٹیگا تو خون کی ایسی

نہریں بہنگی کر ابابیلیں تیر تلی تمنے سُنا تو ہوگا "طیرا ابابیل" پھر کیوں اللہ سے مغفرت ہوتی ہو"
نانی عشو کا فقرہ ختم ہوا ہی تھا کہ ایک عورت تانگہ لیے آئی اور کہا نانی ذرا میرے بچے کو چلکر دیکھ لو بخار جنبش نہیں کھاتا چار دن اور چار راتیں یوں ہی گذر گئیں۔ تانگہ لے آئی ہوں"

بی عشو بھلا کیا چوکتیں چھوٹتے ہی کہا، چلو مگر میں نے ابھی روٹی نہیں کھائی" اتنا کہہ وعظ چھوڑ، مجمع پر لعنت بھیج، تانگہ میں بیٹھ، یہ جا وہ جا۔

مریض کے ہاں پہونچیں تو گیارہ بارہ برس کا بچہ بخار میں تھا دونوں طرف نمونیا تھا آٹھ دن مگر حالت بہتر تھی۔ نبض سے تو بی عشو کے باپ کو بھی واسطہ نہ تھا ماتھے پر ہاتھ رکھا پیٹ پر رکھکر پر رکھا اور ذرا سا پاؤں کو بھی چھو کر کہنے لگیں بوا کیا علاج کر رہی ہو۔ ماں نے کہا ڈاکٹرنی میم روز آتی ہے اسی کی دوا پلا رہی ہوں۔ عشو مسکرائیں "اور کہا تم لوگوں کی عقل کو کیا ہوگیا بچے کے سر پر صاف امام بخش جھلک رہے ہیں بھلا ایسی میم کیا کریگی اتنا کہہ نیچے بیٹھیں اور گھر والی سے کہا میں کھانا کھا کے ابھی اُتار دیتی ہوں گھبراؤ نہیں کھانا میں پرہیزی کھاتی ہوں کیا تیار ہے؟"

بیچاری کی جان پر بنی ہوئی تھی کہنے لگی ہمارے مُنہ میں تو پرسوں سے دانہ نہیں گیا بازار سے روٹی اور کباب منگوائے ہیں۔ عشو مسکرائیں اور فرمایا میں تو بازار کا کھانا نہیں کھاتی تم جلدی سے ایک چار پراٹھے ڈال لو شیر کباب کھا لونگی ذرا گھبار لینا ہاں مٹھاس ضرور ہو ایک پاؤ سیر ربڑی منگالو میں تو امام بخش کو بھی ساتھ بٹھا لیتی مگر وہ بے خربوزوں کے ٹلا نہیں تو رستے اگر خربوزے آجائیں تو اچھا۔ اور ہاں ایک چھ بڑھیاں ضرور منگوالو" قصہ کوتاہ نانی عشو نے خربوزے اور ربڑی پراٹھے اور کباب خوب ڈٹ کر کھائے اور بڑھیاں لے کوٹھڑی میں جا پلنگ پر لیٹ جو سنائیں تو پانچ بجے کی خبر لائیں اب جو باہر نکلیں تو اسطرح کہ تین بڑھیاں ایک بغل میں تین ایک میں۔ ادھر وہ باہر آئیں اُدھر لیڈی ڈاکٹر اندر داخل ہوئی وہ جو دیکھتی ہے تو ایک بڑھیا سفید بگلا سر لال انگارا لباس جھم جھم کرتی! بہت متحیر ہوئی کہ کیا بلا ہے مگر عشو خود ہی آگے بڑھیں اور کہا آیئے اسکا آگے بڑھنا تھا کہ عشو اسی ہیئت سے بڑھیاں لیے گلے ملنے چلیں۔ لیڈی ڈاکٹر حیران ہے کہ عشو ہنستی ہوئی سلام کر لپٹ ہی گئیں بیچاری ڈاکٹرنی پاگل سمجھ کر بچی مگر عشو کیا چھوڑتیں ہاتھ آگے بڑھایا تو ایک بغل کی بڑھیاں دھڑ سے نیچے۔ مس صاحب آگے بڑھیں اور عشو پیچھے ہٹیں خربوزہ کے چھلکے پڑے تھے۔ پاؤں جو رپٹا تو چاروں خانہ چت گر گرتے ہی مس صاحبہ کا سایہ پکڑا اور وہ بھی دُن سے نیچے برابر میں طلے کا

بنجرا تہا اسکی تیلیاں ڈربیں مس صاحبہ کا ہاتہ اسمیں گہسا طوطے نے بہاہی آئی ٹیں کرکے بگٹ بہاگا تو مس صاحبہ کی بہتی اڑادی۔ دس بارہ منٹ یہ ایسی دگی رہی کہ مریض بہی ہنس پڑا مس صاحبہ کو معلوم ہوا کہ یہ نانی عشو ہیں تو بہت خوش ہوئیں اور کہا آپ کی تعریف مدت سے سن رہی ہوں آج ملاقات ہوگئی۔ بی عشو بہت خوش ہوئیں اور فرمانے لگیں۔ حضرت میم صاحب یہ لڑکا بیمار نہیں ہے آسیب کا سایہ ہے جنوں کے چار بادشاہ ہیں ایک چین میں رہتا ہے ایک اچین میں ایک جاپان میں ایک رُوم میں تین کو میں نے پکڑ لیا اس بدبختی میں بند ہیں ایک رہ گیا ہے اس کی تلاش میں ہی ہزاد گیا ہوا ہے وہ آیا اور یہ بخار اُترا ؛

ڈاکٹرنی - اول رائٹ عشو کیا کہا ؟

گھر والی - کہتی ہیں - ال لیٹ -

عشو - میم صاحب بیوی یہ ال لیٹ بل لیٹ تو میں جانتی نہیں بچہ کو دوا پلاؤ -

لیڈی ڈاکٹر - ویری ول -

عشو - مل کا کیا کروگی ؟ سیدھی طرح بات کرو یہ بال لیٹ اور مل کیسی ؟

ڈاکٹرنی - کیا یہ ممکن ہے کہ آج شام کو آپ میرے ساتھ کہانا کہائیں -

عشو - کوج میری تو جوتی بہی نہ کہائے تم تو بدجا ذور کہاتی ہو ۔

ڈاکٹرنی - کل ہمارے ہاں جلسہ ہے بہت سی مسلمان بیگمات تشریف لائینگی آپ بہی آیئے

عشو - بیوی مُنہ سنبہال کے بات کرو جلسہ میں شریف عورتیں آتی ہیں؟ میں کیوں آنے لگی -

ڈاکٹرنی - مجھے آپ کے خیالات بہت پُرلطف معلوم ہوتے ہیں آپ شوق سے جو چاہیں فرمایئے -

عشو - مجھے بہی تمہاری باتوں میں مزہ آرہا ہے اور جو مزاج چاہے کہو -

ڈاکٹرنی - آپ کا لباس اور آپ کی صورت دیکھ کر میرا دل گدگدا رہا ہے - چاہتی ہوں کہ تصویر لوں -

عشو - آپکے کترے ہوئے بال اور منڈی ہوئی گُدی دیکھ کر میری ہتیلی بہی کہجا رہی ہے اور جی چاہتا ہے سر منڈائی کا چانٹا اُڑا دوں ؛

راشد الخیری

نانی عشو کی تصویر اور باقی حالات آئندہ پرچے میں شایع ہونگے ؛

ایڈیٹر

فطرتِ پروانہ

فضائے شب جب اپنا دامن کرۂ ارض پر بچھاتی ہے، نسیم کے خوشگوار جھونکے عالمِ خاموشی میں اپنا کام شروع کر دیتے ہیں، ہر ایک ذی روح پر غفلت سی طاری ہونے لگتی ہے، اس غنودگی کا اثر چند لطیف لمحات میں تبدیل ہو کر کائناتِ عالم کو محوِ خواب کر دیتا ہے۔ ایک پر سکون خاموشی فضائے عالم پر پرتو ڈال دیتی ہے۔ حضرتِ انسان بھی دن بھر کی کوفتوں اور مشقتوں سے فراغت حاصل کر کے نیند کے گہوارے میں آجاتے ہیں۔ اسوقت مریض، مجبور۔ فلک زدہ۔ غم نصیب۔ راحت اور مسرت کی گود میں پرورش پانے والے سب ایک ہی گہوارے میں آکر چند لمحوں کے لیے اپنے آپ کو بھول جاتے ہیں +

اس خاموشیِ شب میں عالمِ خواب کے پرندے پر تولتے رہتے ہیں۔ طاقتِ پرواز ساکت ہو جاتی ہے۔ نیند کا غلبہ پردوں پرستی کے عرق کی ضو باری کر دیتا ہے۔ عالمِ خواب کا صیاد اپنا دام کندھوں پر سنبھالے آنکھ کی خلوت میں پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ اور طلوعِ سحر کا انتظار کرتا ہے +

جب رات کے پرسکون لمحات بھی غفلت کی شاہرہ پر گذرتے گذرتے تھک جاتے ہیں۔ اور انکی بھی آنکھ لگ جاتی ہے۔ یہانتک کہ کسی کو خبر بھی نہیں رہتی کہ صبح کی روشنی کب اپنا چہرہ بے نقاب کریگی۔ تو اس عالمِ خاموشی میں نظامِ عالم کے ذرہ ذرہ کی پرسکون خاموشی میں ایک وفا شعار ہستی، ایک محبت کیش مخلوق، ایک چند لمحہ کا مہمان، اپنی ہستی کو فنا کر دینے کی کوشش میں بار بار شمعِ منور پر نثار ہونیکے لیے بڑھتا ہے۔ اور جوں جوں اسے قربان ہونے کی مہلت ملتی جاتی ہے اسکا شوق بڑھتا جاتا اور وارفتگی ترقی کرتی جاتی ہے۔ زاہدِ شب زندہ دار

کی متجسس نگاہیں اس حرمان نصیب فدائی کے چہرے پر پڑتی ہیں۔ اس کی حرکات کا ملاحظہ کرتی ہیں۔ پھر مارے خیز خجالت کے ساتھ جھک جاتی ہیں +

جب بہار کے تازہ شگوفوں کی نکہت لطیف ہوا کے جھونکوں کے ساتھ ہم آغوش ہو کر خواب آلودہ حیات تک جا پہنچتی ہے۔ تو یکایک اس شب چاک ہو جاتا ہے۔ اور مشرق کی تاریکی میں ایک دھندلا سا بادل نظر آتا ہے۔ پرندے نغمہ سرائی میں مصروف مسرت ہو جاتے ہیں۔ اور ایک سے دوسری شاخ پر آنکی پرواز کا سلسلہ ہو جاتا ہے جب محفل انجم منتشر ہو جاتی ہے۔ نسیم سحری کے جھونکوں سے غنچے شگفتہ ہونے لگتے ہیں اور عندلیب خوش نوا صبح کے آنے کا پیام دیتی ہے۔ تو شمع کی آب و تاب میں نمایاں تغیر ہونے لگتا ہے۔ سپیدی رخ منور پر چھا جاتی ہے اور وہ اپنے آخری لمحات زندگی کی ادائیگی میں مصروف ہو جاتی ہے۔

اس جگر خراش سمے میں وہ وفا شعار اپنے تئیں بھولکر اس میں لجانے کی کوشش میں اپنی ہستی کو فنا کر دیتا ہے مگر وفا کے دامن پر دھبا گوارا نہیں کرتا۔ یہاں تک کہ

صبح تک تو نے نہ چھوڑی وہ بھی آباد صبا　　رونق صد گونہ محفل تھی پروانے کی خاک

کا مصداق ہو جاتا ہے۔

اس وقت ایک غمگسار دل اور ہمدرد نگاہیں اس حرمان نصیب کی حرکات کا ملاحظہ کرتی ہیں۔ اور قطرات اشک آنکھوں سے ڈھلک جاتے ہیں +

اے دل! کبھی تو نے بھی پرندوں سے سبق پرواز لیا؟ کبھی تو نے بھی کیرڑوں سے جانثاری کا سبق حاصل کیا؟ کیا تو بھی کبھی کامیاب زندگی بسر کرے گا؟ کیا تو بھی فنا ہو کر بقائے دوام کا تاج حاصل کرے گا؟ دیکھ! خواہش کا صیاد تیری تاک میں ہے۔ اور آزادی کی فضا تجھے جگا رہی ہے! کاش تو بھی امتحان میں کامیاب ہو!!

کنیز محمد بیگم منشی فاضل

ہماری تعلیم کس زبان میں ہونی چاہیئے؟

پچھلے سال میں جھانسی سے لکھنؤ آ رہی تھی میری ہم سفر ایک امریکن خاتون اور ایک پارسی بی بی تھیں۔ آخرالذکر بمبئی کی رہنے والی اور زبان انگریزی سے بخوبی واقف تھیں۔ اُردو زبان بھی ٹوٹی پھوٹی بول لیتی تھیں۔ انہوں نے امریکن خاتون سے مجھ کو ملایا اور میرے اور امریکن خاتون کے درمیان وہ ترجمان بنیں۔ امریکن خاتون نے ہم لوگوں کے طرز معاشرت، پوشاک وغیرہ کے متعلق بہت طویل گفتگو کی۔ بات چیت کے درمیان میں میں نے افسوس کا اظہار کیا کہ میں انگریزی زبان میں اپنا مطلب ادا نہیں کر سکتی۔ امریکن خاتون نے بہت زور کے ساتھ کہا کہ "آپ لوگوں کو مطلق انگریزی زبان سیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کو اپنی مادری زبان میں دسترس ہونی چاہیئے"۔ مجھے امریکن خاتون کی یہ بات مطلق پسند نہ ہوئی کیونکہ اس وقت تک میرا خیال تھا کہ ہم لوگوں کو انگریزی زبان ضرور سیکھنی چاہیئے۔ چنانچہ اسی مسئلہ پر مجھے متعدد روشن خیال خواتین سے تبادلہ خیال کرنے کا اتفاق ہوا اور مجھے یقین ہو گیا کہ میرا پہلا خیال صحیح نہ تھا۔ اصل یوں ہے کہ جو وقت خواتین انگریزی زبان کے سیکھنے میں صرف کرتی ہیں وہ محض تضیع اوقات ہے بلکہ بعض موقعوں پر تو بجائے مفید ہونے کے مضر ثابت ہوا ہے۔ اس وقت تک جتنے مدارس مسلمان لڑکیوں کے واسطے ہیں ان میں ہزارہا روپیہ خواتین کو انگریزی زبان کے سکھلانے میں صرف کیا جاتا ہے لیکن یہ ایک بہت اہم سوال ہے کہ آیا انگریزی زبان کی تعلیم خواتین کے واسطے مفید ہو بھی ہو سکتی ہے اس جگہ اس سے بحث نہیں ہے کہ رسم پردہ کہاں تک مسلمان خواتین کے واسطے

ضروری ہے البتہ میں صرف اس قدر عرض کرونگی کہ ابھی مدت درکار ہے جب مسلمان خواتین بھی مردوں کے دوش بدوش کام کرنے کی جرأت کرینگی۔ ایسی صورت میں مسلمان لڑکیوں کی تعلیم کا معیار یہ ہونا چاہیئے کہ ان کو دلچسپ اور خوش انتظام بیوی اور ہوشیار مائیں بننے کے قابل بنایا جائے۔ ان کاموں کے واسطے بظاہر انگریزی تعلیم کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ لڑکیاں ان فرائض کے متعلق معلومات اپنی مادری زبان میں کافی حاصل کر سکتی ہیں۔ انگریزی زبان سیکھنے میں جو وقت ان کا ضائع ہوتا ہے اس کا صحیح مصرف یہی ہو سکتا ہے کہ اس وقت میں خواتین کو انتظام خانہ داری، حفظانِ صحت وغیرہ کے اصُول سکھائے جائیں۔ جو طریقہ اس وقت رائج ہے اور جس کے متعلق میں اپنے خیالات کا اظہار اکتوبر ۲۶ء کے پرچہ میں کر چکی ہوں ناخوشگوار اور غیر پسندیدہ نتائج ظاہر کرتا ہے۔ مجھے مس ذکیہ سلیمان (مصری خاتون) کا وہ جملہ کبھی نہ بھولے گا جو انہوں نے خواتین کے ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے لکھنؤ میں کہا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ "سمجھ کر ایک صفحہ کا پڑھنا بدرجہا بہتر ہے بلا سمجھے ہوئے پوری کتاب پڑھنے سے" جس عمر میں عموماً مسلمان لڑکیاں اسکولوں اور مدارس سے اُٹھالی جاتی ہیں وہ نہ تو ان کی انگریزی تعلیم کو اختتام تک پہونچاتی ہے اور بوجہ اس کے کہ انگریزی زبان کے سیکھنے میں بہت سا وقت صرف ہو جاتا ہے ان کو اُردو زبان سے بھی کافی واقفیت نہیں ہوتی۔ اس جگہ یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ زبان کا سیکھنا ایک دوسری بات ہے اور تحریر کے ذریعہ سے جن خیالات کا اظہار کیا گیا ہے ان پر عمل کرنا دوسری شے۔ موجودہ نصاب کچھ اس طور سے ترتیب دیا گیا ہے کہ جتنا وقت اسکولوں اور کالجوں میں لڑکیاں صرف کرتی ہیں وہ محض زبان سیکھنے میں صرف ہو جاتا ہے۔ ان کو

پڑھی ہوئی باتوں پر نہ تو غور کرنے کا موقع ملتا ہے اور نہ ان کو اس کی تعلیم ہی دی جا سکتی ہے۔ ایسی لڑکیاں جن کے والدین نے عام مسلمانوں کے رسم و رواج پردہ کے متعلق ترک کر دیئے ہیں اور جو زیادہ عمر تک اسکولوں اور کالجوں میں بھی بھیج سکتے ہیں وہ اگر انگریزی تعلیم دیں تو چنداں بیجا نہیں لیکن عام طور سے وقت انگریزی زبان کی تعلیم میں صرف کرنا لڑکیوں کی تعلیم ناکمل رکھتا ہے اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ نصابِ تعلیم اس طور سے تیار کیا جائے جو لڑکیوں کو جوان ہونے پر بیویاں اور مائیں بننے کے قابل بنا دے۔ ابھی وہ زمانہ بہت دور ہے جب خواتین دفتروں میں کلرک ہونے اور اعلیٰ عہدوں پر فائز ہونے کے واسطے تعلیم حاصل کرینگی۔ ابھی تو اگر خواتین امور خانہ داری، اصول حفظانِ صحت، اور دیگر اسی قسم کی ضروری باتوں سے واقف ہونگی تو وہ بہت سا وقت خود اپنا بچا سکیں گی اور مردوں کا وقت جو ان کو ذرا ذرا سی بات سمجھانے میں صرف کرنا پڑتا ہے بچا لیں گی ✦

مسز یوسف الزماں لکھنؤ

غور تو کیجئے

اُردو کے کسی زنانہ رسالہ کے کسی ایک مہینہ کا کوئی سا رسالہ کبھی ایسا شاندار شایع ہوا ہے جیسا یہ پرچہ آپ ملاحظہ فرما رہی ہیں؟ اگر نہیں تو غور کیجئے کہ آخر عصمت نے اس دفعہ نہایت دریا دلی سے کیوں روپیہ صرف کیا ہے؟ محض اس لیے کہ اب بہت جلد یورپ کے بہترین زنانہ رسائل کا مقابلہ کر سکے۔ اور یہ صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ آپ اپنے پرچہ کی توسیع اشاعت پر فوراً توجہ فرمائیں اور اس مہینہ میں کچھ نہیں تو ایک دو خریدار عصمت کو دیدیں پھر دیکھئے!

منیجر



موسم گرما

بی مغلانی

میرزا محمد اسحٰق صاحب سشن جج کی اکلوتی لڑکی رقیہ بیگم بہت ہی بدشکل اور سیاہ رنگ تھی چیچک نے اور بھی بگاڑ دیا تھا۔ اس وجہ سے ابتک کہ ۲۴ سال کی ہو چکی تھی اسکا رشتہ کہیں نہیں ہوا تھا۔ جج صاحب بہت پریشان تھے۔ وطن میں تو لڑکی کی بات لگتی نہ تھی جہاں جہاں وہ تبدیل ہو کر جاتے ان مقامات پر بھی مشہور ہو جاتا کہ لڑکی نہایت بدشکل ہے۔ آخر انہوں نے مجبور ہو کر دو ہزار روپیہ ماہوار کا ایک گاؤں اس کے نام کر دیا کہ اس کے لالچ میں زرپرست لوگ بیاہ لیں گے۔ چنانچہ اس میں کامیابی ہوئی اور ایک تدبیر یہ کی گئی کہ فیض آباد سے تبدیل ہو کر جب وہ بریلی جا رہے تھے اپنا ایک آدمی پہلے سے بھیجکر یہ مشہور کرا دیا کہ اتنی جائداد ملیگی۔ چنانچہ انکے پہنچتے ہی معزز گھرانوں سے پیغام آنے لگے اور والدہ نے یہ کام کیا کہ بیٹی کا پردہ سختی سے کرایا یہانتک کہ گھر میں آنیوالی نائن، بھنگن، میراثن کسی کے ہاں کی ماما، سب سے لڑکی کو چھپایا کہ "ہمارا دستور ہی یہ ہے"۔ چنانچہ یہاں پہنچے ۲ ہفتے بھی نہ گذرے تھے کہ کئی درخواستیں جمع ہو گئیں اور ان پر غور کیا جانے لگا کہ کونسی جگہ سب سے بہتر ہے ؛

(بھلا ہو رسمی پردہ کا جس کے ذریعہ یہ کامیابی نصیب ہوئی)

(۲)

والدہ ظفر۔ میاں اس سے بہتر جگہ ملنی بہت مشکل ہے سشن جج کی بیٹی اور دو ہزار کی آمدنی والی ایسے معزز گھر سے رشتہ قابل فخر ہوگا ؛

مسٹر مظفر۔ یہ سب صحیح مگر اس غریب کا کیا حشر جہاں پہلے سے کر چکی ہو؟

والدہ ظفر۔ بیٹا پڑھ لکھکر کیوں نادان بنتے ہو تم ۱۰ سال کے تھے اور وہ

آٹھ کی کہ تمہاری دادی صاحبہ نے نکاح کر دیا یہ بھی کوئی نکاح ہوا! تم بالغ تھے؟ یا تمہارے والدین موجود تھے؟ وہ تو تمہاری دادی کی بہن کی نواسی ہے ان کو بہت محبت تھی میں اور تمہارے والد مخالف تھے انہوں نے جکڑ بندی کر دی ہماری غیر موجودگی میں تم کو بلا کر نکاح کر دیا یہ کوئی نکاح نہیں ہے "

مسٹر ظفر۔ یہ درست مگر اماں ہندوستان کے نکاح عموماً ایسے ہی ہوتے ہیں لڑکا لڑکی دودھ پیتے ہوتے ہیں اور نکاح ہو جاتا ہے۔ بالغ ہونے پر بھی لڑکے لڑکی کی کوئی رائے نہیں لیتا۔ علاوہ اسکے ابتک آپنے اس نکاح کو نکاح ہی سمجھا۔ میری تعلیم کی وجہ سے رخصتی میں دیر تھی۔ اب لڑکی بھی جوان ہے۔ سنا ہے پڑھی لکھی سمجھدار ہے۔ اوسپر محض روپیہ کے لالچ میں یہ ظلم نہ کیجے وہ کہاں جائے گی؟

والدہ ظفر۔ اور جگہ ہو جائے گا۔

مسٹر ظفر۔ اور جگہ کیسے ہو گا؟ جب تک طلاق نہ دی جائیگی۔ اور طلاق ہمارے خاندان میں سخت ذلت ہے پھر بلا طلاق دیے اُسکی زندگی برباد کرنی کونسی انسانیت ہے؟

والدہ ظفر۔ خیر کچھ بھی ہو تم کو جج صاحب کے ہاں کرنا ہو گا۔ جب دادی جان نے ایک نکاح کر دیا تو ہم ماں باپ نہ کر سکیں گے؟ ہمکو اتنے بڑے آدمی کے سامنے شرمندہ کرو گے؟ تمہارے ابا جان اُنسے ذکر کر چکے ہیں اب کرنا ہو گا "

مسٹر ظفر۔ آپ کو اختیار ہے۔ ان معاملات میں میرا تو کوئی دخل کوئی اختیار ہی نہیں جو چاہیں کر لیں مگر اتنا کہے دیتا ہوں کہ میں اس غریب لڑکی کو بھی اپنی بیوی ہی سمجھونگا ساتھ بھی رکھنا ہو گا اور اپنی کمائی میں سے آدھا اسکو دونگا۔ کیونکہ میں گنہگار نہیں بننا چاہتا میرے لئے دونوں یکساں ہیں ایک غریب لڑکی دادی نے پلے باندھ دی ایک امیر لڑکی والدین لائے ہیں۔ میری کوئی رائے کوئی پسند قابل توجہ نہیں" اتنا کہکر ظفر اپنے کمرے میں چلے گئے "

(۳)

اماں جان خوشی خوشی منگنی کا سامان لیکر دوسرے دن جج صاحب کے دولت خانہ پر پہنچیں۔ اور چونکہ جج صاحب کو جلدی تھی منگنی کے تیسرے ہی ہفتہ شادی بھی ہوگئی دُلہن ایسی دلربا نکلیں کہ گمو گھسٹ کر ہاکر ظفر بیچارا ڈر گیا۔ گو زیورات سے چہرہ چھپایا گیا تہا مگر جلدی سب کچھ نظر آگیا۔ وہ سشن جج کی لڑکی یہ ایک صلعدار کا بیٹا اور نیا وکیل ابھی دو سو بھی نہ کما سکتا تہا۔ جیسے بنا جبراً اس کے ساتھ بسر کی۔ ۴۔۵ خدمتگارنیاں دُلہن کے ساتھ آگئی تہیں مگر چند دن بعد یہ سلسلہ ختم ہوا۔ صرف ایک انا ساتھ آیا کرتی تھی شادی کو چہ تہا مہینہ تہا شام کا وقت تہا دُلہن صاحبہ کے ساتھ کوٹھی کے باغیچہ میں ہار پہ ورہی تھیں۔ کہ باہر سے ایک برقع پوش عورت آئی جس نے آتے ہی برقعہ اُتار دیا۔ دُلہن صاحبہ نے دیکہا کہ ایک بہت حسین لڑکی سفید ساڑہی پہنے انکے آگے کھڑی ہتی۔ اسنے دونوں میاں بیوی کو سلام کیا۔ ظفر نے اخبار پر نظر رکھی۔ دُلہن صاحبہ نے پوچھا "تم کون ہو کہاں سے آنا ہوا کیا وکیل صاحب سے پردہ نہیں کرتیں؟"

آنیوالی لڑکی۔ میں غریب محنت کو نکلی ہوں۔ شریف معزز لوگوں سے پردہ کیسا؟ میں نے سُنا تہا کہ آپکو ایک کپڑا سینے والی مغلانی کی ضرورت ہے جو گھر کا انتظام بھی کر سکے۔ اس لیے میں حاضر خدمت ہوگئی۔ لکھنا پڑہنا، سینا، کاڑہنا، انتظام خانہ داری سے کنیز واقف ہے۔ اگر آپ رحم کہا کر اپنے ہاں ملازم رکھ لیں تو بھوکی مرنے سے بچ جاؤں۔

دُلہن۔ (جو اس کے حسن بے مثال کو دیکھکر آتش رشک سے جل گئی تہی) جب سب کام جانتی ہو اور عمر بھی ابھی کم ہے تو کیوں نوکری کی مصیبت میں پڑتی ہو کسی اچھے گھر میں آرام کرو

لڑکی۔ والدین بہنیں نہیں جہاں نکاح ہوا تہا غربت کے سبب شوہر نے طلاق دیدی۔ شریف گھروں میں دوسرا نکاح ناممکن ہے۔ بس یہی سوچا کہ کہیں پردہ دار گھر میں ملازمت کر کے زندگی بسر کر ڈالوں۔ آپکی بابت سُنا کہ رئیس زادی ہیں ابھی شادی

ہوئی ہے ساس سسر سے الگ ہو گئی ہیں۔ آپکو ایک منتظم ملازمہ کی ضرورت ہے۔"
میں قسمت آزمائی کو آگئی" +

ڈلہن۔ تو ایسی ہشیار نوعمر لڑکی کیا نوکری کرے گی؟

مسٹر ظفر۔ (آہستہ سے) ایسے سخت جواب نہ دو کیا ہرج اگر چندے رکھکر دیکھ لیا جائے؟ آخر تمکو ایک اچھی ملازمہ کی ضرورت ہے سلائی کے لیے مغلانی چاہیئے یہ سب کام کرلے گی +

ڈلہن۔ آپکی خوشی مگر مجکو اُمید نہیں کہ یہ چالاک جوان لڑکی تابعداری کرے گی۔"

مسٹر ظفر۔ (لڑکی سے) بیگم صاحب رضامند ہیں تمکو یہاں رکھا جاتا ہے کل صبح سے کام ہاتھ میں لے لینا اناجی بیگم صاحب کا سب کام بتا دینگی +

لڑکی۔ میں حضور کی دل سے شکرگزار اور دعاگو ہوں۔ خدا ترقی اقبال کرے مجھے اسوقت سے کوئی کام بتایا جائے +

ڈلہن۔ اب شام ہو رہی ہے کیا کام کرو گی۔ جاؤ گھر میں اناجی سے ٹھکانہ پوچھکر بیٹھو کھانا مل جائے گا +

مسٹر ظفر۔ کیوں نہیں اسوقت بھی کام کر سکتی ہے (لڑکی سے) تمہارا نام؟

لڑکی۔ حسرت۔ مسٹر ظفر۔ حسرت کیا!

لڑکی۔ وکیل صاحب بات یہ ہے کہ میری والدہ کے پے درپے چھ لڑکیاں ہوگئیں اور لڑکا نہوا انہوں نے مجھ ساتویں بیٹی کا نام حسرت رکھدیا کیونکہ بیٹے کی حسرت تھی۔ پھر خدا نے آٹھواں بیٹا دیا۔ مگر وہ بھی زندہ نہ رہا +

مسٹر ظفر۔ کیا تم میز کا کام جانتی ہو کھانا چن دوگی؟

لڑکی۔ بہت اچھی طرح جانتی ہوں اور اس وقت میز میں ہی لگا دونگی۔ انگریزی کام جو ایک ٹرینڈ بیرا کر سکتا ہے میں بخوبی جانتی ہوں"

چنانچہ لڑکی یہاں سے چلی گئی اور انا جی کے بتانے سے کئی کام کر لیے مگر انا جی کو یہی حسین لڑکی جو اسکی بیگم کے سامنے پری معلوم ہوتی تھی۔ خدمتگاری میں کچھ پسند نہ آئی اس خیال سے کہ کہیں وکیل صاحب بدشکل بیگم سے زیادہ اس حسین خادمہ کی قدر نہ کرنے لگیں۔ لڑکی نہایت باسلیقہ سمجھدار ذہین تھی۔ چند ہی دن میں تمام کام سنبھال لیا۔ گھر کا نقشہ ہی بدل دیا۔ یہ چھوٹی سی چالیس روپیہ ماہوار کرایہ کی کوٹھی اس نے بہشت کا نمونہ بنا دی وکیل صاحب بہت خوش تھے مگر ساتھ ہی متعجب کہ ایسی خوبصورت لڑکی پر کیا مصیبت پڑی ہے کہ وہ یوں خدمتگذاری میں عمر گذار رہی ہے دلہن انا جی اس خادمہ سے ذرا بھی واسطہ نہ رکھتے تھے ہاں صبح چار اور دونوں وقت کھانے پر وہ ضرور سامنے ہوتی تھی۔ اسکا نام حسرت ایسا تھا جو بیگم اور انا دونوں کو پسند نہ ہوا اور اسی غریب کو "بی مغلانی" کا خطاب دیا گیا۔ چنانچہ یہ کمسن حسین لڑکی گھر بھر میں "بی مغلانی" کہلاتی تھی۔ دلہن صاحبہ شادی کے دوسرے ہی ماہ سے ساس سے علیحدہ ہو کر سول لائن میں کرایہ کے مکان میں رہنے لگی تھیں اب ساس صاحبہ کو بھی حقیقت معلوم ہوئی تھی کہ امیر کی بیٹی غریب گھر لا کر بیٹا بھی آنکھوں سے دور کرنا پڑا تھا نا اتفاقیاں شروع ہو چکی تھیں۔ مسٹر ظفر بیوی کو خوش کرتے اور ماں سے صاف کہدیتے کہ آپ نے جیسا کیا ہے اسکا نتیجہ بھگتیں مجکو تو اب نباہنی ہے"! اب یہ دستور تھا کہ ہفتہ میں دو ایک دن بھر کے لیے ساس یہاں آکر بہو بیٹے کو دیکھ جایا کرتیں مگر دل سے بہو سے ناخوش تھیں اور اپنے کیے پر پچھتاتی تھیں۔ خسر کے حکم سے جائداد کی آمدنی وہیں جمع ہو جاتی تھی وکیل صاحب ایک پیسہ نہ لے سکتے تھے اپنی کمائی ڈھائی سو میں مشکل سے بسر کر رہے تھے۔ لڑکی حسرت کو یہاں نوکر ہوئے دسواں دن تھا کہ ساس صاحبہ نے آکر اسے دیکھا بہو سے اس خادمہ کی بہت تعریف کی بیٹے سے بھی کی۔ اکثر اُسے اپنے گھر بلا لیا کرتی تھیں۔ وہ وہاں کے بھی ہزار کام کر آتی تھی۔ ظفر میاں اس لڑکی کو دل سے پسند

کرتے تھے مگر بیگم کے خوف سے آنکھ بھر کر دیکھنا گناہ تھا نہ بات کرسکتے تھے مگر دل میں تہیا
کر اس کے حالات معلوم کریں۔ ایک دن چند گھنٹوں کو دلہن صاحبہ اپنے میکے گئیں اور
بی مغلانی کو ساس کے ہاں ہو آنے کا حکم دیگئیں اس خیال سے کہ اکیلے میں میاں کے
پاس نہ رہے۔ وہ صبح ہی چلی گئیں۔ وکیل صاحب ۱۲ بجے کچہری سے آگئے تو حسرت
سے معلوم ہوا کہ وہ کہہ گئی ہیں کہ کھانا میں آکر کھائیں" مگر انہوں نے نہ مانا اور حسرت سے
کھانا منگوایا اسوقت گھر پر معمولی نوکروں کا کھانا پکا تھا ارہر کی دال تھی اور گلاسے کے
گوشت میں کچالو حسرت نے بتادیا کہ "کھانا آپ کے لایق تیار نہیں ہے" اسپر بھی انہوں نے
کہا جو کچھ ہے وہی لایا جائے" چنانچہ جلدی جلدی حسرت نے پیاز کاٹ کر انڈے دیں
کھانے کے کمرے میں اسٹوو پر بنادیئے اور ٹماٹر کاٹ کر ایک پلیٹ میں خوشنمائی سے سجادیئے
مین میں آلو کتر کر تلے ڈبل روٹی کے توسٹ ملکر شیرے میں ڈالدیئے جتنی دیر میں وکیل صاحب
ہاتھ دھو کر دال روٹی سے کھانا شروع کریں کئی چیزیں تیار ہو کر آگئیں وہ بیحد خوش ہوئے۔

مسٹر ظفر۔ حسرت آہ حسرت کیا پُرحسرت نام ہے بی بی ہمیں تو یہ نام لیتے دل
دُکھتا اور رنج ہوتا ہے۔

حسرت۔ تو حضور مغلانی کہئے۔

مسٹر ظفر۔ واہ ہم تو کبھی مغلانی نہ کہیں گے تم جیسی شریف اور اونچے درجہ کی لڑکی
کو مغلانی کہنا اپنے مردم ناشناس ہونیکا ثبوت دینا ہے۔ بیگم صاحبہ سے ہم مجبور رہیں
مگر جسوقت وہ اتنا بدذات تمکو مغلانی کہکر بلاتی ہے جی چاہتا ہے زبان کاٹ دی جائے
مگر ان لوگوں کے خوف سے کچھ کہا نہیں جاتا۔ خواہ تم اپنا راز چھپاؤ مگر ہمکو یقین ہے
کہ تم کسی بڑے گھر کی ہو۔

حسرت۔ رحم چشم تم اِحضور ہوگا آپ کھانا کھائیے پھر مجکو شہر جانا ہے بیگم صاحب
حکم دی گئی ہیں بڑی بیگم صاحبہ کے پاس جانے کو۔

مسٹر ظفر۔ نہیں نہیں۔ بی بی آج تم نجاؤگی۔ ہم تم سے کچھ باتیں کرنی چاہتا ہیں اسعد بتاؤ کسی مقام سے آنا ہوا؟ اور کیا کیا گذری ہے؟ ممکن ہے میں کچھ مدد کرسکوں۔

حسرت۔ وکیل صاحب کیا بتاؤں۔ بدنصیب ہوں بس۔ والد کا بچپن میں انتقال ہوچکا تھا۔ والدہ نے پرورش کی پڑھایا لکھایا پھر وہ بھی نہ رہیں۔ صرف بوڑھی نانی رہ گئیں جنہوں نے اس خیال سے کہ شاید وہ بھی نہ چل بسیں بچپن ہی میں شادی کردی۔ مگر میں یتیم غریب تھی۔ شوہر کو ایک امیر جگہ لڑکی مل گئی انکے والدین نے وہاں شادی کردی میرا کون تھا جو کچھ کہتا سُنتا۔ چند سال یونہیں گذر گئے اب نانی بھی چلدیں تو اکیلی تھی نوکری کو نکل کھڑی ہوئی حسرت نصیب حسرت کا یہ بیان بالکل اپنی پہلی منکوحہ لڑکی سے ملتا جلتا سُنکر ظفر بہت پریشان اور حیرت زدہ ہوگئے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسکی طرف دیکھنے لگے۔ دیر کچھ گھبراہٹ ہوئی کھڑے ہوگئے اور پھر بیٹھے۔ گلاس اُٹھاکر پانی پی لیا۔ جب حواس ذرا ٹھکانے ہوئے تو حسرت سے کہا۔

ظفر۔ کیا تمہاری شادی ہوگئی تھی اور شوہر کے ساتھ کچھ دن رہ آئی ہو؟

حسرت۔ ہاں میری شادی ہوچکی ہے۔ مگر چونکہ میں غریب کی لڑکی تھی کچھ جہیز بھی نہ مل سکتا تھا میرے شوہر کے والدین نے امیر جگہ دوسری شادی کرلی۔

ظفر۔ دوسری شادی تو کرلی مگر میرا یہ سوال ہے کہ تم رخصتی ہوکر اپنے سُسرال رہ چکی ہو؟ یا ابھی صرف عقد ہی ہے؟

حسرت۔ وکیل صاحب غریبوں کا عقد کیا اور رخصت کیا؟ دوسرے میرا رشتہ میرے عزیزوں میں ہوا تھا سب دیکھے بھالے ہیں میں نے اپنے شوہر کو بھی دیکھا ہے جو میرا "کزن" تھا۔

لفظ "کزن" پر ظفر کو بہت حیرت ہوئی کہ لڑکی کچھ انگریزی بھی جانتی ہے۔

ظفر۔ "کزن"؟　　**حسرت**۔ جی ددھیالی رشتہ کا بھائی تھا۔

ظفر۔ اب وہ کہاں ہے؟ کہیں ملازم ہے یا طالبعلم؟

حسرت۔ سنا ہے۔ بی اے کرنیکے بعد شادی ہوگئی ہو اور سسرال ہی میں رہنے لگے ہیں

ظفر (اطمینان کا سانس لیکر) کس جگہ ہیں؟ سب پتہ بتاؤ تو میں کچھ مدد کرنے کی کوشش کروں جب تم منکوحہ بیوی ہو تو آدھے کی حقدار ہو +

حسرت۔ (ذرا مسکراتے ہوئے) وکیل صاحب معاف کرنا اگر میں یہ کہنے کی جرأت کروں کہ آپکے ہاں بھی بالکل ایسا ہی واقعہ گزر چکا ہے۔ مجھے بڑی بیگم صاحب (والدہ ظفر) نے سنایا تہا کہ انکی بھی پہلی بہو ابھی میکہ میں ہے رخصتی بھی نہیں ہوئی کہ آپنے عزت و شہرت وکالت یا بی وکالت کے خیال سے یہاں دوسری شادی کر لی جب آپ ہی کو ایک قانون داں ہو کر اپنی پہلی حقدار کا خیال نہیں ہے تو میرے شوہر کو کیا ہوتا؟ اور آپ ایک غریب بےکس لڑکی کے لئے کیا کر سکیں گے؟ جبکہ اپنی منکوحہ کا خیال نہیں کرتے؛

مسٹر ظفر۔ تمکو غلط سنایا گیا میں نے خوشی سے نہیں کی بلکہ والدین کی زبردستی سے یہاں کیا ہے۔ اب چونکہ اس میر بہو سے اماں جان کی نہ بنی تو پہلی بہو یاد آئی۔ جو اس سے بدرجہا بہتر حسین تعلیم یافتہ اور غریب مزاج لڑکی سُنی گئی ہے۔

حسرت۔ کیا آپ نے دیکھی نہیں؟

مسٹر ظفر۔ بچپن میں دیکھا تہا جب وہ آٹھ سال کی اور میں دس کا تہا کیونکہ وہ بھی میری رشتہ کی پھوپی کی لڑکی ہے۔ مگر بعد عقد پر وہ کرا دیا گیا۔ جو آجتک قایم ہے۔ ۱۳ سال ہوگئے ہم نہیں مل سکے۔ مگر جہانتک مجھکو یاد ہے وہ لڑکی بچپن میں ہی بہت دلکش اور خوش شکل تھی اور ایک گرلز سکول میں پڑہتی تہی۔ میری دادی مرحومہ نے اسکی صورت کو پسند کرکے بہو بنایا تہا۔ جو میری اماں جان کو ناگوار گزرا۔ بہرحال میں اُسے بھولا نہیں ابھی نئی شادی سے جھگڑے ڈالنا مناسب نہیں چند دن اور گذر جائیں تو میں اسکو

لے آؤنگا. سنا جاتا ہے جج صاحب بہادر کی تبدیلی ہونیوالی ہے پس اسکا انتظار ہے انکے جانے کے بعد درست ہوگا. میں نے اس بیوی سے پہلے نکاح کا ذکر کر دیا ہے. اسکے والدین کو بھی علم ہے ۔

حسرت۔ اب وہ لڑکی کس کے پاس ہے؟ والدین ہونگے؟

ظفر۔ والدین کا انتقال ہوگیا ہے وہ اپنی ننہیال میں ہے.

حسرت۔ تو پہلے انکو لوا لایئے پھر میرا کچھ کیجئے میں تو ملازمت کرکے بسر کر رہی ہوں وہ ننہیال میں نہ معلوم کس حال میں ہوگی ۔

(۴)

ظفر صاحب حسرت کی گفتگو کو ۲ ماہ اور گذر گئے وہ اس طرح خدمت کرتی رہی اسی عرصہ میں جج صاحب بریلی سے بنارس تبدیل ہوگئے اور تھوڑے دن کو اپنی لڑکی کو بھی ساتھ لے گئے ظفر صاحب کو یہ موقعہ ملا کہ وہ اپنی بیوی کو لوا لائے چنانچہ تجویز ہوئی کہ معہ حسرت اور اماں جان کے لینے جائیں.

والدہ ظفر۔ کہاں جانے کے ارادے ہیں؟

ظفر۔ چل کر اپنی پہلی بہو کو لے آیئے اب رخصتی رسمیں فضول ہیں بس آپ اور میں چلکر لے آئینگے

والدہ ظفر۔ (رو کر) بیٹے وہ کہاں ہے جو لینے آئیں! میں نے ۲ مہینے ہوئے اس کو بلانے کو منشی اور تمہاری انا کو بھیجا تھا مگر وہاں کا نقشہ ہی بدل گیا. اسکی نانی کا بھی انتقال ہوگیا معلوم ہوا کہ وہ کچھ دن ہوئے کہیں چلی گئی اور یہ کہہ گئی کہ میں لاہور جا کر شفا خانے میں تیمارداری کرنا سیکھوں گی. ہائے خاندان کی لڑکی اور میری بہو ہو کر تیمارداری کرتی پھریگی پر وہ بھی نہ رہیگا ۔

ظفر۔ آپ جانیں یہ گناہ کس کے ذمہ؟ اماں جان آپنے روپیہ کے لالچ میں میری اچھی خوبصورت پڑھی لکھی بیوی یوں گنوائی اور ایک بدشکل جاہل بدمزاج کے ساتھ

میری عمر تباہ کر دی۔ یہ ہم ہی ہندوستانی لڑکے ہیں کہ آزاد پڑھ لکھکر آزاد ہو جانیکے بعد بھی آزاد نہیں ہوتے اور اپنی عمر بھر کی ساتھی جبراً دوسروں کے انتخاب سے کرنی پڑتی ہے بہرحال میں تنہا جاتا ہوں اسکو تلاش کرونگا لاہور جاؤنگا۔ آہ آہ میری بیوی اور یوں پریشان ہو کر نرسنگ کرنے کو نکلے۔ لعنت ہے ہندوستانی رسموں اور جھوٹی شرم پر" اور غصہ میں یوں بکتے ہوئے کوٹھی روانہ ہو گئے۔ حسرت کھانا لئے بیٹھی تھی انکو اسقدر پریشان دیکھکر گھبرا گئی +

ظفر۔ حسرت وہ حسرت نصیب بھی گھر نہیں ہے اب ہم کہاں جائیں سُنا ہے نرسنگ کے ارادے سے لاہور چلی گئی۔ اب میں انکے لیے آیندہ ہفتہ جبکہ کچہری میں تعطیل ہوگی اسکی تلاش میں جاؤں گا۔ کہو تم اپنے شوہر کا مقام نام بتاؤ تاکہ اسی ہفتہ تمہارا کام کر دوں"؟

حسرت۔ آپ کھانا تو کھائیے۔ پھر میرا ذکر اٹھا لیجئے۔

ظفر۔ اسوقت کھانا نہ کھا سکوں گا۔ طبیعت بیحد مکدر ہے۔ لاؤ کوئی اخبار سُناؤ خود پڑھنے کو بھی جی نہیں چاہتا" حسرت میز پر سے لیڈر و پانیر اُٹھا لائی +

ظفر۔ کوئی اُردو کا نہیں ہے؟

حسرت۔ اُردو کا کوئی نہ تھا کیا یہ نہ سُنیں گے؟

ظفر۔ اگر تم سُنا سکتی ہو تو یہی سُنا دو۔ مگر بی بی پانیر پڑھ سکتی ہو تو یہاں مغلانی گیری کیوں کی؟ میری بیوی کی طرح کوئی معزز پیشہ اختیار کرتیں کسی گرل سکول میں ٹیچری کرتیں۔ دراصل تم انگریزی جانتی ہو میں نے کئی بار تمہارے ہاتھ میں انگریزی کتابیں دیکھی ہیں۔

حسرت۔ کچھ کچھ پڑھ لیتی ہوں والدہ کی زندگی تک تو گھر پر ایک مشنری لیڈی پڑھاتی تھی اُنکے بعد میں سکول میں داخل ہو گئی۔ مڈل وہاں سے پاس کر لیا پھر لوگ معترض ہونے لگے کہ جوان لڑکی سکول جاتی ہے تو میں نے گھر پر ہی ایک عزیز سے اور ایک بوڑھے ماسٹر سے کچھ انگریزی پڑھی۔ بفضل خدا میں لکھنا پڑھنا بقدر ضرورت کر لیتی ہوں"+

اس کے بعد اُس نے بہت آسانی سے "پانیر" کا لیڈنگ آرٹیکل پڑھکر سُنایا۔

ظفر حیران رہ گئے کہ ایسی قابل لڑکی اور یوں مغلانی بنی ہے اس کی مستت بوقت سفید ململ کی ساڑی اور سفید ہی کرتہ پہنے ہوئے تھی۔ نازک ہاتھوں میں ۲ سرخ چوڑیاں تھیں۔ بس اس کے سوا، کوئی مصنوعی سجاوٹ نہ تھی مگر فرش پر بیٹھی یا نیز پڑھتی ہوئی کسی بڑے معزز گھر کی شہزادی معلوم ہو رہی تھی۔ ظفر صاحب پر اس کی اس وقت کی حالت کا عجیب اثر پڑا وہ آرام کرسی سے اُٹھ بیٹھے اور حسرت سے باصرار کہا کہ "تم بھی کرسی پر بیٹھو" مگر بحیثیت ادنیٰ خادمہ وہ کیسے یہ بے ادبی کرتی نہ مانی تو ظفر خود اس طرح پر بیٹھ گئے ؛

ظفر۔ حسرت کوئی بُرا خیال نہ کرو میں شریف طبیعت انسان ہوں مگر تمہاری خوبیاں۔ تمہاری شایستہ عادات۔ تمہاری علمی قابلیت۔ دیکھ دیکھ کر دلکو یقین ہوتا جاتا ہے کہ تم نے اپنا حال غلط بتایا ہے۔ تم کسی معزز گھرانے کا روشن چراغ ہو۔ تم کو اس ذلت میں دیکھنا انسانیت کے خلاف ہے۔ اب تم ہمارے برابر بیٹھا کرو۔ ساتھ کھاؤ پیو۔ جب تک تمہارا شوہر ہے۔ مجکو اپنا حقیقی بھائی تصور کر کے بالکل برابری سے رہو جلدی وہ دن آنے والا ہے کہ اس حقیقت کا انکشاف ہو جائے گا کہ یہ بی مغلانی نہیں بلکہ ایک قابل قدر قیمتی گوہر بے بہا ہے"؛

قریب بیٹھے ہوئے اپنے معزز آقا سے اپنے حق میں یہ کلمات سُنکر حسرت کو تاب نہ رہی اور اس نے اظہار شکر میں اپنا سر اُنکے زانوں پر جُھکا دیا۔ ایک لڑکی کی طرف سے اس طرح اظہار ممنونیت پہ ظفر صاحب سے بھی ضبط نہ ہوا اور اُنھوں نے اُسکا سر یہ کہتے ہوئے کہ پیاری بہن اس سینہ میں تیری اسقدر محبت ہے جتنی کہ ایک بے حد چاہنے والے بھائی کی اپنی بہن کی ہو سکتی ہے" اپنے سینہ سے لگا لیا۔

اس وقت ان دونوں کے محبت بھرے ایک دوسرے کے قدردان

دلوں کے پُرکیف مدہوش و تلاطم خیز مگر نہایت پاکیزہ و شریف جذبات کا اندازہ کچھ وُہی دل کر سکتے ہیں جو اس ناپاک خیال دُنیا میں جذبۂ شرافت و صداقت دیکھتے ہوں۔ چند منٹ یوں ہی گذر گئے تو ظفر صاحب نے الگ ہو کر کہا چلو بہن کھانا ساتھ کھائیں"

حسرت۔ وکیل صاحب! اس عاجزہ کو بہن کی عزت نہ دیجئے بلکہ اسطرح ادنیٰ خادمہ تصور کریں جو اس خدمت کو عزت سمجھکر قدموں میں آ پڑی ہے +

ظفر۔ حسرت تم کو بہن تو سمجھنا پڑے گا کیونکہ تم ایک اور کی منکوحہ ہو اور میں بدنصیب دو اور زنجیروں سے پابند ہوں +

حسرت۔ از راہِ ترحم تیسری ایک اور سہی۔

ظفر۔ اور تمہارا پہلا عقد؟ کیا اس سے علٰحدہ ہو چکی ہو؟"۔

"علٰحدہ نہیں بلکہ ۱۳ سال بعد اَب آپ کے قدموں میں آ پڑی ہوں۔ اَب جدا نہ کیجئے" یہ کہتے ہوئے حسرت نے پھر قدموں پر سر رکھا اور ایک پرستارِ شوہر ایشیائی بیوی ہونے کا ثبوت دیا +

نذر سجاد حیدر

وہ دِل

وہ دل جو محبت و شفقت کا سرچشمہ اور شرم و حیا کا مخزن ہے۔ وہ دل جو مہر و وفا کے جذبات سے لبریز اور لطیف احساسات سے پُر ہے جسکی گہرائی سمندر کی گہرائی سے بھی عمیق ہے جو آلایشِ دنیا سے مبرا اور جذباتِ غیض و غضب سے بری ہے۔ وہ دِل جس سے محبت کی لاتعداد شعاعیں نکل کر ظلمتکدۂ دنیا کو منور رکھتی ہیں۔ جو ایثار میں بے نظیر اور ہمدردی میں بے مثال ہے جسکا معصوم تبسم پریشان دماغ کو باغ باغ کر دیتا ہے۔ وہ قدرتی جامِ جم۔ وہ رازہائے زندگی کا محرم۔ وہ دل ایک مشفق ماں۔ وفا شعار بیوی ایک ہمدرد و محبت والی بہن اور ایک خدمتگذار بیٹی کا دل ہے +

ہمشیرہ غلام دستگیر مرحوم مدراس

رسم منگنی

اس میں شک نہیں کہ شادی سے عورت کی قسمت کا قطعی فیصلہ ہو جاتا ہے ہے۔ ابتدائی عمر لڑکی اپنے والدین کے پاس رہ کر گذار دیتی ہے لیکن عمر کا ایک بڑا حصہ اسکو اپنے شوہر کے ساتھ رہ کر گذارنا ہوتا ہے۔ اگر خوبیٔ قسمت سے میاں بیوی کی طبیعتوں میں اتفاق باہمی ہوا تو دونوں زندگی کا خوب لطف اٹھاتے ہیں۔ لیکن جہاں اس کے برعکس حالت ہوتی ہے وہاں زندگی دونوں کے لیے وبال جان بنجاتی ہے۔ بالخصوص بیوی کی حالت خاص طور پر قابل رحم ہوتی ہے ہمارا فرض ہے کہ ہم کوئی ایسی تدبیر سوچیں جس سے مصیبت زدہ بہنوں کی زندگی خوشگوار بنجائے اور بے زبان لڑکیاں مصیبت زدہ ظلم سے محفوظ رہیں ٭

میاں بیوی کی باہمی نا اتفاقی کے اسباب عموماً تین ہوتے ہیں (۱) طرفین کے مزاجوں اور طبائع کا اختلاف ٭

(۲) صورت شکل کا پسند نہ آنا ٭

(۳) شوہر کے رشتہ داروں اور عزیزوں سے (بیوی کا جن سے ہمیشہ گہرا تعلق رہتا ہے) نا اتفاقی اور جھگڑوں کا پیدا ہو جانا ٭

اب سے پچاس ساٹھ سال پیشتر جبکہ موجودہ تعلیم کے اثرات قریب قریب بالکل معدوم تھے اور جس چیز کو آج نئی روشنی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے وہ ہندوستانی مسلمانوں میں نہ پھیلی تھی اسوقت اگر لڑکی سے مزاج اور طبیعت کی حالت معلوم کی جاتی تھی تو صرف یہ کہ وہ متحمل مزاج۔ بُردبار، سلیقہ مند اور خدمتگذار ہے یا نہیں لیکن آجکل علاوہ ان باتوں کے یہ بھی دیکھنے کی ضرورت ہے کہ لڑکا اور

لڑکی قدامت پسندی اور نئے طرز وطریق کی دلدادگی کے معاملہ میں کس درجہ اتفاق یا اختلاف رکھتے ہیں۔ یہ معلوم ہونا شادی سے پیشتر نہایت ضروری ہے کہ طرفین کے خیالات خاص اور اہم مسائل مثلاً سیاسی معاملات، پردہ۔ اور طرز معاشرت کے متعلق کیا ہیں۔ لڑکی اور لڑکے کے گھر کے دستور اور طور طریق کو دیکھکر ان معاملات کا قطعی فیصلہ کر لینا یا طرفین کی تعلیمی حالت کو دیکھکر کوئی رائے قایم کر لینا میرے نزدیک غلطی ہے کیونکہ یہ ممکن ہے کہ لڑکا اور لڑکی اپنے والدین اور دوسرے قریبی رشتہ داروں کی طبیعت اور مزاج کے نہ ہوں یا انکی طرز معاشرت کو پسند نہ کرتے ہوں یہ بھی ممکن ہے کہ لڑکا اور لڑکی کسی خاص معاملہ میں مختلف اور متزاد رائیں رکھتے ہوں۔ میری رائے میں لڑکے اور لڑکی کے والدین خواہ کیسی ہی چھان بین اور تحقیق کریں اُس سے کار آمد اور مفید نتیجہ پیدا نہ ہوگا۔ والدین لڑکے اور لڑکی کے جذبات اور خیالات کی ترجمانی پُوری طرح نہیں کر سکتے جو شادی قطعی طور پر والدین کے انتخاب سے ہوتی ہے اُس میں ناموافقت کا اندیشہ زیادہ ہے اور اس لیے یہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ لڑکا اور لڑکی والدین یا دوسرے بزرگوں کی موجودگی میں ملکر ایک دوسرے کے خیالات معلوم کر لیں تاکہ بعد کو ناواقفیت کی وجہ سے کسی جھگڑے کا امکان ہی باقی نہ رہے اور ایک دوسرے کے مزاج اور طبیعت سے پُوری طرح واقف ہوجائے ۔

اب نااتفاقی کی دوسری وجہ کو لیجئے۔ صورت شکل کے انتخاب کو بھی لڑکے اور لڑکی کے اُوپر چھوڑ دینا چاہئے کیوں کہ ہر شخص کا مذاق جداگانہ ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ ماں باپ جس لڑکی کو خوبصورت سمجھتے ہوں شوہر دیکھنے کے بعد اسکو بدشکل سمجھے اور پسند نہ کرے پس اس لحاظ سے بھی طرفین کا ملا دینا ہی مُناسب معلوم ہوتا ہے ۔

بیوی کا شوہر کے عزیزوں سے نا اتفاقی کا علاج بالکل دوسری چیز ہے اس لیے یہاں اس بحث کو چھوڑتی ہوں۔ بہن نذر سجاد صاحبہ نے خط وکتابت کو تبادلۂ خیالات کا ذریعہ قرار دیا ہے میرے نزدیک اس سے بھی یہ ضرورت پوری نہیں ہوسکتی اس لیئے لڑکی والے عموماً اصلیت کو چھپاتے ہیں اور بڑھ چڑھ کر لڑکی کی خوبیاں بیان کی جاتی ہیں مجھے حال ہی میں یہ معلوم ہوا کہ ایک صاحب نے اپنی لڑکی کی بجائے دوسری لڑکی کی تصویر جو کہ اصل لڑکی سے زیادہ خوبصورت تھی لڑکے کو دھوکا دینے کے لیئے بھیجدی اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خط وکتابت کے معاملہ میں بھی ایمانداری سے کام نہ لیا جاوے گا اور بعض ناقبت اندیش اس سے بجائے فائدہ کے نقصان اُٹھائیں گے ٭

ہمارے یہاں پوری تعلیم کی سخت ضرورت ہے صرف معمولی لکھنا اور پڑھنا جان لینے سے کام نہیں چلتا ہے۔ اگر جاہل لڑکی اور لڑکے کو ملا دیا جائے تو تو اس سے کوئی فائدہ نہیں بلکہ خراب نتائج پیدا ہونے کا اندیشہ ہے ٭

جب شریعت نے یہ اجازت دیدی ہے کہ لڑکا اور لڑکی ایک دوسرے کو شادی سے پہلے دیکھ لیں تو پھر اس میں کیا حرج ہے کہ دونوں ملکر ایک دوسرے کے خیالات معلوم کریں الغرض میرے نزدیک والدین کی موجودگی میں دونوں کا دیکھ لینا نہایت ضروری اور مناسب ہے ٭

مسز اظہر محمد خان ڈ... دہلی

سفرنامہ حج

(سلسلہ کے لیے ملاحظہ فرمائیے صفحہ ۴۴۲ بابت رسالہ ماہ جون ۱۹۲۲ء)

کامران میں اُتر کر ہم کو سیدھے بھپارہ گھر لیگئے یہاں کی تکلیف قابل بیان نہیں زنانہ مردانہ بھپارہ گھر الگ الگ تھا ایک کمرے میں پہنچکر ہم سب کے کپڑے اُتروائیے گئے اور صرف دو دو گز لنگیاں جو بارہ بارہ گرہ چوڑی تھیں دیدی گئیں۔ کپڑے کسی کے اُجلے تھے اور کسی کے میلے چکٹ سب ایک جگہ گڈمڈ کرکے ایک گٹھڑ باندہ کر لے گئے اب ہم بالکل ننگے بیٹھ گئے۔ مجھکو بُرا معلوم ہورہا تھا اور غصہ آرہا تھا کہ یہ کیا حرکت ہے میرے مُنہ سے بیاختہ نکلا کہ "یا الٰالعالمین تیرے دروازہ میں قدم رکھا ہے یہ حالت ہے کپڑے تک اُتروائیے گئے آگے دیکھئے کیا ہوتا ہے" اسکے بعد انگریزی لباس میں ایک سیاہ فام عورت آئی اور اُس نے حسب سابق نبض پر ہاتھہ رکھکر اُٹھانا شروع کیا ہم سب پھر ڈاکٹری امتحان میں پورے اُترے بعد فراغت ایک اور دوسرے کمرے میں بٹھایا جو بہت ہی گرم تھا ہم پسینے میں نہا گئے۔ پھر سب کو ایک تیسرے کمرے میں بٹھایا۔ چند منٹ کے بعد ایک اور کمرے میں جانے کا حکم ہوا جسکی چھت میں سے فوارہ کی طرح سمندر کا پانی برس رہا تھا لیکن نہایت کڑوا اسوقت ہم گرمی کے مارے بیتاب تھے اس طرح پانی کی بارش اچھی معلوم ہوئی۔ مگر فوراً حکم ہوا کہ کمرہ خالی کرو اور آتے ہیں ہمارے جہاز میں پچیس سو آدمی تھے کیے بعد دیگر سب ہی آئے پھر ہمارا وہ کپڑوں کا گٹھڑ آیا جو سب کے کپڑے بکجا کرکے بھپارہ گھر میں گیا تھا۔ اُدھر جلدی اُدھر کپڑے گیلے سیلے۔ متعدی بیماریوں والوں کے اور تندرستوں کے ملے ہوئے آئے۔ جلدی کے مارے کسی نے کسی کا کرتہ پہنا کسی نے پائجامہ کسی کا

پائے جامہ۔ آدھا چڑھا ہوا اور کسی کی ایک موری ہاتھ میں۔ وہاں سے نکالے گئے۔ اسوقت
آسمان پر ابر تھا ہوا خوشگوار گرم بدن میں ٹھنڈی ہوا بہت بھلی معلوم ہو رہی تھی میرے واسطے
تو سمیت لیے ہوئی تھی لشتم پشتم ہم کیمپ میں پہنچے کپڑے کسی طرح پہننے کو دل نہ چاہتا تھا
ہم تینوں اُسی دن جہاز میں نہائے تھے کپڑے ہمارے صاف شفاف تھے اب ان کپڑوں
کو پہنتے ہوئے کراہیت آتی تھی مگر قہر درویش برجان درویش پہنے۔ یہاں بڑے صاف
اور وسیع میدان میں چھپر پڑے ہوئے دکھائی دیئے۔ ہمنے اپنا بچھونا ایک چھپر کے آگے
کر لیا اور کھانا پکانا شروع کر دیا لوگوں سے نہ بکرے خریدے مرغیاں لیں اور مجکو ہوا نے
اسقدر ستایا کہ ٹانگیں پھر اکڑ گئیں۔ اسپر بھی میں نے تمام رات برف چبانے میں ختم کی کچھ
بوندیں بھی پڑیں۔ موسم بہت خوشگوار رہا ٹھنڈی۔ اتنے دنوں بعد زمین دیکھی بڑے آرام
کی نیند سب کو آئی۔ پانی بافراط، لکڑی مفت غرض ہر طرح آرام چین۔ ہمارے ٹھہرنیکے مقام
سے دوکانیں قریب تھیں۔ کئی مرتبہ میں خود اپنے ملازم کے ساتھ دوکان پر گئی اور برف لائی
ایک بڑے موٹے شاندار عرب کی دوکان تھی۔ جو نہایت خوش آوازی اور خوش اخلاقی سے
ز بیچ رہے تھے۔ چاء اور شربت خاص طور سے بک رہا تھا۔
بسکٹ ڈبل روٹی - طرح طرح کے پھل رات آنکھ جھپکتے ہی ختم ہو گئی صبح سویرے نمازی
فراغت ہو کر کھانا پکانیکے دھندے میں لگ گئے دس بجے کے قریب قطاروں میں کھڑے ہونیکا
حکم ہوا مرد اور عورتیں الگ الگ کھڑے ہو گئے۔ کھڑے کھڑے تھک گئے یہانتک کہ دھوپ
آگئی گیارہ کے قریب مردوں کو ڈاکٹر نے اور عورتوں کو انہیں کی والی صاحبہ نے بطور
سابق نبض دیکھی۔ پھر سب کو عام اجازت ہو گئی کہ سوار ہو۔ وہی دو کشتیاں اور اٹھارہ
آدمی خالدہ کے والد نے کہا کہ ہم سب کے بعد جائیں گے۔ دو گھنٹہ میں تمام کیمپ
خالی تھا میری والدہ میرے عزیزوں کے ساتھ پہلے چلی گئی تھیں۔ تھوڑی دیر کے بعد
جہاز نے بڑے زور سے سیٹی دی تو خدا خدا کرکے اُنکا روانہ ہونے کا ارادہ تھا

کامران ایک جزیرہ ہے یہاں اس واسطے جہاز والوں کو ٹھہرا کر دیکھا جاتا ہے
کہ کوئی بیمار نہ ہو اور خاص کر متعدی مرض میں مثلاً طاعون ہیضہ چیچک وغیرہ پہلے یہ
مقام اس کے واسطے وقف نہ تھا سیدھے جدہ پہنچتے تھے اب جب سے نیا زمانہ
نئی روشنی کے لوگ دنیا میں پیدا ہوئے ہیں۔ قرنطینہ نکلا ہے وہ تو خدا کا لاکھ لاکھ شکر
ہے جس وقت ہم گئے ہیں کوئی مرض ہندوستان میں نہ تھا ورنہ بڑی مصیبت ہوتی
بچارے حاجیوں کو آٹھ آٹھ روز پندرہ پندرہ روز ٹھہرایا جاتا ہے اگر کسی کو کوئی
معمولی بیماری بھی ہوئی تو اسے روک لیا جاتا ہے۔ کامران میں پاخانے بہت صاف
ملتے ہیں۔ مسجد بھی ہے مگر پکی نہیں وہ ہی پھونس کی۔ شفاخانہ بھی شاندار ہے مگر خدا
نہ دکھائے۔ میری بہنوں جب بیچارہ گھر میں گھسو تو ایک آدھ روپیہ ضرور لیلو ہر جگہ
رشوت کام آتی ہے سچ کہا ہے کسی نے ؎

اے زر تو خدا نہ ولیکن بخدا ستار عیوب و قاضی الحاجاتی

چار بجے ہمارے جہاز نے لنگر اٹھایا اور روانہ ہو گیا آئی جو ہم سے کئی روز پہلے چلے
تھے ساحل کامران پر آکر کھڑے ہوئے۔ ہمارا جہاز بہت بڑا اور بہت عمدہ تھا
جو لوگ اس میں بیٹھے تھے وہ ہی خوب اسکا اندازہ کر سکتے ہیں مگر اس جہاز کا
انجام کیا ہوا دوسرے ہی سال ۴ اپریل کو جدہ کے قریب حاجیوں کو لیجا رہا تھا
کچھ روئی کے گٹھے بھی تھے آگ لگ گئی اور غرق ہو گیا بہت مضبوط بہت بھاری
اور بہت بڑا تھا۔ جب ہم اس میں تھے تو ایک رات کچھ طوفان کی سی حالت ہوئی
جہاز بڑے زور سے ہل رہا تھا رات کا وقت تھا اور لوگ تو خیر مگر میں نے اس سے
پہلے کبھی ایسی حالت نہ دیکھی تھی یہ سمجھ رہی تھی کہ اب غرق ہونے سے نہ بچونگی
پریشانی کی حالت میں اوپر گئی تو دیکھا کچھ لوگ نعتیں پڑھ رہے ہیں اور آگے بڑھی
تو ایک صاحب نعت بدر منیر زبانی الاپ رہے تھے انکی بیوی بھی ساتھ تھیں وہاں

بیٹھ کر میں نے ان سے کہا کہ منع کردیجئے کہ سمندر میں تو فضول گوئی سے باز رہنا چاہیے اللہ تعالیٰ کو غصہ آئے اور ہم سب کو ڈبو دے۔ تو وہ اللہ کی بندی کہنے لگیں پھر اس میں کیا ہے سب ہی ڈوبیں گے مرگ انبوہ جشنِ دارد۔ یہ سنتے ہی میں تو وہاں سے روانہ ہوئی۔ کراچی جہاز کھڑے تھے میں نے ملازم سے کہوایا کہ یہ جہاز کی کیا حالت ہے اُنہوں نے کہا طوفان میں ہے۔ دارا اور زیادہ توجہ بیس گھنٹہ سے طوفان میں ہیں ہم نے وہ راستہ چھوڑ دیا پھر بھی ہمکو طوفان ملا جو چار پانچ گھنٹہ رہیگا اور کچھ خوف نہیں یہ جہاز ہرگز ڈوب نہیں سکتا کسی طرح پیڑ ڈوبنے والا نہیں۔ بھاری بہت ہے۔ ایسے الفاظ سُنکر میں ڈر رہی تھی کہ خداوند کریم کو اس کہنے سے غصہ نہ آئے اور یہیں کھڑے کھڑے ہمکو ڈبو دے۔ مگر پھر بھی خدائے تعالیٰ نے دس مہینہ بعد اسکو دکھا دیا کہ دیکھ ہم یوں ڈبو سکتے ہیں۔ جس طرح امریکہ کی کسی کمپنی نے ایک بہت بڑا جہاز بنایا تھا اور یہ دعوےٰ کیا تھا کہ یہ جہاز کسی صورت میں ڈوب ہی نہیں سکتا خدا کو یہ غرور کے الفاظ پسند نہیں آئے اور پہلی مرتبہ جب اس میں آدمی سوار ہوکر چلے تو ایک برف کے تودے سے ٹکرا کر غرق ہوگیا ساری شیخی کرکری ہوگئی۔ اب لوگ یلملم پہاڑ کا انتظار کر رہے تھے کیونکہ یہاں سے اہل ہندوستان احرام باندھ لیتے ہیں + (باقی آئندہ)

حامدہ بیگم خیری

تضمین دلسوز[1]

(۱)

دشمنوں کی قوت و سطوت مٹانے کیلئے
مسلم خوابیدہ کی قسمت جگانے کیلئے
خواہران علم جو کے دل بڑھانے کیلئے
آہ جاتی ہے فلک پر رحم لانے کیلئے
بادلو! ہٹ جاؤ دیدو راہ جانے کیلئے

(۲)

ظلم حد سے بڑھ گئے اس چرخ نیلی فام کے
چاک پہنچے تا گریباں دامنِ اسلام کے
خوں چکاں ہیں چشم دل سے سرفروش اسلام کے
لے دعا ہاں عرض کر عرشِ الٰہی تھام کے
اے خدا اب پھیر دے دن گردشِ ایام کے

(۳)

جن کو سمجھے تھے مسیحا خود وہی بیمار ہیں
ہادیانِ دینِ حق منت کشِ زنار ہیں
کاخ ایواں قوم کے برباد ہیں مسمار ہیں
صلح تھی کل جن سے اب وہ برسرِ پیکار ہیں
وقت اور تقدیر دونوں برسرِ آزار ہیں

(۴)

گل ترستے ہیں چمن میں فیضِ شبنم کے لیے
بلبلِ شوریدہ سر سوزِ ترنم کے لیے
حامیانِ ملک و ملت حبِ باہم کے لیے
ڈھونڈتے ہیں سب مداوا سوزشِ غم کے لیے
کر رہے ہیں زخمِ دل فریاد مرہم کے لیے

(۵)

چرخ نیلی فام اب جور و ستم کو بھول جا
اے دلِ شوریدہ تو درد و الم کو بھول جا
مسلم اندوہگیں ہر رنج و غم کو بھول جا
رحم کر! لیکن نہ آئینِ کرم کو بھول جا
ہم بھلے بھولے ہیں لیکن تو نہ ہم کو بھول جا

[1] ہندو مسلم جھگڑوں سے متاثر ہو کر

خیر النساء بیگم (نیلور)

کوکوا

چائے۔ اور کافی کے حالات سے بہت سی عصمتی بہنیں واقف ہونگی لیکن شاید "کوکوا" کو زیادہ بہنیں نہ جانتی ہوں اس لیے عصمتی بہنوں کی دلچسپیوں کے لیے ایک انگریزی کتاب سے ترجمہ کرکے کوکوا کے حالات لکھتی ہوں۔

گرم مشروبات میں "کوکوا" تیسرے درجہ پر ہے۔ سب سے پہلے چائے ہے اور اس کے پینے والے کروڑوں ہیں۔ دوسرے درجہ پر کافی کا نمبر ہے۔ اور تیسرے پہ "کوکوا" ہے۔ کوکوا دودھ پلانیوالی ماؤں کے لیے نہایت مفید اور دودھ آور غذا ہے اسکا اصلی نام کاکاؤ ہے۔ اور یہ خاص امریکہ کا درخت ہے۔ چارسو سال ہوئے انگریزوں کو اسکا حال معلوم ہوا تھا۔ اب یہ درخت جزائر غرب الہند جنوبی امریکہ اور وسط امریکہ میں بہی ہوتا ہے اور چند صدیوں سے ایشیا اور افریقہ کے گرم ممالک میں بھی پایا جاتا ہے +

کوکوا کا درخت "دمیرارا" کے جنگلوں میں قدرتی طور پر تیس فٹ تک اونچا ہوتا ہے مگر کھیتی کی حالت میں ڈالیوں کی تراش خراش ضروری ہے۔ اسلیئے صرف ایک معمولی درخت کے قد کا ہوتا ہے یہ ایک سدا بہار درخت ہے جس کے پتے صاف چکیلے ہوتے ہیں۔ چھ سال تک اس پر فصل نہیں ہوتی۔ اس کے بعد بہت پھولتا ہے۔ اس کے پھول چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں اور خوشوں کی طرح ڈالیوں میں لٹکتے رہتے ہیں۔ اسکا پھل لمبا مستطیل قسم کا سات انچ سے نو انچ تک لمبا اور گولائی میں چار انچ ہوتا ہے اور اوپر کا پوست سخت رہتا ہے پختہ ہونے کے بعد اس کے کئی رنگ پیلا۔ ارغوانی۔ لال ہوتے ہیں +

اس درخت کی پیداوار کافی چائے کے مانند ایک خاص موسم میں نہیں ہوتی ہمیشہ پھلتا پھولتا رہتا ہے۔ اس درخت میں ایک ہی موسم میں ہرے بھرے پتے۔ کلیاں پھول

پھل دیکھنے پکے ا غرض سبھی کچھ ہوتے ہیں۔ اسکا پھل ایک سخت خانہ کے مانند ہوتا ہے۔ مگر اس کے اندر بیج قریب قریب جمے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان بیجوں کے مغز کا رنگ پھیکا گلابی ہوتا ہے۔ ہر ایک پھل کے اندر بیس سے لیکر چالیس تک بیج ہوتے ہیں۔ اور یہ "کوکوا" کے بیج کے نام سے مشہور ہیں۔ اور اسی سے تمام قسم کا کوکوا بنتا ہے۔ پہلا طریقہ اس کے تیار کرنے کا یہ ہے۔ کہ نئے بیج گیلی زمین میں دو تین دن دبانے کے بعد باہر نکالکر دھوپ دیتے ہیں۔ پھر سوکھے ہوئے بیج کافی کے بیجوں کی طرح کڑاہی وغیرہ میں بھونے جاتے ہیں پھر کچل کر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بنائے جاتے ہیں۔ جو کوکو انبس" کے نام سے مشہور ہیں اکثر آدمی ان ٹکڑوں (کوکوانبس) کو ہی استعمال کرتے ہیں۔ جن سے بہت عمدہ کوکوا بنتا ہے۔ مگر ان ٹکڑوں کو ہوشیاری سے اوبالنے میں بہت وقت لگتا ہے۔ ان ٹکڑوں کے ابالنے کے درمیان ایک قسم کا تیل نکلتا ہے۔ جو برتن کے سطح پر تیرتا ہوا دکھائی دیگا۔

"کوکوا" اکثر پتلے نازک پیٹروں یا پوڈر (سفوف) دو قسموں سے بناکر فروخت کیا جاتا ہے۔ پہلی قسم یعنی پیٹرون کو "فلیکڈ کوکوا" اور دوسری قسم "سالیوبل کوکوا" یعنے سفوف کے نام سے مشہور ہے۔ پہلی قسم کا "فلیکڈ کوکوا" اس طرح سے بناتے ہیں۔ کوکوا کے بیجوں کو مہین پیس کر نہایت باریک سفوف بنایا جاتا ہے۔ جس میں پانی ملاکر نشاستہ کے مانند بنا لیتے ہیں۔ اس کے بعد پتلے تختوں پر فالودہ کے مانند پھیلا دیتے ہیں۔ جب وہ تیار شدہ نشاستہ سوکھ کر سخت ہو جاتا ہے تو کاٹ کر ٹوز بنا لیتے ہیں۔

دوسری قسم کا "سالیوبل کوکوا اکثر اس طرح سے بناتے ہیں کہ کوکوا کے بیجوں کے ٹکڑوں کو بیلن وغیرہ میں ڈالکر تمام تیل نکلنے تک کچلتے اور پھر پیسکر سفوف بناتے ہیں۔ اس قسم کا کوکوا گرم اُبلتا ہوا پانی ڈالنے سے متذکرہ بالا دونوں قسموں سے زیادہ گاڑھا ہوتا ہے۔

کیونکہ اُس میں کوکوا سفوف (نشاستہ) ہوتا ہے ؀

یہانتک تو پینے کی ترکیب کا ذکر ہوا۔ بہت سی عصمتی بہنیں "چاکولیٹ" جانتی ہونگی۔ یہ بھی اسی مصالحہ سے بنتا ہے جسکا میں ذکر کر رہی ہوں۔ کوکوا میں جتنی قسمیں بنتی ہیں۔ چاکلیٹ ان تمام میں قیمتی اور اعلیٰ ہے۔ وہ اسطرح سے بناتے ہیں:۔ کوکوا کے سفوف یعنے "تالیف کوکوا" میں حسب مقدار شکر اور نشاستہ ملا دیتے ہیں۔ جب تینوں چیزیں یکجان ہوجاتی ہیں تو دبات کی صاف ستھری میزوں پر پھیلا دیا جاتا ہے۔ اور وہ میزیں آگ سے گرم کرکے "چاکولیٹ" سکھلائے جاتے ہیں ؀

غرض کوکوا کے بیجوں سے فلیکڈ کوکوا۔ سالیوبل کوکوا۔ چاکولیٹ۔ تین چیزیں بنتی ہیں۔ جنمیں سے چاکولیٹ بہت مزہ دار ہوتے ہیں۔ چونکہ ہر شخص کوکوا سے واقف نہیں اور نہ یہاں اسکا رواج ہے۔ اسلیئے میں یہاں اسکے بنانیکا بھی تھوڑا سا حال لکھتی ہوں۔ تاکہ جنکو شوق ہو وہ آزمائیں۔ بازاروں میں اسکے چھوٹے چھوٹے ٹین ملتے ہیں۔ اسکے سفوف کا رنگ بادامی ہوتا ہے۔ چائے دان میں جتنی پیالیاں بنانی منظور ہوں۔ اسی حساب سے فی پیالی ایک چائے کا چمچہ پوڈر ڈالکر اوپر سے گرم ابلتا ہوا پانی ڈالدو۔ چند منٹ کے وقفہ کے بعد خوشبو تیز ہوجائے گی۔ دودھ شکر حسب ذائقہ ملاکر استعمال کرو ؀

حالانکہ یہ بھی چائے اور کافی کے مانند ایک پینے کی چیز ہے۔ مگر دراصل یہ صرف گرم شربت ہی نہیں۔ بلکہ اپنے اندر خاصی غذائیت رکھتی ہے۔ اسکا عرق چار کی مانند پتلا نہیں ہوتا۔ گاڑھا شوربے کی مانند ہوتا ہے۔ کیونکہ اس میں کسی قدر گوشت کا مادہ بھی ہوتا ہے اسی لیے یہ گرم مشروبات میں سب سے قیمتی ہے ؀

ایک پیالی گرم کوکوا چاء اور کافی سے بدرجہا خوشگوار ہوتی ہے۔ اور اکثر لوگ تبدیل ذائقہ اور خواہش سے کبھی کبھی استعمال کرتے ہیں۔ چائے کے کثرت استعمال سے بدہضمی کی شکایت ہوجاتی ہے۔ مگر کوکوا میں کوئی برائی نہیں ؀

فاطمہ بیگم بنت محمد حسین صاحب بنگلور
(ترجمہ از انگریزی)

خالدہ ادیب خانم کی زندگی کے چند اوراق

ننھی لڑکی کی کہانی اسی کی زبانی

ننھی لڑکی جب اپنے حافظہ پر زور ڈالتی ہے اور اپنے بچپن کی باتیں یاد کرتی ہے
ترکی واقعات اس کے پیش نظر ہو جاتے ہیں (ایک بیک گرونڈ) ایک عالیشان
مکان پہاڑ پر واقع ہے جس میں ننھی لڑکی اپنی نانی کے ساتھ رہتی ہے۔ دور سے
امرا کی سبز لہریں دکھائی دیتی ہیں اور قریب اطراف میں یلدیز کے پہاڑ نظر آتے ہیں
پہاڑوں پر عظیم الشان عمارت واقع ہے جو سبز چنار کے درختوں سے گھری ہوئی ہے
اور جسکو دکھا کر لوگ کہتے ہیں کہ یہ ہز مجسٹی سلطان عبدالحمید کی جائے رہایش ہے +

لیکن ننھی لڑکی دور کی چیزوں میں دلچسپی نہیں لیتی کیونکہ آجکل وہ اپنے قدیم مکان
کے جس کی دیواروں پر سبز بیلیں چڑھی ہوئی ہیں اور جس کی بیشمار کھڑکیاں عصر کے
وقت جگمگاتی ہیں زیر اثر ہے۔ چبوتروں پر باغ لگا ہوا ہے۔ ایک پر ببول کے بلند درخت
ہیں تو دوسرے پر میئوں کے گنجان درخت انگور کا منڈوا بھی ہے۔ اسکی دلفریب چھاؤں
میں ننھی لڑکی کھیلتی ہے۔ ایک چھوٹا سا حوض بنا ہوا ہے فوارہ کے دو شیروں کے منہ سے
پانی چھوٹ چھوٹکر مغرب کے وقت کی خاموشی میں ایک دلفریب ترنم پیدا کرتا ہے
ننھی لڑکی علی الصباح باغ میں جاتی ہے۔ اسوقت اسکے اردگرد ہزارہا کبوتر جمع
ہو جاتے ہیں اور اس کی نانی انکو دانہ ڈالتی ہے۔ پھولوں کی خوشبو سے اور انکے
گوناگوں رنگوں کی آمیزش دیکھکر دنیا میں پہلے قدم رکھنے کا نادر احساس ننھی لڑکی
اس باغ میں محسوس کرتی ہے +

دوسری جھلک میں وہ اپنے آپکو ایک دوسرے مکان میں جو قریب ہی واقع ہے
پاتی ہے۔ یہاں وہ خوش نہیں ہے۔ اسکے دلپر ایک عجیب و غریب گھبراہٹ ہے وہ
عورت جسکو وہ "ماں" کہتی ہے ہمیشہ کوچ پر دراز رہتی ہے اسکی لمبی سیاہ پلکیں اس کے
چہرہ کی سفیدی کو دوبالا کرتی ہیں اسکی دراز چوٹیاں دونوں طرف سیاہ ناگوں کی
طرح پڑی رہتی ہیں۔ ننھی لڑکی اس "ماں" سے ڈرتی ہے۔ بعض وقت اسکا دل
اس ماں کی طرف کھنچا جاتا لیکن ابھی وہ نہیں جانتی کہ محبت کیا چیز ہے اپنی ماں کا
ایک کام وہ ہمیشہ یاد رکھے گی۔ وہ ننھی لڑکی کو اپنے زانو پر بٹھاکر اسکے ناخن کاٹتی۔ اسوقت
اسکا زرد چہرہ ایک عجیب و غریب روشنی سے چمکنے لگتا اور اسکی جلتی ہوئی سیاہ
آنکھوں میں محبت جھلکتی ناخن وہ ذرا دبا کر کاٹتی اور لڑکی تکلیف محسوس کرتی۔ لیکن رونا
یا کسی قسم کی شکایت کرنا ناممکن تھا جبکہ اسکی ماں محبت بھرے لہجے میں یہ کہتی جاتی۔
"ایک چڑیا یہاں بیٹھی (ہتھیلی پر) اسنے پکڑ لیا (انگوٹھا) اسنے مار ڈالا (کلمے کی انگلی)
اسنے پکایا۔ اسنے کھالیا۔ جب یہ چھوٹی لڑکی مدرسے سے آئی تو اسنے پوچھا "کہاں ہے
میری چڑیا؟" آہ وہ نرم انگلیوں کا لگاؤ اور وہ آواز میں چھپا ہوا پیار ننھی لڑکی تادم
زیست نہ بھولے گی ۰

ننھی لڑکی کی اوائل زندگی میں ایک اور غمناک واقعہ ہے۔ اسکی ماں کے پاس
ایک ڈبے کا باجہ تھا جسے چابی دیکر وہ بجایا کرتی۔ اس میں سے کچھ ایسی بے سُری آوازیں
نکلتیں جنکا سُننا وہ کسی صورت برداشت نہیں کرسکتی۔ وہ ابھی دنیا میں بھیانک
آوازیں اور خراب صورتیں دیکھنے کی عادی نہیں ہوئی تھی۔ ایک دن غریب ہمسایے
کی لڑکی نے باجہ سُننے کی خواہش ظاہر کی۔ جب باجہ بجنے لگا تو ننھی لڑکی زمین پر
لوٹنے لگی اور خوب چیخ چیخکر رونا شروع کیا۔ ماں نے ڈرایا بھی سمجھایا بھی لیکن ضدی
لڑکی ایک منٹ کے لیئے بھی خاموش نہیں ہوئی۔ اسکو ابھی اس بات کا تجربہ

نہیں ہوا تھا کہ دنیا میں آدمی تنہا پیدا ہوا ہے اور تنہا جائیگا۔ جو باتیں اسکو پسند ہیں دوسروں کو ناپسند اور جن چیزوں سے اسکو نفرت ہے دوسروں کو انسے محبت ہے غرض دنیا کا دارومداری اسپر ہے کہ آدمی دوسروں کی پسند اور ناپسند کا خیال رکھے۔ آخرکار اسکی ماں نے اسکو ایک کمرے میں بند کردیا۔ اور جب اسکی نانی نے رہائی دلائی تو وہ روتے روتے تھک گئی تھی ۔

دوسری جھلک میں ننھی لڑکی ایک نیا سین دیکھتی ہے۔ اسکی ماں اب بہت دُبلی ہوگئی ہے۔ اور اس کے زرد چہرے پر اسکی بڑی بڑی آنکھیں چراغوں کی طرح چمکتی ہیں۔ اسکی نانی پالکی میں بیٹھکر کسی جگہ جارہی ہے اور ننھی لڑکی اپنے باپ کے درازقد سائیس کا ہاتھ پکڑے پالکی کے ساتھ چل رہی ہے۔ جب کبھی ننھی لڑکی پالکی کا پردہ ہٹاکر جھانکتی ہے تو اسکو ایک ایسی غمزدہ اور افسردہ شکل نظر آتی ہے کہ وہ فوراً پردہ چھوڑ دیتی ہے۔ پالکی کے پردے زرد تھے۔ لڑکی ابتک زرد رنگ دیکھ نہیں سکتی اسکو ہمیشہ اس رنگ سے نفرت ہے ۔

واقعات نے پلٹا کھایا۔ اب اسکی ماں نہیں ہے۔ لوگ کہتے ہیں وہ مرگئی۔ لڑکی تنہا ہے۔ اسکے دلمیں درد ہے اسکی کچھ سمجھ میں نہیں آتا اسے کچھ معلوم نہیں ہے وہ دیوانہ وار ادہر اُدہر پھرتی ہے۔ شام کو اسکا باپ ایک گول میز کے قریب بیٹھا ہوا ہے۔ تمام رات شمع کے آنسوؤں کے ساتھ اسکے آنسو برابر میز پر گرتے ہیں۔ نوکر دبے پاؤں چلتے ہیں اور جب کبھی لڑکی اس طرف جانکلتی ہے تو اسکو وہاں سے کھینچکر لاتے ہیں ۔

اس کے باپ کے یہاں تین نوکر ہیں۔ علی، مصطفےٰ اور رحیم علی ننھی لڑکی کا "لالہ" ہے ہر شریف گھرانے میں "لالہ" ہونا ضروری ہے۔ "لالہ" حرم میں جاسکتا ہے اور بچوں کی نگہداشت کرتا ہے۔ لڑکی علی سے بہت محبت کرتی ہے۔ جب وہ جانتی ہے کہ محبت کیا شے ہونے کا شک کروہ اپنی ماں سے محبت کرتی!!! مصطفےٰ علی کا بھائی ہے اور اسکے ساتھ کام کرتا ہے

ایک کریہ منظر عورت پکاتی ہے۔ لڑکی سنتی ہے کہ رسیم کی شادی علی سے ہونیوالی ہے۔ آجکل زیادہ وقت لڑکی نوکروں کے کمرے میں گزارتی ہے۔ جو باتیں رسیم علی اور مصطفےٰ کرتے ہیں وہ سب سنتی ہے لیکن انکا مفہوم بہت کم سمجھ میں آتا ہے۔

رسیم۔ بڑی بی رنج سے پڑگئی ہیں۔ میں اس لڑکی کا جو چاہے وہ کرسکتی ہوں۔

علی۔ اگر تو اسے ہاتھ لگائے گی تو خوب پٹے گی۔

رسیم۔ کیا کروں یہ لڑکی بہت شریر ہے ہماری شکایتیں کرتی ہے اور ہماری نقل بھی کرتی ہے۔

علی۔ وہ بچہ کیا جانے یہ سب باتیں۔

وسیم۔ اچھا اچھا دیکھو میں بھی کیسا مزہ چکھاتی ہوں کھیکڑے جو باورچیخانہ میں رکھے ہیں اس لڑکی کے سر پر ڈالونگی۔

علی۔ کھیکڑے کیوں منگائے انکی کیا ضرورت تھی؟

وسیم۔ دق کی دوا ہے۔ پلسٹیس لگانیکا ارادہ تھا لیکن اسکے پیشتر ہی کام تمام ہوگیا۔ بےآفندی کو خانم آفندی کی موت سے زیادہ انکے پہلے شوہر کی تصویر بر آمد ہونے کا رنج ہے۔

اس کے بعد رسیم نے گانا شروع کیا اور پھر ننھی لڑکی کے قریب آکر آنکھوں میں آنکھ ملاکر کہا "خالدہ خانم یہ باتیں کسی سے نہ کہنا" لڑکی کی سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا بات چھپائی جائے لیکن وہ جھنجکر جواب دیتی ہے "میں ضرور کہونگی۔ رسیم دادی" ترکی میں بچے نوکروں کو دادی وغیرہ کہکر پکارتے ہیں۔ اس پر رسیم اور علی کی خوب لڑائی ہوتی ہے۔

(باقی آئندہ)

(ترجمہ از میموئرز آف خالدہ ادیب) عظمت النسا بنت ڈاکٹر محمد اشرف صاحب حیدرآباد دکن

عصمت کی سچی قدردان بہنوں کو اس مہینہ میں ایک ایک خریدار عصمت کو دیدینے چاہئیں۔

منیجر

ترکی جدید کی عورت

ترکوں کا ملک جغرافی حیثیت سے یورپ اور ایشیا کے وسط میں واقع ہے۔ اور اسطرح پر ترکی عورتوں کے تمدن اور عادات و خصائل پر دونوں براعظموں کا اثر ہے۔ جنگ عظیم کے بعد جو انقلاب قیام جمہوریت کے بعد رُونما ہوا ہے۔ اس نے ترکی خواتین کی زندگی میں بھی ایک عظیم الشان تغیر پیدا کر دیا ہے۔ نسبتاً دوسرے ایشیائی ممالک کے ترکی خواتین میں تعلیم کی کمی اتنی نہ تھی۔ لیکن اس انقلاب کے بعد وہاں کی موجودہ حکومت نے عورتوں کی تعلیم زندگی میں ایک نئی روح پھونکدی ہے۔ ترکوں کا نظام تعلیم نسواں دنیا بھر کی ممالک سے صرف جرمنی اور جاپان کو چھوڑ کر اسوقت بہترین ہے۔ ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ تعلیم کا شعبہ ایک تعلیم یافتہ ترک خاتون کی نگرانی میں ہے۔ یہ خاتون علاوہ تعلیم یافتہ ہونے کے مختلف ممالک کی سیاحت کر چکی ہیں اور مسئلہ تعلیم پر انکی رائے ماہرانہ سمجھی جاتی ہے۔ انہوں نے اپنے زمانہ وزارت تعلیم میں عورتوں کی تعلیم کو مقدم قرار دیا ہے۔ اور انکا یہ خیال یقیناً بالکل صحیح ہے کہ آئندہ آنیوالی نسل اور قوم کی ترقی کے لیئے مردوں سے بھی زیادہ عورتوں کی تعلیم ضروری اور اہم ہے۔ چنانچہ خاتون موصوف نے عورتوں کی جبری تعلیم کی ایک اسکیم مرتب کی تھی۔ جس کی روسے قانوناً لازمی کیا گیا تھا کہ آٹھ برس کی عمر کی لڑکیاں مدرسے میں داخل کی جائیں۔ اس اسکیم پر عمل درآمد کرنے سے صرف چار برس کے قلیل عرصے میں وہاں کی تعلیم یافتہ عورتوں کی تعداد میں اسقدر ترقی ہو گئی ہے کہ گذشتہ پوری صدی میں بھی نہ ہو سکی تھی۔ نصاب تعلیم اس طرح طیار کیا گیا ہے کہ وہ عورتوں کی عملی زندگی کے لیئے مفید و کارآمد ہو۔ ان مدارس میں صرف یہی نہیں ہوتا کہ لڑکیوں کو معمولی لکھنا پڑھنا سکھایا جائے جیسا کہ ہندوستان اور دیگر ملکوں میں ہے۔ بلکہ انتظام خانہ داری عملی طور پر بتایا اور سکھایا

جاتا ہے۔ لڑکیوں کے ہر اسکول میں ایک چھوٹا سا مکمل مکان ہوتا ہے۔ جو لڑکیوں کے سپرد کر دیا جاتا ہے اور تعلیم کے اوقات سے فرصت پاکر انکو بہ حیثیت منتظمہ کے اس مکان میں رہنا پڑتا ہے۔ مدرسہ کی ایک معلمہ اپنی نگرانی میں اسی طرح کام لیتی ہے۔ اور جو غلطیاں انتظام کے متعلق لڑکیوں سے واقع ہوتی ہیں ان کی اصلاح کرتی رہتی ہے۔ اس عملی تعلیم کے بہت سے حصے ہیں۔ مثلاً کھانا پکانا۔ مہانوں کے لیے ضیافت کا انتظام کرنا۔ بیماروں کی تیمارداری۔ بچوں کی نگہداشت۔ وغیرہ وغیرہ۔ ہر شعبے میں کیوں کو مکمل تعلیم دی جاتی ہے۔ تاکہ اسکول کی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد کسی تعلیم کی محتاج نہ رہیں *

یہ طریقہ تعلیم اسقدر مفید اور کامیاب ثابت ہوا ہے کہ کوئی تعلیم یافتہ ترک ایسی لڑکی سے شادی کرنا پسند نہیں کرتا جو اسی قسم کے کسی مدرسے میں تعلیم نہ پا چکی ہو۔ وہاں کی طرز تعلیم کے متعلق ہندوستان کے تعلیم یافتہ طبقہ کا خیال ہے کہ اس قسم کی تعلیم نے ترکی عورتوں میں بے جا آزادی اور بے باکی پیدا کر دی ہے۔ اور یہ خیال کسی حد تک درست بھی ہے۔ کیونکہ تعلیم کا یہ لازمی خاصہ ہے کہ انسان آزادی کی قدر و قیمت کو سمجھے جس طرح ہیں دوا ہر شخص پر یکساں اثر کرتی ہے۔ اسی طرح تعلیم بھی عورتوں میں وہی کیفیات پیدا کر دیتی ہے جو مردوں میں۔ اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ تعلیم یافتہ مرد بمقابلہ جاہل مردوں کے زیادہ آزاد خیال اور روشن دماغ ہوتے ہیں پھر یہ کس طرح ممکن ہے کہ تعلیم عورتوں میں وہ اثر پیدا نہ کرے جو مردوں میں کرتی ہے لیکن اس آزادی اور بیباکی کا اثر بجائے مفید ہونے کے مضر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ترکوں نے پردہ کے رسم و رواج کو قطعاً اڑا دیا ہے۔ انقلاب سے قبل ترکی خواتین اپنے معمولی لباس کے اوپر برقع و نقاب کے ساتھ باہر نکلتی تھیں۔ اب پردہ صرف اس قدر رہ گیا ہے کہ ایک بہت ہلکی سی نقاب چہرہ پر دکھائی دیتی ہے۔ برقع کا رواج جاتا رہا۔ طرز

جدید کے لباس نے نقاب کے استعمال کو بھی بیکار کر دیا ہے۔ اور اسکا استعمال محض رسمی اور فیشن کے طور پر کیا جاتا ہے نہ کہ اس لیئے کہ چہرہ ڈھکا رہے۔ اس نئے فیشن نے ترکی خواتین کی زندگی میں بھی نمایاں تبدیلی پیدا کر دی ہے۔ وہ اب نہایت آزادی کے ساتھ باغات و تفریح گاہوں میں جاتی ہیں۔ تھیٹر اور سینما میں عورتوں کے لیئے علٰحدہ اور مخصوص درجے نہیں رکھے گئے۔ ان میں بلا تکلف مردوں کے ساتھ شریک ہوتی ہیں۔ صرف عورتوں کے لیئے بال روم (ناچ گھر) علٰحدہ بنائے گئے ہیں۔ جہاں ان کو فن رقص کی تعلیم دی جاتی ہے۔ مختصر یہ کہ ترکی عورت کی زندگی یورپ اور ایشیائی تہذیب کے مجموعہ کا ایک مرقع ہے۔ جس میں یورپ کی تقلید کا رنگ صاف جھلکتا ہے۔ اور جو باتیں قدامت پسندی کی اب تک باقی ہیں وہ اسلیے باقی نہیں ہیں کہ ترکی خواتین ان کو اچھا خیال کرتی ہیں بلکہ اس لیے کہ ایک دم ترک کر دینا آسان نہیں ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد یہ فرق بھی جاتا رہیگا۔ لیکن اب بھی یورپین ٹرکی کی خواتین اور ایشیائی ترکی کی مستورات میں ایک قابل تمیز فرق نظر آتا ہے ایشیائی ترکی کی عورتیں ویسی آزاد اور بے باک نہیں ہیں۔ جیسی یورپین ٹرکی کی۔ لیکن پردہ کا رواج ان میں بھی اتنا ہی کم ہو گیا ہے جتنا کہ یورپین ٹرکی میں۔ ترکی عورتیں ایسے مشاغل مثلاً دفاتر تھیٹر و سینما کی ملازمت بھی اختیار کرتی جاتی ہیں۔ جن میں اب تک ایشیائی عورت نے قدم نہیں رکھا تھا۔ اسکا سبب ترکی کا نظام تعلیم نہیں بلکہ یورپ کی تقلید بیجا ہے۔ جہاں عورت کی زندگی کا معیار خودنمائی اور بالآخر خود فروشی ہے اور اس تقلید سے مسلمان عورت کی زندگی میں کوئی صورت فلاح اور ترقی کی نہیں ہو سکتی ہے اس میں شک نہیں کہ ترکی قوم ترقی کر رہی ہے۔ اور ترقی کے میدان میں ترکی عورتیں مردوں کے ساتھ ساتھ قدم بڑھا رہی ہیں لیکن انکی زندگی میں جو انقلاب خود ترکوں کے ہاتھوں ہو رہا ہے اسکا بہت برا اثر ترکی قوم کے سامنے کسی نہ کسی شکل میں آئیگا۔ اور اسوقت اسکی تلافی محال ہوگی۔

م ۔ ب (راز جہانی)

جرمنی میں کپڑے کس طرح دُھلتے ہیں

یورپ میں ہر روز طرح طرح کی ایجادیں ہوتی ہیں تاکہ ہر قسم کے کام عمدگی اور آسانی سے ہوسکیں اور ساتھ ہی زیادہ ہوسکیں۔ ہر قوم دوسری قوم سے بڑھ جانے کے فکر میں ہے۔ نئی نئی کلیں اور مشینیں آئے دن ایجاد ہوتی رہتی ہیں جو دس دس بیس بیس کیا سو سو اور ہزار ہزار آدمیوں سے زیادہ کام کرسکتی ہیں ادنیٰ مثال ریل کا انجن ہے جو اتنی ساری گاڑیوں کو ہزارہا میل کھینچے لئے چلا جاتا ہے اور پھر کسقدر جلدی! زندگی کے ہر شعبے میں مشینیں استعمال ہوتی ہیں کپڑا بننے کی مشینیں جوتے بنانے کی مشینیں، گتے بنانے کی مشینیں، ہوا میں اُڑنے کی مشینیں، آسمان کے تارے گننے کی مشینیں، یہ معلوم کرنے کی مشینیں کہ سورج کا وزن کتنا ہے ہزار ہا کوس پر باتیں کرنے کی مشینیں۔ غرض یہ کہ کوئی مد نہیں جس کے لیے مشینیں ایجاد ہوتی ہوں۔

جہاں ہر قسم کی تجارتی، زراعتی، فوجی مشینیں ہیں وہاں گھر کے کام کاج کے لیے مشینوں کا نہ ہونا تعجب کی بات ہوتا۔ چنانچہ مکان صاف کرنے کی مشینیں، خاک چوسنے کی مشینیں، ہوا ادھر کرنے کی مشینیں، ملائی کی برف بنانے کی کلیں، قیمہ بنانے کی مشینیں، آلو چھیلنے کی مشینیں، پیاز کترنے کی مشینیں، مصالحہ پیسنے کی مشینیں۔ کپڑے دھونے کی مشینیں غرض گھر کے ہر کام کاج کو آسان بنانے کی مشینیں موجود ہیں +

میں اس مضمون میں جرمن گھروں میں کپڑے دھونے کے متعلق کچھ لکھونگا۔ جرمن عورتیں گھر میں بہت کام کرتی ہیں۔ نوکر رکھنا یہاں یورپ میں بہت ہی امیر لوگوں میں ہوتی ہیں نوّے فی صدی لوگ گھر میں کپڑے دھوتے ہیں۔ اور کپڑے دھونا گھر کے مشکل ترین کاموں میں سے ہے۔ پلنگ کی دو چادریں ہی نچوڑنے سے آدمیوں کو معلوم ہو جاتا ہے کہ گھر بھر کے کپڑے دھونا کس قدر محنت کا کام ہے +

چنانچہ طرح طرح کی مشینیں کپڑے دھونے کی یہاں مستعمل ہیں اور نئی نئی ایجاد ہو رہی ہیں۔ میرے گھر میں بھی چھ سال سے مشین ہی سے کپڑے دھوئے جاتے ہیں۔ اور میری بیوی خود ہی دھوتی ہیں۔ باہر کی دھلائی انھیں پسند نہیں۔ باہر دُھلنے سے کپڑے کمزور رہو کر جلدی پھٹ جاتے ہیں اور ساتھ ہی خرچ بھی لگنا چوگنا ہوتا ہے +

جب سے مینے یہ کپڑے دھلنے کی مشین دیکھی ہے ہمیشہ یہ سوچتا ہوں کہ یہ ایک چیز ہے جو اگر ہمارے ہندوستانی گھروں میں استعمال ہو تو کسقدر سہولت ہو جائے۔ دس دس پندرہ پندرہ دن اور برسات میں تو مہینہ ڈیڑھ مہینے دھوبی کے ہاں سے کپڑے آنیکا انتظار نہ کرنا پڑے اور نہ چھپا چھو کی مار سے تمام بٹن ٹوٹیں اور نہ اسقدر کپڑے پھٹیں۔ اور نہ یہ ڈر کہ دھوبی نے نہ معلوم کس بیمار کے کپڑوں کے ساتھ ہمارے کپڑے دھوئے ہیں۔ تین دن کے اندر کپڑے دُھل کر تیار +

کچھ عرصہ ہوا میرے پرانے مہربان اور مشفق سید سجاد حیدر صاحب رجسٹرار علیگڈھ یونیورسٹی نے لندن سے ہندوستان کی واپسی پر غریب خانہ کو شرف بخشا اتفاق سے انکے دوران قیام میں میرے گھر میں کپڑے دُھلنے کا دن بھی آیا۔ مینے انکو مشین دکھائی۔ دیکھکر پھڑک گئے، کہنے لگے کہ یہ ایک مشین ضرور لیجاؤنگا یہ چیز ہے جسکا ہندوستان میں رواج دینا بہت مفید ثابت ہوگا۔ انکے خیالات نے میرے ارادہ کو کہ اسپر ایک مضمون لکھوں اور بھی قوی کر دیا مگر موقع نہ ہوا عرصہ گذر گیا۔ اب نیا سلسلہ پیدا ہوا ہے ارادہ ہے کہ وقتاً فوقتاً "عصمتی بہنوں" کے سامنے کچھ پیش کیا کروں۔ چنانچہ کپڑے دھونے کی مشین سے شروع کرتا ہوں

جرمنی گھروں میں مختلف طرح سے کپڑے دھوئے جاتے ہیں تین چار روپے سے لیکر ساٹھ ستر روپے تک کی مشینیں مستعمل ہیں، اگر شفا خانوں، مدرسوں کے بورڈنگ ہاؤسوں، ہوٹلوں وغیرہ میں بجلی کی قوت سے کام کرنیوالی اور بڑی بڑی زیادہ قیمتی مشینیں بھی ہیں۔ میں اس مشین کے متعلق مفصل لکھتا ہوں جو خود میرے گھر میں چھ سال سے مستعمل ہے اور جسکا خود مجکو ذاتی تجربہ ہے اور جسکو میں نے پانچ چھ سال کی جانچ پڑتال اور نمائشوں اور دیگر گھرانوں میں دوسری مشینوں سے مقابلہ کر کے ابتک بہترین پایا ہے

اس مشین کا نام "سیجن فل ڈمف واش مشین" یعنی جوشن کی بھاپ بھری کپڑے دھونیکی کل جیسا کہ تصویر ملک سے معلوم ہوگا۔ اس مشین کے دراصل صرف تین حصے ہیں ایک نیچے کا چوکور پتیلا دوسرا اسکے اندر رکھنے کا "ڈھولکا" اور تیسرا اٹھا ہوا ڈھکنا۔ اس مشین کیساتھ چولھا بھی خریدا جا سکتا تھا جس سے اور بھی سہولت ہوتی ہے گو میرے گھر میں اسکا خصوصی چولھا نہیں ہے کھانا پکانیکے چولھے پر ہی رکھدیجاتی ہے اسکے اصل چولھے کے استعمال سے ایندھن غالباً تہائی اور چوتھائی سے بھی کم صرف ہوگا کیونکہ گرمی ضائع نہیں ہونے پاتی۔ یورپ میں ایندھن مہنگا ہے لہذا یہاں اسکا بہت خیال کیا جاتا ہے۔ اس مشین کی خوبیاں یہ ہیں کہ علاوہ کپڑوں کو صاف کر دینے کے اسکے استعمال سے ہر قسم کی بیماری کے جراثیم مر جاتے ہیں اور کپڑوں کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہونچتا۔ اسکا چلانا بہت آسان ہے ایک بچہ بھی سہولت سے چلا سکتا ہے۔ کپڑے دھلنے کے بعد کپڑوں کا نچوڑنا ہے تو اسکے لیے بھی یہاں مشینیں موجود ہیں گو میرے گھر میں نہیں۔ چھوٹی بڑی پانچ

5

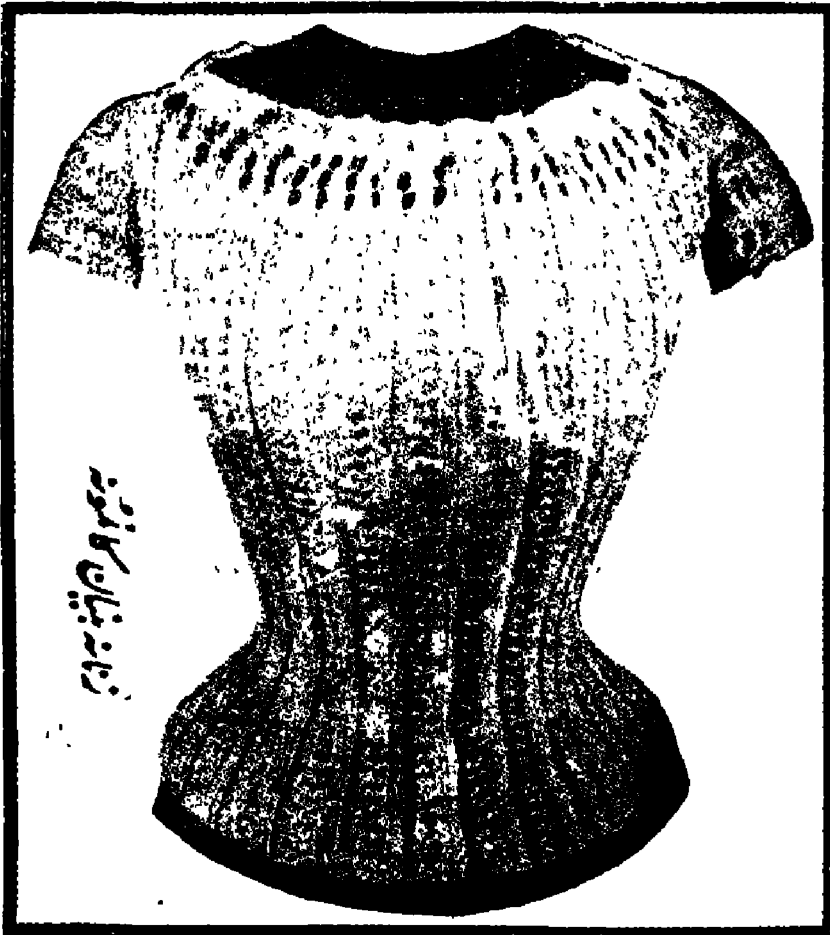


ڈھولک میں دوبارہ کپڑے ڈالے جارہے ہیں

6



کپڑے طیار ہوکر الماری میں چنے جارہے ہیں



1



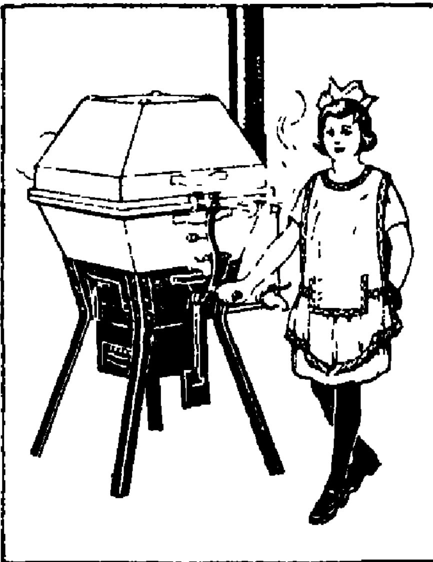
مشین کے پتیلے میں پانی ڈالا جارہا ہے

2



مشین کے ڈھولک میں بھیگے ہوئے کپڑے ڈالے جارہے ہیں

3



چھوٹی سی لڑکی مشین کو چلارہی ہے پانی اُبلنے کے بعد

4



بیس منٹ مشین چلانے کے بعد ڈھولک میں سے
کپڑے نکالے جارہے ہیں

در جنکی مشینیں ہیں نمبر ۲ چار آدمیوں کے گھرانے کے لیے نمبر ۳ آٹھ آدمیوں کے گھرانے کے لیے اور بڑے تین بڑے گھرانوں کے لیے، نمبر ۴ ہوٹلوں وغیرہ کے لیے اور ساڑھے چار اور بھی بڑے ہوٹلوں بورڈنگ ہاؤس وغیرہ کے لیے۔ نمبر ۳½ اور ۴ اور ۴½ بجلی کی قوت سے بھی استعمال کیجا سکتی ہیں میرے گھر میں نمبر ۳ ہے جسمیں ایک دفعہ میں ۲۴ قمیضیں دھوئی جا سکتی ہیں۔

دھونے کا طریقہ یہ ہے کہ تمام میلے کپڑوں کو جمع کر کے ایک بڑے تشت، ٹب یا اسی مشین کے ڈھکنے میں پانی میں تھوڑا سا سوڈا ڈالکر رات بھر بھیگنے دیا۔ دوسرے دن مشین کے پیندے میں ایک خاص مقام تک پانی بھر دیا (تصویر ۱) اور اس پانی میں معمولی صابن کتر کر ۲۰۰ گرام (ڈھائی چھٹانک) اور تھوڑا سا سوڈا (ڈھائی چھٹانک ۲۰۰ گرام) ڈالدیا اور صابن اور سوڈے کو گھلا دیا۔ پھر مشین کے ڈھولک میں اتنے کپڑے بھر دئے جتنے کہ ۲۴ قمیصیں ہوتی ہیں۔ کپڑوں کو دبانا نہیں چاہیئے بلکہ یونہیں ڈالدینا چاہیئے (تصویر ۲) اس کے بعد ڈھولک کو بند کر دیا اور پھر مشین کو ڈھکنے سے ڈھک دیا، جب پانی جوش کھانے لگے اور سوراخوں میں سے بھاپ نکلنے لگے تو مشین کے دستے کو پکڑ کر بیس منٹ تک ڈھولک کو چلانا چاہیئے (تصویر ۳) اس طرح کہ دس دفعہ ایک طرف اور پھر دس دفعہ دوسری طرف یعنی ایک منٹ میں دس چکر ایک طرف اور دس چکر دوسری طرف جلدی جلدی نہیں اس طرح سے کپڑے برابر حرکت میں رہیں گے اور اوپر نیچے ہوتے رہینگے۔ کپڑوں کی صفائی بھاپ سے ہوگی۔ آگ برابر تیز رہنی چاہیئے تاکہ پانی اُبلتا رہے۔ ہر مشین کے ساتھ اس کے متعلق پوری ہدایت ہوتی ہے۔

بیس منٹ کے بعد ڈھکنا ہٹانا چاہیئے اور ڈھولک کھولکر کپڑوں کو ایک لکڑی سے ڈھکنے میں ڈالنا چاہیئے (تصویر ۴) اور پہلے گرم پانی میں کھنگالنا چاہیئے اور پھر دوبارہ ٹھنڈے پانی میں (تصویر ۵) پھر دوسرا گھان اور اگر بہت زیادہ کپڑے ہوں تو تیسرا چوتھا اور پانچواں گھان بھی اگر کپڑے بہت ہی میلے ہوں تو ہر گھان دو دفعہ ڈھولک میں ڈالنا چاہیئے۔ استعمال کے بعد مشین صاف کر کے فوراً رکھ دینی چاہیئے۔ کپڑوں کو کھنگال کر نچوڑنا چاہیئے اور نچوڑ کر الگنی پر سکھانا چاہیئے۔ لیجئے کپڑے تیار ہو گئے۔ سوکھنے کے بعد کپڑوں کو ہموار بنانے کی بھی مشین ہوتی ہے ان میں دو بیلنوں کے درمیان میں ہو کر کپڑے گذرتے ہیں اور نہایت ہموار ہو جاتے ہیں گویا نیم استری ہو جاتی ہے اصل میں ایک دن میں کپڑے دُھلتے ہیں رات کو سوکھتے ہیں اور دوسرے دن تیار ہو کر الماری میں پہونچ جاتے ہیں (تصویر ۶) اس طرح گھر والی کا سب سے مشکل کام ختم ہو جاتا اور پھر مہینہ بھر کی چھٹی۔

محمد عبد الستار خیری از برلن

اندر پہننے کا زنانہ بنیان

(سلائیوں سے)

چیزیں مطلوبہ فیری ۴ پلائی ویسٹ وول (Fairy 4 ply vest wool) ۴ لچھیاں
(پینلوپ پرل وُول) Penelope pearl wool
نصف گز۔ چار عدد بڑی کی سلائیاں نمبر (7, S) ایک کروشیا۔ ڈیڑھ گز چھوٹا سا چوڑا (تقریباً چوتھائی انچ چوڑا) فیتہ

ترکیب۔ چار تار کا اون (فیری ۴ پلائی ویسٹ وول) لو اور اس سے ۲، خانے سلائی پر ڈالو +

پہلی قطار * چار خانے سیدھے۔ دو خانے اُلٹے * اسی طرح بنتے ہوئے قطار ختم کرو۔ اس قطار کی مانند ۹۹ قطاریں اور بن لیں اور پھر یہ اون توڑ کر عمدہ قسم کی اون (پینی لوپ پرل وُول) جوڑیں۔ ۱۰۱ ویں قطار * دو خانے اکٹھے سیدھے۔ ایک خانہ بڑھاؤ * (الٹا خانہ بننے کی طرح اون کو سامنے کی طرف لاکر خانہ بڑھایا جائے) اس طرح تمام قطار بن لو۔ ہاں آخری دو خانے اکٹھے بننے کے بعد خانہ نہیں بڑھایا جائیگا۔ ۱۰۲ ویں قطار۔ پہلے خانہ کو دو دفعہ بنکر ایک خانہ بڑھالو۔ (یعنی ایک دفعہ خانہ بنکر بائیں ہاتھ کی سلائی سے خانہ گرانے کے بجائے اس خانے کو دوبارہ پچھلے تار میں سلائی ڈالکر سیدھا بن لیا جائے) باقی قطار سیدھی بنو۔ قطار ختم ہونے پر حسب بالا بن قطاریں ۲، خانے ہونے چاہئیں۔ ۱۰۳ ویں قطار۔ ۱۰۱ ویں قطار کی اور ۱۰۴ ویں قطار۔ ۱۰۲ ویں قطار کی مانند بنو اور پھر بہت کھلا کھلا بنتے ہوئے خانے بند کردو +

بعد ازاں دوسرے حصے کیلئے ۲، خانے سلائی پر ڈالو اور اس حصے کو بھی بالکل پہلے حصے کیطرح بن لو۔ اب ان دونوں حصوں کو آپس میں جوڑ کر اندر کی یعنی الٹی جانب سوئی کیساتھ اونی دھاگے سے سی لیں۔ مگر اوپر کی طرف ہر دو جانب ۲۱-۲۶ قطاروں جتنی جگہ آستینوں کے لگانے کیلئے بغیر سیئے چھوڑ دو۔

آستین۔ چار تار کے اون سے ۱۸ خانے سلائی پر ڈالو۔ پہلی قطار * چار خانے سیدھے۔ دو خانے اُلٹے * اسی طریق سے بنتے ہوئے قطار ختم کریں۔ اس قطار کی مانند

۴۳ قطاریں اور بنکر اون توڑ لیں اور ایسے ہی دوسری آستین بھی بُن لیں اور پھر انہیں سی لیں
ہاں آستین کو اس طرح سیا جائے کہ پہلے یعنی ۸ خانوں والے اس کنارے کو جس سے آستین شروع
کی تھی۔ دوسرے اس ۸ خانوں والے کنارے کے ساتھ (جس کے خانے بند کیے گئے تھے)
دھاری سے دھاری ملا کر اونی دھاگے سے سی لیں۔ اس کے بعد آستینوں کو بنیان میں
لگا دیا جائے۔ اس طرح پر کہ آستین کو ناپ کر ٹھیک آستین کا آدھا حصہ بنیان کے ایک طرف کے
حصے سے سی دیا جائے اور دوسرا نصف دوسری طرف کے حصے کیا تھا اس طرح پہلی کی سیون کے
ساتھ آستین مل جائیگی۔ اور کندھے پر بنیان کے سامنے اور پشت کے حصے بھی آپس میں مل جیسے
جائیں گے۔ دوسری آستین بھی اسی طرح دوسری طرف سی دیں اور پھر عمدہ قسم کے اون سے
دونوں آستین اور گردن کی جگہ کے گرد کروشیا کا کنارہ بُن لیں +

کنارہ - پہلی قطار - آستین کے کسی ایک خانہ کے ساتھ اون جوڑیں - تین
چین چار ٹربل پہلے خانے میں * چار ٹربل نیچے کا ایک خانہ چھوڑ کر دوسرے
خانہ میں * ہر دو نشانوں کے درمیانی طریقہ سے بنتے ہوئے قطار ختم کریں۔ پھر
قطار کے شروع میں جو تین چین بنے گئے تھے ان میں سے تیسرے چین پر سلپ
سٹیچ بنکر قطار جوڑ دیں +

دوسری قطار * گذشتہ قطار میں جو چار ٹربل بنے گئے تھے ان چار ٹربل
کی درمیانی جگہ پر ایک ڈبل کروشیا۔ تین چین بنکر پھر اسی جگہ پر ڈبل کروشیا تین
چین * دونوں نشانوں کے درمیانی طریق سے تمام قطار بن لیں اور پھر آخر میں
اس قطار کے شروع کے ڈبل کروشیا پر ایک سلپ سٹیچ بنکر قطار جوڑ دیں اور
اون توڑ لیں +

جب دوسری آستین کے گرد بھی کنارہ بُن چکو۔ تو پھر ایسا ہی کنارہ بنیان کے اوپر یعنی
گردن والے حصے کے گرداگرد بھی بنو صرف فرق یہ ہے کہ آستین میں تو پہلی قطار میں نیچے
کا ایک خانہ چھوڑ کر دوسرے خانے میں چار ٹربل بنے گئے تھے۔ مگر گردن کے حصے میں دو خانے
چھوڑ کر تیسرے خانے میں چار ٹربل بنے جائیں۔ اس کے بعد گردن کے کروشیا کی پہلی قطار کے
والے چھیدوں میں فیتہ پرو کر سامنے کی طرف باندھ دو۔ جیسا کہ تصویر سے ظاہر ہوتا ہے

لطیف بیگم

سیر بین

اندھیرے میں دیکھنے کا آلہ۔ ایک ایسا آلہ ایجاد ہوا ہے جسکی مدد سے اندھیرے میں آدمی دیکھ سکے گا۔ لڑائی میں اس سے بڑی مدد ملے گی۔ دشمن اندھیرے کا فائدہ نہ اٹھا سکے گا۔ ہوائی جہازات کی حرکات و سکنات اندھیرے میں زمین سے دیکھی جا سکیں گی اس آلہ کی کرنیں دھند کے اور کہر میں خوب کام کرتی ہیں۔ سمندر میں جب کہر سے کچھ دکھائی نہیں دیتا اسوقت اسکی مدد سے سب کچھ نظر آ سکے گا۔ بڑے بڑے برف کے تودے جو اس دھند کے میں آ کے جہازوں سے ٹکرا جاتے ہیں وہ دور سے نظر آ جایا کرینگے۔ رات کو جن جانوروں کو نظر آتا ہے انکی عادات و خصائل کا مطالعہ اس خوبی سے ہو سکے گا کہ جانوروں کو ذرا بھی کھٹکا نہوگا کہ انکو کوئی دیکھ رہا ہے +

بونوں کی کمپنی۔ بمبئی میں ایک کمپنی آئی تھی جس میں بونے ہی بونے ہیں۔ یہ تعداد میں بیس ہیں اور دُنیا بھر کے چھوٹے سے چھوٹے قد کے بونے اس میں لیے گئے ہیں۔ یہ گاتے بجاتے نٹ بازی مکہ بازی کشتی کرتے۔ ناچتے ہنسلاتے اور کمیل کرتب کے طرح طرح کے تماشے دکھاتے ہیں۔ سارے یورپ میں سے چھانٹ چھانٹ کے یہ بونے اکٹھے کیے گئے ہیں اور ان کے تماشوں نے پیرس جرمنی اور لندن کو محو حیرت بنا رکھا ہے۔ ان میں ۱۹ برس سے ۴۰ برس تک کے بونے شامل ہیں اور قد میں صرف ایک ۳۲ انچ سے کچھ ہی نکلتا ہوا ہے۔ ان میں مرد بھی ہے اور عورتیں بھی۔ ۸ برس ہوئے جب یہ کمپنی بنی تھی یہ بونے معمولی انسانوں کی طرح رہتے سہتے ہیں اپنے قد و قامت کے مطابق انکی خوراک ہے۔ ہماری ہی جیسی عادتیں ہیں۔ ان میں سے بعض تمباکو اور شراب بھی پیتے ہیں۔ انکے درزی اور موچی بھی ساتھ ہیں +

انگریزوں کی وہم پرستی۔ انگریز بھی توہمات میں ہندوں سے کچھ کم نہیں ہیں بہت سے توہمات ہیں جن کے لیے ایک جداگانہ مضمون چاہیئے منجملہ انکے ایک وہم پرستی

پھولوں کے متعلق ان میں پھیلی ہوئی ہے۔ بعض پھول مبارک سمجھے جاتے ہیں اور بعض منحوس۔ مثلاً مئی کے مہینے کے کھلے ہوئے پھول گھروں میں لائے جانے نہایت منحوس سمجھے جاتے ہیں برعکس اس کے بہار کے موسم میں جھاڑیوں اور خاردار پودوں کے پھول مبارک سمجھے جاتے ہیں۔ ہندوستان میں بھی کچھ اسی قسم کے خیالات ہیں۔ لیکن ان میں کچھ عقلمندی معلوم ہوتی ہے۔ مثلاً ایک کانٹے دار گول پھل ہوتا ہے جسے چک مہلی کہتے ہیں اور جو پھوڑے پھنسیوں پر لگایا جاتا ہے اسکو گھروں میں رکھنا اچھا نہیں سمجھتے لیکن اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ کانٹے ہاتھوں میں نہ لگ جائیں۔ بعض پھلوں کے کانٹوں میں زہر ہوتا ہے۔

دریائی آدمی۔ سمندروں میں بھی زمین کی طرح عجیب عجیب مخلوق رہتی ہے۔ دریائی آدمی بھی ہیں اور عورتیں بھی۔ جنکو مرماہی اور نارماہی کہا جا سکتا ہے۔ مرماہی ذرا کم نظر آتا ہے کیونکہ گھبراتا بہت ہے۔ اسکی مادہ اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہے اور ایک وقت میں ایک ہی بچہ ہوتا ہے۔ مادہ اپنے بچہ کو گلپھڑوں کے نیچے اُٹھائے اُٹھائے لیئے پھرتی ہے۔ انکے چہروں پر بالکل انسانی جھلک پائی جاتی ہے انکی خوراک سمندر کے اندر کی سبزی ہے جسے بحری گھاس کہا جاتا ہے۔ ان کا طول ۸ اور ۱۰ فٹ کے درمیان ہوتا ہے اس قسم کی ایک مچھلی چند ماہ ہوئے جزیرہ زیلینڈ سے پرے پکڑی گئی تھی ٭

سمندری عورت۔ حال ہی میں ایک نارماہی (بنت البحر) پکڑی گئی۔ اسکی ناک حبشیوں کی طرح چپٹی تھی۔ اس کے نہ زبان تھی نہ دانت۔ سر پر بالوں کے گچھے تھے۔ برہنہ اور آنکھیں بالکل انسانی تھیں۔ ٹھوڑی بھاری اور بڑی تھی۔ بازو پھیلے ہوئے چپٹے تھے انگلیوں میں جھلی تھی اور ٹانگوں کی بجائے اس کے ایک لمبی چوڑی دم تھی۔ گیارہ فٹ لمبی اور دس من بھاری تھی اسکی کھال موٹی اور بھوری تھی اور نیچے کا حصہ سُرخ رنگ کا تھا اس کے باطنی اعضا انسانی تھے۔ اور خون انسان کی طرح گرم تھا۔ جب اُسے پکڑا تو وہ عورتوں کی طرح چیخ چیخ کے روئی اور تین گھنٹہ کے بعد مرگئی ٭

سمندر کے نیچے خدا جانے اور کیسی کیسی دُنیا آباد ہے۔ سمندر کبھی کبھی اس قسم کی مخلوق ہم لوگوں کو عاجز کرنے کے لیئے باہر پھینکدیا کرتا ہے تاکہ ہم یہ نہ سمجھیں کہ ہم ہی ہیں۔ بعض سمندری جانور بڑے بڑے عاقلانہ اور کارآمد کام کرتے ہیں۔ بحری جنگ (لڑائی) کے زمانہ میں

آبدوز کشتیوں کا پتہ لگانے کے لئے استعمال کیے گئے تھے۔ انکو لندن کے غسلخانے کے بڑے بڑے تالابوں میں سدھایا گیا تھا۔ انکی حس اسقدر تیز تھی کہ وہ میلوں پرے سے آنیوالی کشتی کی تھرتھراہٹ کو محسوس کر کے سمندر کی گہرائیوں سے نکل کے بھونکنے لگتے تھے اور وزارت بحری کو آبدوز کے آنے کا علم ہو جاتا تھا۔

نگمی قوم کے حالات۔ جزائر غرب الہند کی ولندیزی حکومت نے ڈاکٹروں پیمائش کنندوں اور افسران وغیرہ کی ایک مہم نیوگائنا میں تحقیق و تجسس کرنے کے لئے بھیجی تھی۔ وہ واپس آگئی ہے۔ ان سے حالات معلوم ہوئے کہ پہلے انہیں ایسے علاقہ میں سے گزرنا پڑا جہاں کے آدمی لمبے تڑنگے سرکش لڑاکا بے اعتبار اور بے ایمان ہیں۔ یہ لوگ بیپوادا کہلاتے ہیں۔ اس علاقہ سے آگے پہاڑی ملک آتا ہے اس میں ایک چھوٹی نسل آباد ہے جو نگمی کہلاتی ہے۔ یہ بیپوادا کے مقابلہ میں نہایت مہمان نواز اور یار دوست ہیں۔ ہماری صورت دیکھتے ہی اُنکے بڑے بوڑھے دوڑے گئے اور ہماری ضیافت کے لیے ایک سور کاٹ ڈالا اور بعد میں روزانہ آکر طرح طرح کی ترکاریوں سے ہماری دعوت کرتے رہے۔

ان محققوں کی رائے ہے کہ یہ نگمی قوم اس جزیرہ کی اصلی باشندہ ہے۔ ان میں کسی قسم کی کوئی تنظیمی حکومت قائم نہیں۔ ہر گاؤں کا سردار اسکا نمبردار یا اس کے بڑے بوڑھے ہیں۔ نگمی کا اوسط قد ۴ فٹ ۱۰ انچ ہے اور رنگ بالکل کالا ہے۔ اونکے جسم مضبوط گٹھے ہوئے ہیں اور خوش مزاج ہیں۔ گھٹنوں تک کی صرف ایک لنگوٹی باندھتے ہیں اور گلے میں تعویذوں کا ہار رہتا ہے اور بعض آدمیوں کے سروں پر بالوں کے موٹے موٹے جھنڈ ہوتے ہیں۔ ان کا کوئی مذہب نہیں معلوم ہوتا کیونکہ کوئی مندر وغیرہ نظر نہیں آیا۔ البتہ دریاؤں درختوں اور پہاڑوں کے بھوت پریتوں پر ان کا بڑا اعتقاد ہے اور تعویذوں اور گاؤں کے بڑے بوڑھوں کی رائے کو خوب مانتے ہیں۔ تمباکو کاشت کر کے پیتے ہیں۔ کے شایق ہیں انکے اوزار مثلاً کلہاڑی ہتھوڑہ وغیرہ پتھر کے ہیں۔ شادی سے پہلے دولہا کو بہادری کا امتحان دینا پڑتا ہے۔ وہ کھڑا ہو جاتا ہے اور دو تیر انداز اسپر تیر چلاتے ہیں۔ وہ داؤ پیچ سے بچ کے انہی چلے ہوئے تیروں سے مقابلہ کر سکتا ہے۔ یہ دلیری کا زبردست امتحان سمجھا جاتا ہے۔

بیوی کو طلاق دیتے وقت کلمہ کی انگلی کا پورا پتھر کی کلہاڑی سے کاٹ دیا جاتا ہے۔

دوسری طلاق پر دوسری انگلی کا پوروا۔ ایسی عورتیں بھی نظر آئیں جنکی تین تین چار چار انگلیوں کے پورو سے کٹے ہوئے تھے کثرت ازدواج کا ان میں رواج ہے اور بیوی کی خرید و فروخت ہوتی ہے۔ اُنکے اخلاق اچھے ہیں۔ جھونپڑے صاف ستھرے ہیں اور بچے خوب پرورش یافتہ اور تندرست ہیں +

انکی کوئی تحریری یا مقررہ زبان نہیں۔ اس لیے اس مہم کو سمجھنے میں بڑی دقت پیش آئی لیکن اس مہم نے مختلف طریقوں سے ان کی زبان سیکھ کے ایک لغت طیار کرلی ہے بعض پگمیوں نے اس کی طیاری میں بڑی دلچسپی لی اور بتایا کہ کن کن الفاظ کے مختلف معنی ہیں +

خرید و فروخت میں چیزیں بدل لی جاتی ہیں اور کوڑیاں چلتی ہیں۔ سب پگمی نباتات پر گذارہ کرتے ہیں۔ اور اکا دُکا جنگلی سور کھاتا ہے۔ آلو کیلا لیموں وغیرہ کاشت کرتے ہیں اور مردم خوری نہیں کرتے +

ایک تارے کا ٹوٹنا۔ ۲۵ر فروری کو ایک تارا ٹوٹا۔ ہمارے ملک کی تو خبر نہیں۔ انگلستان میں اس کی خوب روشنی ہوئی۔ آدھی رات کا وقت تھا۔ ایک شخص بائیکل پر سوار جارہا تھا کہ اسے خوفناک سیٹی کی آواز سنائی دی۔ فوراً ہی اسکی آنکھوں کے آگے نیلگوں سبز روشنی ظاہر ہوئی اور آواز کانوں کے پردے پھاڑنے لگی۔ ناریل (گولے) کے برابر آگ کی ایک گیند اس کے سامنے سات گز کے فاصلہ پر زمین پر آکے پڑی۔ زمین پر اسکی سفید راکھ چاروں طرف بکھر گئی۔ یہ شخص بائیکل سے اتر پڑا اور چلتے وقت یہ راکھ اس کے جوتوں کے تلووں اور بائیکل کے پہیوں کے ربڑ میں لگ گئی۔ تعجب بات یہ بتائی جاتی ہے کہ اب تک جتنے ٹوٹے ہوئے تارے زمین پر گرے ہیں ان سے کوئی آدمی نہیں مرا +

امریکہ کے لکھ پتی امریکہ کے محکمہ خزانہ جات نے جو اعداد و شمار شائع کیے ہیں انسے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۹۳۲ء میں ۲۰ لکھ پتیوں نے انکم ٹیکس ادا کیا گویا ایک سال کے عرصہ میں ۱۳۲ لکھ پتیوں کا اضافہ ہوا۔ سات آدمیوں کی سالانہ آمدنی فی کس پچاس لاکھ ڈالر ہے۔ ایک ڈالر تین روپیہ دو آنے کے برابر ہوتا ہے +

محمد ظفر

بزمِ عصمت

میں اُن تمام بہنوں کا جو سالگرہ کی مبارکباد کے خطوط بھیج رہی ہیں شکرگذار و ممنون ہوں لیکن عصمت کو اسوقت خالی خولی خطوط کی نسبت خریداروں کی تعداد میں اضافہ ہونے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ عصمت کا یہ پرچہ گو تین ہزار چھپ رہا ہے لیکن اشاعت ڈھائی ہزار سے زیادہ نہیں ہے اور گو پچھلے انیس سال میں عصمت کی کبھی اتنی اشاعت نہیں ہوئی اور اسوقت بھی للعہ چندہ کے اُردو کے ایک دو ہی ماہوار ادبی رسائل کی اشاعت عصمت سے زیادہ ہوگی لیکن عصمت جن اصولوں پر اسوقت شایع کیا جا رہا ہے انکے مقابلہ میں ڈھائی ہزار اشاعت بہت کم ہے۔ میں بھی بعض دفعہ عصمت کو پندرہ روزہ کرنے یا تقطیع بدل کر ضخامت بڑھانے اور ہر اشاعت میں کئی تصویریں شایع کرنے کی ضرورت محسوس کرتا ہوں لیکن جب تک عصمتی بہنیں اشاعت پر پوری توجہ نہ فرمائیں اور اشاعت میں خاطرخواہ ترقی نہ ہو جائے اس جولائی نمبر جیسا پرچہ ہر ماہ شایع کرنا ناممکن سا ہے اس لیے میں توقع کرسکتا ہوں کہ تمام بہنیں جو حقیقتاً عصمت کی سالگرہ کو مبارکباد کا مستحق سمجھتی ہیں کچھ نہ کچھ تحفہ بھی مبارکباد کے ساتھ عصمت کو عطا فرماکر سچی ہمدردی کا ثبوت دینگی۔ اور عصمت کو سوائے نئے خریدار دینے یا اپنی طرف سے غریب ونادار اور کم استطاعت بیبیوں کے نام رسالہ جاری کرانے کے اور کسی تحفہ کی ضرورت نہیں ہے۔ ایڈیٹر

لاہور سے رضیہ سلطان صاحبہ بنت خان سلطان احمد صاحب عہ روپیہ عصمتی بہنوں کے سامنے ایک قابل تقلید مثال پیش کرتی ہیں۔ یہ رقم انہوں نے اپنی والدہ صاحبہ کی صحت یابی کی خوشی میں بھیجکر تحریر فرمایا ہے کہ نادار اور غریب مستورات کے لیے رسالہ جاری کردیا جائے۔ ہم اپنی بہن کی اس عنایت کا دلی شکریہ ادا کرتے ہیں اور نہایت خوشی سے اعلان کرتے ہیں ۲۵ کم استطاعت بیبیوں کے نام نصف چندہ یعنی (محصولڈاک کے ۴ر کے علاوہ) صرف ۱۲ر میں رضیہ سلطان صاحبہ کی طرف سے رسالہ جاری کیا جاسکے گا۔ درخواستیں جلد آجانی چاہئیں +

منیجر

عزیزہ نورچشمی ایس کے۔ صغرا بیگم سبزواریہ کی شادی سید صفدر حسن رضوی بی۔ اے کے ساتھ ۳۰ اپریل ۱۹۲۰ء کو بفضلہ حق تعالیٰ ہوگئی۔ آپ اور سب بہنوں سے استدعا ہے کہ دونوں دولہا دولہن کے حق میں دُعا فرماویں کہ دونوں کی عیش و آرام سے آئندہ زندگی بسر ہو۔ اس خوشی میں ساڑھے آٹھ روپیہ روانہ کرتی ہوں مہربانی فرما کر غریب بہنوں کے نام رسالہ جاری کر دیجئے گا۔ ممنون و مشکور ہونگی ٭

والدہ ایس۔ کے۔ صغرا بیگم سبزواریہ کلکتہ۔

مجھے عصمت سے جتنی محبت ہے احاطہ تحریر سے باہر ہے مگر مجبوری یہ ہے کہ ہم ایک چھوٹے سے گاؤں میں رہتے ہیں جہاں تعلیم کا ایسا چرچا نہیں تاہم دو خریدار پیارے عصمت کو دیتی ہوں قبول فرمایئے۔ خواہر اوسط محمد مسیح الزماں دھولیہ ضلع ایٹہ۔

مئی کے عصمت میں جناب اڈیٹر صاحب کا مضمون پیارے رسالہ عصمت کے متعلق پڑھ کر اپنی قوم کی کمی احساس اور لاپرواہی کا بہت صدمہ ہوا۔ پانچ بہنوں کے نام لکھتی ہوں انکے بچوں پر ایک سال کے لیے رسالہ جاری کر دیجئے۔ میں اب عصمت کی اشاعت کی برابر کوشش کرتی رہونگی۔ رابعہ خاتون صدر بازار لکھنؤ۔

انور منزل نئی کوٹھی کی بنیاد جناب والد صاحب نے ڈلوائی ہے اس خوشی میں دو خریدار پیارے عصمت کو دیتی ہوں انشاء اللہ آئندہ مہینہ میں بھی دو ایک خریدار دونگی۔

صدیق النسا بیگم فیض آباد

عصمت کی سالگرہ آپ کو اور تمام بہنوں کو مُبارک ہو۔ اس خوشی میں ایک حقیر تحفہ تین خریدار میں بھی پیش کرتی ہوں + عابدہ اسمٰعیل امرتسر

عصمت کی سالگرہ کی خوشی میں چار خریدار میری طرف سے بھی قبول فرمایئے +

شیخ ضمیر احمد دہلوی کورلولہ اسٹریٹ کلکتہ

تبادلہ خیالات

(۱) نئی فیشن کی بیبیاں آجکل کس طرح ساڑی باندھتی ہیں ؟

(۲) ساڑی کے ساتھ قمیص پہنی جاتی ہے یا بلاؤس یا جمپر اُنکی تراش کیسی ہونی چاہیے۔

(۳) فیشن ایبل بیبیاں چار سال سے دس سال تک کے لڑکوں کو کیا لباس پہناتی ہیں؟ قمیص کوٹ ہاف کوٹ ؟ (۴) نیز دو سال سے آٹھ سال کی لڑکی کا لباس کس طرح کا پسند کرتی

ہیں۔ فراک۔ چڈی۔ پیٹی کوٹ؟ نیز انکے بال کیونکر بنائے جاتے ہیں؟ کاشغری سفید کیا ہوتا ہے اور کہاں ملتا ہے؟ (۶) بہن نذر سجاد حیدر صاحبہ سے عرض ہے کہ انکے دو قصے مغرور امیرزادی اور اس نے کیا کیا کیا۔ نا تمام کیوں رہ گئے؟ انھیں پورا کریجے یا کتابی صورت میں شایع کرا دیجے (۷) محترمہ بہن مسز نذیر جنگ صاحبہ سے درخواست ہے کہ وہ اپنا مشہور رسالہ بیاری تیمارداری کو تمام کرکے رسالہ میں کتاب کی صورت میں شایع کرادیں (۸) حور صحرائی ختم ہوگیا یا نہیں (۹) محترمہ خاتون اکرم کا عصمت سے کیا تعلق تھا؟ (۱۰) مسٹر و مسز اکرام آجکل کہاں ہیں (۱۱) آپ اپنے لڑکے لڑکیوں اور مسز راشد الخیری صاحبہ کے حالات سے مطلع کریں عصمتی بہنوں کو تھوڑی بہت واقفیت ضرور ہونی چاہیئے۔ مسز عبد القیوم سیٹلمنٹ افسر از بستر

اس پرچہ میں بالکل جگہ نہ ہونے کی وجہ سے آخری چار سوالوں کا جواب ہم آیندہ ماہ کے پرچہ میں دینگے پہلے پانچ سوالوں کے جوابات عصمتی بہنیں لکھ کر ممنون کریں۔ ایڈیٹر

لڑکے کی شادی کے وقت لڑکی میں کیا کیا باتیں دیکھنی چاہئیں؟ لڑکی نہایت خوبصورت لیکن زیادہ پڑھی لکھی نہ ہو تو کیا شادی کر دینی چاہئے جبکہ لڑکا گریجویٹ اور بہت فیشن ایبل ہو؟ امۃ الف طمہ آگرہ

معمے

معموں کے جوابات کے ساتھ ۲ کے ڈاکخانہ کے ٹکٹ بھیجنے کی جو تجویز مئی کے رسالہ میں بلقیس جہاں صاحبہ جونپوری نے کی تھی اس کی تائید میں بہت سے خطوط موصول ہوئے ہیں اس لیے اس مہینہ سے صرف انھیں بہنوں کے صحیح جوابات قرعہ میں شامل اور پھر ان کے نام رسالہ میں درج ہونگے جو نمبر خریداری لکھنے کے علاوہ ۲ کے ٹکٹ بھی بھیجیں گی۔ جس جواب پر نمبر خریداری درج ہوگا اس کے ساتھ ۱ کے ٹکٹ آنے چاہئیں۔ جو حضرات عصمت کے خریدار نہیں ہیں ۱۲ کے ٹکٹ بھیجکر اب وہ بھی اپنا جواب قرعہ میں شامل کرا سکینگے اور ان کا نام بھی رسالہ میں درج ہو سکے گا۔

پچھلے مہینہ کے معمے عام طور پر پسند کیے گئے۔ بعض بیبیوں نے اس طرز کے اور معمے بھی بھیجے ہیں لیکن سوائے ممبرہ احمد حسن صاحبہ کے معمہ کے جو آیندہ ماہ شایع ہوگا سب معمہ بہت مشکل ہیں۔ پچھلے مہینہ کے معمہ کا نتیجہ یہ ہے:۔

معمہ کا صحیح حل

ز	ا	ر			د	ا	ت
ر		ع		ر	ا	ز	م
	م	د	آ		ی	ا	د
م	آ		ھ	ر		ل	ن
	ص			ت	ا	ھ	
ا	ص	آ			ک		د
ل		س		ن	ل	ا	م

قرعہ ان بیبیوں کے نام نکلا ہے

۱۔ صدیق النسا فیض آباد

۲۔ رابعہ خانم صدر بازار لکھنؤ

۳۔ اہلیہ سید مظہر الدین صاحب چاندہ

ان بہنوں کو انعامات بھیجدیے گئے ہیں صحیح جوابات بھیجنے والی باقی بیبیوں کے نام اس مہینہ میں جگہ نہ ہونے کی وجہ سے نہیں چھپ سکے آئندہ مہینہ چھپ جائینگے

اس مہینہ کا معمہ

۹	۸	۷		۶	۵	۴	۳	۲	۱
	۱۵		۱۴	۱۳	۱۲	۱۱			۱۰
	۲۳	۲۲	۲۱	۲۰		۱۹	۱۸	۱۷	۱۶
۳۰			۲۹	۲۸		۲۷	۲۶	۲۵	۲۴
۳۸		۳۷	۳۶	۳۵	۳۴		۳۳	۳۲	۳۱
۴۵	۴۴	۴۳	۴۲		۴۱	۴۰	۳۹		
	۵۱		۵۰	۴۹	۴۸			۴۷	۴۶
۵۸	۵۷	۵۶				۵۵	۵۴	۵۳	۵۲
۶۵			۶۴	۶۳	۶۲	۶۱		۶۰	۵۹
۷۲	۷۱				۷۰	۶۹	۶۸	۶۷	۶۶

دائیں سے بائیں

۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶ موجودات دنیا

۷، ۸، ۹ جنگ

۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، خبردار

۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، گھٹا دینا۔ اٹھانا

۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، مغز انسان

۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷ کثرت صحبت کیلئے حرف ندا بھی آتے

۲۸، ۲۹

۳۰، ۳۲، ۳۳، چادر (فارسی لفظ ہے)

۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، سفید اچھا حرف ہیں

۳۹، ۴۰، ۴۱، سلطنتیں (آخری حرف س)

۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵ رخصت کرنا

۴۶، ۴۷ رات

۴۸، ۴۹، ۵۰ والدہ

۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، اُردو کے ایک نامور مصنف کا نام

۵۶، ۵۷، ۵۸، خدا کی راہ میں مال دینا ۵۹، ۶۰ شوہر

۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴ ہندوستان کے ایک زنانہ رسالہ کے ایڈیٹر کے نام کا پہلا لفظ،

۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰ شال ۷۱، ۷۲، جناب، جسم کا ایک حصہ،

اوپر سے نیچے

۹، ۱۰، ۱۶، ۲۴، ۳۱، نحیف، کم طاقت،

۴۶، ۵۲، ۵۹، ۶۶، بنایا ہوا میٹھا پانی،

۱۷، ۲۵، ۳۲، وظیفہ پڑھنا۔ ۴۷، ۵۳، ۶۰، ۶۷ مہینہ

۱۸، ۲۶، ۳۳، ۳۹ (۲ ۔ Free ۴، ۱۱، ۱۹، ۲۷، فریاد کرنا (عدالت میں) ۵۵، ۶۰، ۶۹ پلنگ و فرش کا کپڑا ۱۲ ۵ آتش

۳۴، ۴۱، ۴۸، سنج و غم، ۶۲ ہائے افسوس۔ ۶، ۱۳، ۲۰، ۲۸، ۳۵ اصل لفظ تادیب یعنی ادب کی تعلیم دینا

۱۴، ۲۱، ۲۹، ۳۶، ۴۲، ۵۰ مبارک۔ ایک بادشاہ کا نام جس کا مقبرہ آگرہ میں ہے ۳۷، ۴۳، ۴۴، ۸، ۱۵، ۲۳، کڑوا

۴۴، ۵۱، ۵۷، مشکل ۳۰، ۳۸، ۴۵ پرہیزگاری، ۵۸، ۶۵، ۷۲ ایک انگریزی ہندسہ

مرسلہ خواجہ نظام الدین

اس معمہ کا جواب مطبوعہ فارم کی خانہ پری کرکے اور ۲ر کے ٹکٹ لگاکے ۲۰ر جولائی تک بھیجدینا چاہیے۔ صحیح جواب بھیجنے والوں کو چار چار روپیوں کی کتابوں کے تین انعام بذریعہ قرعہ بھیجے جائیں گے باقی نام شائع ہونگے

تربیت گاہ بنات دہلی

دلی شکریہ کے مستحق ہیں وہ بہن اور بھائی جنہوں نے یتیم و نادار بچیوں کی عید منوائی خدائے بہتر و برتر انکی خدمت قبول کرے اور بلند رکھے وہ ہاتھ جنہوں نے بے وارثوں کے بدن ڈھانکے پیٹ بھرے اور آنسو پونچھے مجھے اُمید ہے مسلمان یہ بھی ملحوظ رکھیں گے کہ ان بچیوں کی ضرورتیں زندہ انسان کی ضرورتیں ہیں انکو بھی پیٹ بھرنا اور کپڑا پہننا ہے اور اس لیے یہ حق رکھتی ہیں کہ دل دردمند انکی یاد سے خالی نہ ہو اور انکی معصوم صورتیں گو نگاہ سے اوجھل ہیں مگر خیال سے اُوجھل نہ ہوں ۔

بیگم صاحبہ بیجر خلیفہ سید ہادی حسن صاحب جب دہلی تشریف لائیں تو انکو اپنی پیاری بچی ثریا بیگم کے واسطے کسی مدرسہ کی ضرورت ہوئی چنانچہ انہوں نے شہر کے عالیشان مدارس ملاحظہ فرمانے کے بعد خستہ دیواروں اور ٹیلی چھتوں کی تربیت گاہ کو بھی ملاحظہ فرمایا اور اسقدر خوش ہوئیں کہ بچی کو اسی میں داخل فرمایا۔ بیگم صاحبہ تربیت گاہ کی بچیوں سے اسقدر متاثر ہوئیں کہ دہلی میں بھی ٹیلہ میں رہی اور آجکل کہ پہاڑ پر ہیں وہاں بھی ان بچیوں کو فراموش نہیں کرتیں ، خدا بیگم صاحبہ موصوفہ کو خوش رکھے ۔

مولوی مفتی محمد کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ العلماء نے باوجود شہر میں بہت سے زنانہ درسگاہیں موجود ہونے کے اپنی بچی کے واسطے تربیت گاہ کو پسند فرمایا اور یہ عزیزہ بچی تعلیم پا رہی ہے ۔

تربیت گاہ کا بورڈنگ ۱۵ ر جون سے آخر ستمبر تک کے واسطے بند ہو گیا لڑکیاں اپنے اپنے وطن روانہ ہو گئیں ۔ ان یتیم بچیوں کے واسطے جنکا مفصل ذکر پچھلے پرچہ میں کر چکا ہوں اور جنکو آیندہ سشن میں لینے کا قصد مصمم ہے ۔ میں ان چھٹیوں میں دورہ کرونگا یتیم بچیوں کی سترہ درخواستیں اسوقت موجود ہیں دورہ کے بعد روپیہ کی مقدار دیکھکر اعلان کرونگا کہ آیندہ سشن میں تربیت گاہ کتنی یتیم اور غریب بچیاں لے سکتی ہے ۔

راشد الخیری

حل معمہ رسالہ عصمت دہلی

بابت جولائی سنہ ۱۹۲۷ء

				ت					ا
			۱۴	ر					
	•			د					
د				ی					
				ب					
							ب		

خریداری نمبر

ٹکٹ ۳/

نام

مقام

رعایت

حضرت علامہ راشد الخیری کی جن کتابوں کے نام سامنے کی فہرست میں درج ہیں عصمت کی بیسویں سالگرہ کی خوشی میں ان پر ۲ر فی روپیہ کمیشن دیا جائیگا لیکن یہ رعایت صرف ایک مہینے کے لئے ۳۰ر جولائی تک ہے اور صرف عصمتی بہنوں کے لئے ہے۔ یہ پہلا موقعہ ہے کہ محض سالگرہ کی خوشی کی وجہ سے عصمت نے کتابوں کی قیمت رعایت کی ہے اسلئے عصمتی بہنوں کو فوراً اس فائدہ اٹھانا چاہئے۔

بخدمت منیجر صاحب عصمت دہلی

جناب من تسلیم:- مندرجہ ذیل کتب دریا جن کتابوں پر نشان کیا گیا ہے) اپنے رعایتی اعلان کے بموجب ۲ر فی روپیہ کمیشن کاٹ کے بذریعہ وی پی روانہ فرما کر ممنون کریں۔

دستخط

نام

پتہ

تصانیف مصور غم علامہ راشد الخیری مدظلہ

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
روداد قفس	۱۲/	صبح زندگی	عہ/
ستونتی	۸/	شام زندگی	عہ/
منازل ترقی	۴/	شب زندگی	عہ/
این کا دم واپسین	۶/	شب زندگی حصہ ۲	عہ/
گلدستہ عید	۱۲/	منازل السائرہ حصہ ۱	عہ/
لڑکیوں کی انشاء	۱۲/	؍؍ ؍؍ حصہ ۲	عہ/
سنجوگ	۱۰/	جوہر عصمت	عہ/
سراب مغرب	۸/	جوہر قدامت	عہ/
بنت الوقت	۸/	امت کی مائیں	عہ/
اعمال نامے	۸/	عروس کربلا	عہ/
فسانہ سعید	۸/	محبوب خداوند	عہ/
انگوٹھی کا راز	۸/	یاسمین شام	عہ/
موودہ	۸/	تیغ کماں	عہ/
گوہر مقصود	۶/	تائید غیبی	۸/
سوکن کا جلاپا	۶/	در شہوار	۱۰/
نوحہ زندگی	۱۲/		
الزہرا	۱۲/	میزان	فیس جیسی
		محصولڈاک	میزان کل

منیجر عصمت دہلی

مقام ——— ضلع
ڈاکخانہ

نمبر خریداری

جولائی ۲۰ء

یہ فارم بھیجنے سے پانچ روپیہ کے وی پی پر محصولڈاک ۶ر (قریباً) معاف کر دیا جائیگا۔

بیگمات کیلئے لاجواب تحفہ

کشیدہ کاری کی اصلی مشین

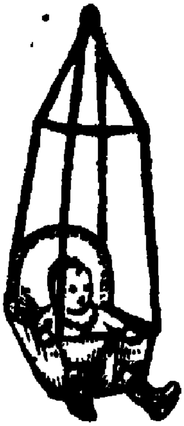
یہ وہی بے نظیر مشین ہے جس کی نسبت ۱۲ مارچ کے تہذیب نسواں میں ایک محترم خاتون اپنے مضمون کے دوران میں فرماتی ہیں کہ سچ تو یہ ہے کہ اشتہار کی تعریف و توصیف بے بنیاد نہیں واقعی یہ ننھی سی چیز اپنی بساط سے زیادہ کارآمد ہے جو بہنیں اسکے صحیح استعمال سے بخوبی واقف ہیں ضرور مجھ سے متفق ہونگی کہ آرائشی اشیا ایسی خوبصورت کاڑھی جاتی ہیں کہ کمرہ ملاقات گویا ایک خاصا سدا بہار باغیچہ بنجاتا ہے جہاں باد سموم کا خوف نہ خزاں کا اندیشہ پردے، میزپوش گدیاں فوٹو فریم سلیپر وغیرہ کیلئے یہ کاریگری نہایت موزوں ہے اگر احتیاط سے زیر استعمال رکھیں تو سالہا سال تک یہ چیزیں خراب نہیں ہوتیں۔ بچوں کے کلوک اور فراک پر بھی خصوصاً گرم لباس پر ایک ایک چھوٹا سا پھول خوشنما معلوم ہوگا اور بچھونے تو عموماً بہت خوبصورت کاڑھے جاتے ہیں" مخمل، دسوتی، اور دوسرے مناسب کپڑوں پر نہایت عمدہ بیل بوٹے نکالنے کیلئے ہماری مشین نہایت کارآمد ثابت ہوئی ہے جو گھنٹوں کا کام منٹوں میں سرانجام دیتی ہے اس کا ابھرا ہوا کام فی الحقیقت بڑا دلفریب ہوتا ہے

قیمت مشین و سامان متعلقہ حسب ذیل ہے

مشین ساڑھے چار روپے کپڑا تاننے کا فریم مع پیچکس ایک روپیہ ۱۲/ ریشم کی گچھیاں ایک روپیہ چار آنے درجن چھپے ہوئے نقشے درجہ اول ۸/ درجہ دوم ۴/ فی درجن سب چیزوں کا اکٹھا محصول ڈاک ۸/ اگر آپ اون سے کام کرنا چاہتی ہیں تو اون منگائیے (اعلیٰ قسم کی ولایتی اون فی گچھا ایک روپیہ) اگر ریشم سے کام کرنا چاہتی ہیں تو ریشم منگائیے ہر مشین کے ہمراہ کام کا نمونہ اور مفصل ترکیب استعمال اردو اور انگریزی میں بھی جاتی ہے نقلی مشینیں بازار میں بہت بکتی ہیں اصلی مشین کیلئے آپ صرف ہمارا پتہ یاد رکھیں ہماری فرم کی نسبت محترمہ جناب بنت ممتاز الحق صاحبہ سپرنٹنڈنٹ نرس بھوپال بہ الفاظ ذیل تصدیق کرتی ہیں کہ ایس احمد صاحب کے یہاں کی کشیدہ کاری کی مشین کارآمد اور پائیدار ہے ہر ایک بہن اس سے مستفید ہو۔ ریشم وغیرہ بھی اس کارخانہ سے اچھا دستیاب ہوا۔ عصمت کا حوالہ دینے سے پیکنگ کا خرچ نہیں لگے گا

ملنے کا پتہ ایس احمد اینڈ کمپنی پوسٹ بکس نمبر ۱۲۵/۱۶۵ لاہور

دنیا کی موجودہ ترقی دوسروں کے تجربوں سے فائدہ اٹھانے کا نتیجہ ہے



جھوجھو تکیہ دار نوایجاد جھولہ

بچہ کتنا ہی اچھلے کودے گر نہیں سکتا نہ رسی پکڑنے کی ضرورت نہ کسی نگرانی کی حاجت۔ ہاتھ پاؤں ہلا کر قدرتی ورزش کرتا رہتا ہے جس سے ہاضمہ درست اور بچہ تندرست رہتا ہے اور دانت نکلنے کی تکلیفوں سے بچا رہتا ہے جو بات دایہ اور ماں کی گود میں بھی میسر نہیں ہو سکتی بچہ آگ پانی میل سے ہٹی، گرم و سرد ہوا سے محفوظ رہتا ہے بچہ کو خوش محفوظ اور آرام سے دیکھ کر ماں کو فرصت رہتی ہے اور اطمینان سے گھر کے کاموں کی فرصت ملتی ہے۔ بچہ تہ ہو کر بستر میں لپٹ سکتا ہے۔ ہر جگہ آسانی سے لایا جا سکتا ہے

معزز اور مستند ڈاکٹر جھوجھو پسند کرتے اور بچوں کیلئے تجویز کرتے ہیں

۱۔ دوا اور جھیجئے میں جھوجھو کے مفید ہونے کی دل سے قدر کرتا ہوں کیپٹن ڈی بھوشن آئی ایم ایس ڈی آر اسمٰعیل خاں
۲۔ جھوجھو یہاں نہیں مل سکا اس لئے براہ راست آپ سے منگاتا ہوں ڈاکٹر اے ڈی واسُ آئی ایم ڈی سپرٹ چھاؤنی
۳۔ ڈاکٹر شاہ نے آپ کا جھوجھو میرے بچہ کے لئے تجویز کیا ہے از جناب ایس احمد صاحب لسبت نگر حیدرآباد دکن

آپکی سہیلیاں بھی جھوجھو پسند کرتی ہیں

۱۔ ایک سہیلی کے ہاں آپکا جھوجھو جھولہ دیکھ کر جی خوش ہو گیا اور مجھے بہت پسند آیا میرے پیارے بچے کے واسطے ایک جھوجھو فوراً بھیجد یجئے از محترمہ طاہرہ بیگم صاحبہ ارتضا۔ ایک جھولا منگوا چکی ہوں بہت اچھی چیز ہے براہ عنایت ایک جھوجھو قسم اول مسٹر محمد اکبر صاحب ٹنگی شیولا تبل پریس لاہور کو اور ایک گنبد صحت میری بچی کے لئے بہت جلد روانہ کریں از محترمہ مسماۃ فضل صاحبہ محمود منزل لاہور۔ آپ سے جھوجھو منگا چکی ہوں دو کی اور ضرورت ہے فوراً ارسال فرمائیں از جنابہ بیگم محمد احمد صاحب انصاری منصف۔

آپ بھی اپنے پیارے بچے کو اس مفید اور آرام دہ چیز سے محروم نہ رکھیں آج ہی اچھی پسند یا واپسی کی شرط پر بذریعہ وی پی منگائیں قیمت قسم اعلیٰ سٹیل فریم چھ روپے قسم اوسط آہنی فریم خاکی چین ۵ ہے محصول ڈاک ۱۲؍

کے اینڈ کیز کمپنی نمبر ۳۹ فیض بازار۔ پوسٹ بکس نمبر ۳۲ دہلی

نوشابہ کی ہم مدرسہ سہیلیاں کہہ رہی ہیں

کہ کروڑوں مسلمانوں سے ہم دیکھتے ہیں کہ کتنے مسلمان ہیں کہ اپنی لڑکیوں کو الف بے تے سے تعلیم دے کر نماز روزہ سے واقف کرکے گھرداری سکھلاتے ہیں مندرجہ بالا باتوں کی تعلیم ذیل کی کتاب زنانہ بستہ ان کو بخوبی دے سکتا ہے اس میں حسب ذیل دس لاجواب کتابیں ہیں جو بچوں کے لئے ازحد مفید پائی گئی ہیں (۱) بسم اللہ کی کتاب (۲) کھانا پکانے کی کتاب (۳) کھیل کی کتاب (۴) دس کہانیوں کی کتاب (۵) لکھنے کی کتاب (۶) نماز کی کتاب (۷) تندرستی کی کتاب (۸) تہذیب کی کتاب (۹) پردہ کی کتاب (۱۰) دلہن کا اصلی جہیز قیمت مجموعہ جلد ۸ مجلد معہ کپڑا بستہ عہ محصول ہے بڑی فہرست مفت

پتہ ایچ محمد یوسف خان منیجر شہرت ایجنسی دہلی

چودھویں رات کا چاند

جس طرح اپنی پیاری چاندنی سے دنیا کو منور کردیتا ہے اسی طرح پر یجمال صابن بھی اپنی پیاری پیاری رنگت درست کردینے والی خوشبو اور پاکیزہ مفید اجزاؤں سے بدن کی رنگت نکھار کر چہرہ کو خوبصورت اور بدن کو گورا بنا دیتا ہے اسکی دلفریبیاں دیکھنے اور استعمال کرنے پر معلوم ہوتی ہیں گورنمنٹ سے رجسٹری شدہ ہے فی بکس تین ٹکیہ مع ایک صابن دانی عہر علاوہ محصول ڈاک۔ زنانہ سنگھار بکس اسکی بھی گورنمنٹ سے رجسٹری ہوچکی ہے مستورات کے بناؤ سنگھار کے لئے یہ بکس خاص طور پر تیار کیا گیا ہے اس بکس میں پانچ چیزیں ہیں اور انعام ہے نقلی سے ہوشیار رہو (۱) یجمال صابن ایک ٹکیہ (۲) بری بہار تیل شیشی ۲ تولہ (۳) پان کی بہار ۱ ڈبیہ (۴) خوشبودار مسی ۲ تولہ (۵) سرمہ نور نظر ۶ ماشہ مفت۔ قیمت فی بکس علاوہ محصول ڈاک عہ رجسٹری فہرست مفت

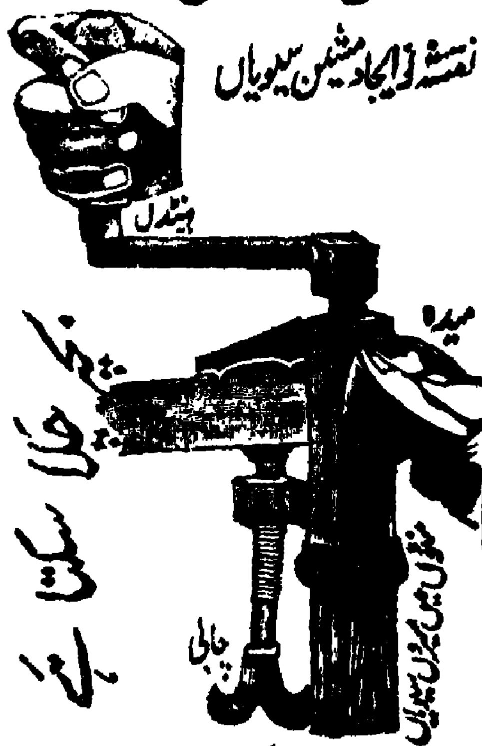
حکیم محمد یعقوب خان مالک دواخانہ نورتن دہلی نمبر ۶۸

خلاف تحریر ہو تو واپس

ہندوستان کی حقیقی ترقی کے خواہشمند

ملکی صنعت کی قدر کریں!

پیتل کی خوبصورت پالش شدہ پائیدار منٹوں میں سیویاں
نفیس و لذیذ و مالی سیویاں تیار کرنے والی نو ایجاد

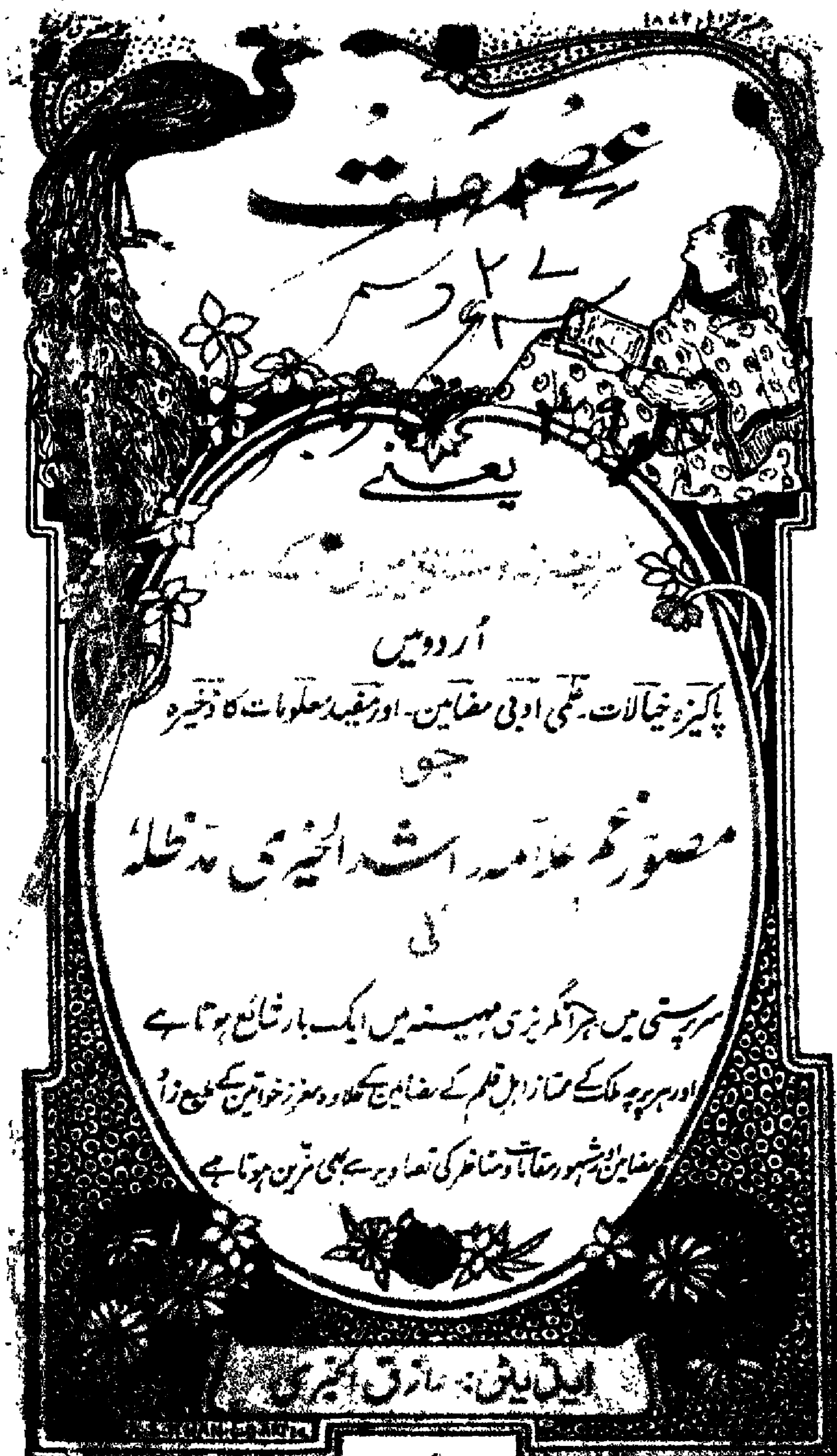


پرزے مختصر و مضبوط۔ وزن کم، حجم معمولی

حوالہ اخبار ضرور دیں۔ پتہ صاف و خوشخط

قیمت مشین پیتل معہ چھلنی، سوراخ (۱۲) دو عدد

مینجر کارخانہ مشین سیویاں قادیان پنجاب


عصمت
دسمبر ۲۷ء
یعنی
اردو میں
پاکیزہ خیالات۔ علمی ادبی مضامین۔ اور مفید معلومات کا ذخیرہ
جو
مصور غم علامہ راشد الخیری مدظلہ
کی
سرپرستی میں ہر انگریزی مہینہ میں ایک بار شائع ہوتا ہے
اور ہر پرچہ ملک کے ممتاز اہل قلم کے مضامین کے علاوہ معزز خواتین کے طبع زاد
مضامین اور مشہور مقامات و مناظر کی تصاویر سے بھی مزین ہوتا ہے
ایڈیٹر: رازق الخیری



فخرِ نسوانِ ہند محترمہ خاتون اکرم مرحومہ کے

بیش بہا ادبی مضامین کا مجموعہ

جمالِ ہمنشیں

جسکا عالم نسواں تین سال سے بے چینی سے منتظر تھا

چھپ کر طیار ہے

یہ اس محترم خاتون کے بیش بہا مضامین ہیں جو اُردو زبان کی بہترین انشاپردازی ہیں۔ ونانہ لٹریچر اس پر جسقدر فخر کرے کم ہے۔ عبرت گارِ دنیا، فانی زندگی، نیرنگئی زمانہ، فلسفۂ غم، موسم بہار، تغیراتِ زندگی، عالم نزع، ساون، پھول، ہنسی مذاق، زندوں کی زندہ ہستی، وغیرہ اس مجموعہ کے گراں قدر مضامین ہیں +

مصورِ غم حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہٗ نے آجتک کسی کتاب کا دیباچہ نہیں لکھا تھا لیکن

جمالِ ہمنشین

کا دیباچہ تحریر فرمایا ہے اور اسقدر دردانگیز کہ سنگدل سے سنگدل انسان بھی خاتون اکرم مرحومہ کی موت پر آنسو بہائے بغیر نہیں رہ سکتا +

جمالِ ہمنشین سب سے بہتر اور اعلیٰ چکنے ولایتی کاغذ آرٹ پیپر پر چھپی ہے جس پر تصویریں چھپی ہیں کتابت نہایت اعلیٰ۔ چھپائی نہایت نفیس۔ ضخامت کچھ کم سو صفحے قیمت صرف ۱۲ار

منیجر عصمت دہلی

عصمت کا سالگرہ نمبر

جولائی [illegible] میں جیسا آب و تاب سے شائع ہوا ہے اُردو کے کسی زنانہ پرچے کا کسی ایک مہینہ کا رسالہ آج تک ایسا نہیں چھپا۔ کیا بلحاظ اعلیٰ مضامین اور کیا بلحاظ تعداد و تصاویر وغیرہ۔

اخبار اتحاد کی رائے ”عصمت اپنے طرز کی پہلی کوشش ہے پابندی وقت کے ساتھ ۱۴ سال سے مسلسل شائع ہو رہا ہے۔ نہایت قابلیت اور بصرف کثیر مرتب کیا جاتا ہے۔ بیسیوں زنانہ رسالے عصمت کے بعد سے لیکر آج تک نکل رہے ہیں لیکن جو خصوصیتیں اسکو حاصل ہیں اُن میں کہاں مثلاً مضمون نگاروں کو سالانہ انعامات اور جمیل تصاویر وغیرہ۔ جولائی نمبر نہایت دلچسپ اور ہر طرح لائق ستائش ہے۔“

اخبار سیاست کی رائے ”جولائی کا پرچہ ہر حیثیت سے مطالعہ کے قابل ہے ملا راشد الخیری اور بعض افاضل قوم کے اعلیٰ پایہ کے مضامین لکھے ہوئے ہیں۔ تصاویر نہایت موزوں ہیں۔“

اخبار مدینہ کی رائے ”عصمت اپنے وقت کا بہترین زنانہ رسالہ ہے۔ جولائی نمبر میں عورتوں کی زندگی کے مخصوص شعبوں کے لیے نہایت عمدہ مشورے درج ہیں عصمت بہت مرغوب رسالہ ہے کاغذ کتابت طباعت نفیس سرورق بہت خوبصورت۔“

اخبار اودھ پنچ کی رائے ”عصمت عورتوں کا قابل اعتماد رسالہ ہے صورت سیرت ہر اعتبار سے درست ہے جب ہی ۱۹ سال سے برابر جاری ہے۔ اور نیک نامی کے ساتھ جاری ہے۔ اچھا لکھنے والیوں کو معقول انعام دیے جاتے ہیں۔ جولائی نمبر میں قصہ کہانیوں کے علاوہ تمام باتیں درج ہیں جنکا سیکھنا ایک شریف زادی کا جوہر ہے۔“

اودھ اخبار کی رائے ”عصمت مسلمان مستورات کے لیے نایاب رسالہ ہے ہر مسلمان خاندان کو اسکی قدر کرنی چاہیے۔ مضامین سبق آموز دلچسپ اور پر اثر انداز۔“

رسالہ ہمایوں کی رائے ”عصمت کے علمی ادبی مضامین کا معیار بلند ہوتا ہے۔ اس سال سترہ خواتین کو انعامات دیے گئے ہیں۔“

پرستار عصمت اسی نمبر میں چھپا ہے اور علامہ راشد الخیری مدظلہ کا بے مثل باتصویر افسانہ بھی اس جولائی نمبر کے چھپے رہ گئے ہیں پھر اشرفیاں خرچ کرنے پر بھی یہ نمبر نہ مل سکیگا۔ قیمت صرف ۱۲

زمانہ حال کی الف لیلہ

اس میں پرانے قصہ نہیں ہیں بلکہ زمانہ حال کے واقعات ہیں نہایت دلچسپ
سبق آموز اور عبرتناک مردوں اور عورتوں کے پڑھنے کے قابل
پانچ جلدوں میں

پہلی جلد درس عبرت گیارہ کہانیاں

(۱) بنت الرشید (۲) انجام ہوس (۳) کرشمہ تعلیم (۴) نیرنگی تقدیر (۵) عروج زوال (۶) انتقام قدرت (۷) ترکی ٹوپی (۸) اخوان کلوری (۹) سلطاعت (۱۰) پاداش گناہ (۱۱) چاہ کندہ را چاہ درپیش۔ قیمت عہ/

دوسری جلد تصویر معاشرت نو کہانیاں

(۱) حسن اتفاق (۲) وقت کی نیرنگیاں (۳) کشتگان رسوم (۴) انجام بے احتیاطی (۵) گم شدہ فرزند (۶) بے گنہ گناہگار (۷) رنج و راحت (۸) لیلائے سخن کا دیوانہ (۹) پیکر وفا
قیمت صرف عہ/

تیسری جلد زندگی کی صبح و شام آٹھ کہانیاں

(۱) اسرار کی دوستی (۲) ترک دنیا (۳) فہمیدہ (۴) پیکر وفا (۵) حق بحقدار (۶) امداد باہمی (۷) سود خوار کا حشر (۸) اُمید و بیم قیمت صرف ایک روپیہ (عہ/)

چوتھی جلد طوفان زندگی دس کہانیاں

(۱) پیر فرتوت (۲) خواب پریشان (۳) تیر از کمان جستہ (۴) تازیانہ عبرت (۵) اشتہاری شادی (۶) بھائی بہن (۷) فریب دولت (۸) عیار طبیب (۹) ثمرہ محنت (۱۰) ایک دن چاندنی چوک میں۔ قیمت عہ/

پانچویں جلد عروج زندگی دس کہانیاں

(۱) تصویر عروج (۲) زور بازو (۳) زر راز رمی کشد (۴) پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ ہاؤس کا مالک (۵) فولاد کا شہزادہ (۶) نوجوان لکھ پتی (۷) گدڑی میں لعل (۸) تن پرستی (۹) العین بالعین (۱۰) دوراندیش قیمت عہ/

منیجر عصمت دہلی

عورتوں اور لڑکیوں کے لیے ان ہی کی زبان میں

خلافت صدیقی جس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حالات پیدائش سے وفات تک مع ان واقعات کے جو خلافت اسلامیہ کے قایم کرنے میں انکو پیش آئے قیمت ۵ر

خلافت فاروقی جس میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مقدس زندگی کے حالات اور اُن کے عہد خلافت کے کارنامے آپ کا عدل اور آپ کی حکومت آپ کی شجاعت اور آپ کی دیانتداری کا حال ایسی آسان اُردو اور خاص مستورات کی زبان میں سوال و جواب کے طرز پر قیمت ۵ر +

خلافت عثمانی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی آپکے عہد کے واقعات و حالات و فتوحات خاص عورتوں کی زبان میں درج کیے گئے ہیں قیمت ۵ر +

خلافت حیدری حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلیفہ چہارم کے حالات زندگی آپکے عہد کے واقعات حالات اور فتوحات خلافت صدیقی و فاروقی کی طرح سلیس قیمت ۵ر +

جن خواتین نے خلفاے راشدین کے مفصل حالات نہیں پڑھے وہ اگر صرف یہ چاروں کتابیں ہی مطالعہ کریں تو تاریخ اسلام کی بہت کافی معلومات حاصل کرلیں گی +

زنانہ اسلامی گیت لڑکیوں اور عورتوں کے لیے بہت سی دینی اور اخلاقی نظمیں زبان نہایت آسان

باورچیخانہ چار جلد۔ سینکڑوں قسم کی کھانے پکانے کی صحیح ترکیبیں۔ مرتبہ محترمہ عزیز بیگم گھروالی بیبیوں کو ایک جلد اس کتاب کی ضرور منگانی چاہیے۔ قیمت ۳ر

علامہ راشد الخیری مدظلہ کے رنگ میں
دہلی کی ایک معزز خاتون کی لکھی ہوئی دو کتابیں

فریب زندگی ایک شریف خاندان کی داستان غم باپ کی بے احتیاطی بیٹے کی موت اور ایک نوجوان لڑکی کا عبرت انگیز انجام جس نے ایک جگہ شادی نہ ہونے پر لڑکی کو بدنام کیا تھا۔ قیمت ۱ر

سراب زندگی ایک صابر و شاکر خاتون کی داستان جس نے بیکسی اور بےبسی کی حالت میں نہایت ناموافق حالات کا مردانگی سے مقابلہ کیا ایک شریف لڑکی کا افسانہ غم جس کو باپ نے لالچ میں آکر ایک بڑی جگہ بیاہ دیا اور عبرت انگیز نتائج نہایت دردناک اور پُراثر واقعہ قیمت ۵ر +

پتہ: منیجر عصمت دہلی

کتب مصنفہ شمس العلماء ڈاکٹر مولوی حافظ نذیر احمد صاحب مرحوم ومغفور

حمائل شریف مترجم - ترجمہ بین السطور سطور پر حنائی رنگ مع فہرست مضامین فرہنگ الفاظ اردو سفر وحضر میں ساتھ رکھنے کے قابل کاغذ سفید چکنا ولایتی قیمت للعہ

وہ سورہ فی احسن صورہ مترجم بجبورہ کی جگہ وظیفہ پڑھنے والوں کیلئے بہت ضروری ہے قیمت ۱۱

ادعیتہ القرآن - قرآن شریف کی ساری دعائیں مع ترجمہ دخواص ٹائیل سادہ قیمت ۱۱

ہر مسلمان مرد اور عورت کو اس بے نظیر کتاب کا مطالعہ کرنا چاہئے اسلام اور انسانیت پر اس سے بہتر کتاب اردو انگریزی زبان میں نہیں چھپی یعنی الحقوق والفرائض مذہب اسلام کے سارے مسائل کا مجموعہ قرآن شریف کی آیات اور احادیث کے ترجمہ کے ساتھ ہر مسلمان کے گھر میں جو مذہب سے واقفیت رکھنا چاہتا ہو۔ اس کتاب کا ہونا لازمات میں سے ہے - قیمت عمر

حصہ اول حقوق اللہ عہ حصہ دوم حقوق العباد عہ حصہ سوم اخلاق وآداب عہ

اجتہاد اسلام کی حقانیت کا دلائل وبراہین قلعہ سے اثبات - جو مسلمان اپنے عقیدے میں پکا ہونا چاہئے اس کتاب کو ضرور دیکھئے - قیمت عہ

حیات النذیر - مولانائے مرحوم کی نہایت مفصل سوانحعمری مع فوٹو اور دو عکسی خطوط نہایت دلچسپ کتاب ہے - قیمت صرف سے ر

منظم بے نظیر۔ مولانا کی مرحوم کی کئی نظموں کا مجموعہ بہ صراحت اس امر کے کہ کہاں اور
کس موقع پر پڑھی گئی ۔ قیمت صرف ۸؎

مراۃ العروس اکبری اصغری کا مشہور قصہ قیمت ۱۲؎ بنات النعش دوسرا حصہ ۸؎
توبۃ النصوح نہایت دلچسپ قصہ قیمت ۸؎ تینوں کتابیں اس کثرت سے مروج ہیں
کہ کسی مزید تعریف کی ضرورت نہیں بازار میں کثرت سے سستی قیمت پر ملتی ہیں مگر نہ خط اچھا نہ
نہ کاغذ اچھا ڈپٹی صاحب کے صاحبزادے مولوی بشیرالدین صاحب نے اپنے اہتمام اور نگرانی میں
یہ کتابیں چھپوائی ہیں۔ کاغذ لکھائی چھپائی دیدہ زیب اور فٹ نوٹ میں تمام الفاظ کے معانی
صفحات علی الترتیب ۔ تینوں کتابوں کی قیمت ۸؎ ان کتابوں کے بغیر زنانہ لٹریچر نامکمل ہے۔

محصنات تعدد ازدواج کے برے نتائج قیمت ۱۲؎

رویائے صادقہ مختلف مذاہب کا مقابلہ اسلام سے قیمت ۸؎ ایامیٰ بیوہ کی حالت کا دردناک فوٹو قیمت ۸؎

ابن الوقت ۔ انگریزی وضع کی کورانہ تقلید کے تباہ کن نتائج قیمت ۱۲؎

موعظہ حسنہ مولانا کے اصلی نصیحت آمیز خطوط فرزند کے نام قیمت ۸؎

منتخب الحکایات بچوں کیلئے چھوٹی چھوٹی دلچسپ نتیجہ خیز کہانیاں قیمت ۸؎

چند پند مفید نصیحت آمیز مختلف مضامین کا مجموعہ بچوں کے لئے قیمت ۸؎

صرف صغیر اردو زبان میں فارسی گرامر قیمت ۸؎ نصاب خسرو جدید طرز کی خالق باری قیمت ۱۰؎

رسم الخط املا نویسی کے قواعد لڑکیوں کے لئے قیمت ۶؎

لکچروں کا مجموعہ دو جلد میں ... پیراگراف حصے فروخت نہیں ہوں گے قیمت ۸؎

شمس العلما مولانا شبلی مرحوم کی مشہور کتابیں

الفاروق خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رض کی مستند و مفصل سوانحعمری جس میں آنحضرت صلعم کی زندگی اور غزوات کے مختصر حالات لکھنے کے بعد حضرت عمر فاروق کی خلافت کی تاریخی فتوحات۔ ملکی انتظامات اور تحصیل وغیرہ امور کو نہایت وضاحت سے لکھا گیا ہے اور دکھایا گیا ہے کہ خلیفہ دوم نے جو نظام حکومت قرار دیا تھا وہ ہر حیثیت سے مکمل اور بے مثل نظام تھا۔ اور آج کل کی ترقی یافتہ حکومتیں بھی اس سے فائدہ اٹھا رہی ہیں۔ مولانا مرحوم کی کتابوں میں یہ کتاب بے مثل تسلیم کی گئی ہے ہر مسلمان مرد و عورت کا فرض ہے کہ اس کو پڑھے۔ قیمت صرف ۲عہ

المامون عباسی خلیفہ ہارون الرشید کے بیٹے مامون الرشید کی مکمل و مفصل سوانحعمری جس میں عباسی خلافت کی ترقیات علمی طور پر خاص طور سے بحث کی گئی ہے اور ان امور پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے جو امین و مامون کے درمیان مایۂ نزاع تھے قابل دید کتاب ہے اور حق یہ ہے کہ نہایت تحقیق کے ساتھ واقعات کو لکھا گیا ہے قیمت ۱عہ

الغزالی یعنی امام محمد الغزالی کی مفصل سوانحعمری جس میں امام ممدوح نے اپنی بیش بہا تصانیف سے اسلام اور مسلمانوں کو کس قدر فائدہ پہنچایا اور سائنس کے حملوں سے اسلام کو بچایا قیمت ۱عہ

سوانح مولانا روم حضرت مولانا جلال الدین رومی مصنف مثنوی مولانا روم۔ آپ کی مفصل سوانحعمری جس میں مولانا شبلی نے مولانا پر ایک قابل دید تبصرہ لکھا ہے۔ اور مثنوی کے دلاویز مضامین پر دلنشین بحث کی ہے قیمت ۱عہ

سفرنامہ روم و شام مولانا کا مشہور ممالک اسلامیہ کا سفرنامہ جس میں علاوہ ان دلچسپ واقعات کے جو سلسلۂ بیان میں آگئے ہیں قسطنطنیہ۔ بیروت۔ بیت المقدس قاہرہ وغیرہ کے حالات و واقعات نہایت تفصیل سے لکھے ہیں اور تمام مشہور مقامات کی کیفیت بھی ہے ترکی کے شاہی انقلابات کا بھی دلچسپ تذکرہ کیا گیا ہے عربوں اور ترکوں کے اخلاق و عادات کو بھی تفصیل سے بیان کیا ہے قیمت ۱عہ

مجموعہ نظم شبلی مولانا کی تمام اردو نظموں کا مجموعہ جس میں دوسری نظموں کے تمام سیاسی اور مذہبی نظمیں بھی شامل ہیں قیمت ۲ر

برگ گل مولانا شبلی کی فارسی غزلوں کا مجموعہ قیمت ۴ر

صبح امید مولانا شبلی نعمانی کی ایک نہایت پر اثر نظم قیمت ۲ر

اسلامی حکومت قیمت ۲ر رسائل شبلی عہ

تمام کتابیں منیجر عصمت بک ایجنسی دہلی سے طلب کیجئے

عصمت دہلی

جلد ۳۹ بابت ماہ دسمبر ۱۹۲۷ء نمبر ۶

تصاویر (۱) فراک مانتیض کا نمونہ (۲) بالوں کا یورپین فیشن (۳) جرمنی کی جج عورت

فہرست مضامین

مضمون		مضمون نگار	صفحہ
تربیت گاہ بنات		حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ	۴۰۸
چند باتیں		ایڈیٹر	۴۰۹
کتابوں کا انتخاب		مسز یوسف الزماں صاحبہ	۴۱۳
صحت		زہرہ نفیسی صاحبہ	۴۱۶
بیماریاں		کلثوم سعید خانم صاحبہ	۴۱۸
لڑکی کی نسبت		نواب بیگم غلام علی صاحبہ	۴۲۲
اجازت شادی		بنت شمس الہدیٰ صاحبہ	۴۲۴
نعتیہ سلام	(نظم)	زہرہ نقی الحسن صاحبہ	۴۲۵
سفرنامہ حج		حامدہ بیگم صاحبہ خیری	۴۲۷
سیتا		صادقہ خاتون صاحبہ	۴۳۱
ہماری ملکہ		فاطمہ بیگم صاحبہ	۴۳۵
عائد شہر	(قصہ)	و۔ ا صاحبہ	۴۳۹
بچوں کی ابتدائی تعلیم		عائشہ بیگم صاحبہ	۴۴۵
اخلاقی غزل	(نظم)	اہلیہ محمد حسن صاحب	۴۴۹
اصلاح رسوم		م۔ ب صاحبہ	۴۵۰
بچوں کے لئے		لطیف بیگم صاحبہ	۴۵۳
موتیوں کا گلدستہ		ایس نسیم صاحبہ	۴۵۸
نمک کے تجربات		بلقیس جہاں صاحبہ	۴۶۰
مختصر دنیا		صاحبزادہ ولی احمد خاں صاحب بی اے	۴۶۱
جنت نسواں	(نظم)	مولوی فخر الدین خاں صاحب	۴۶۴
محل کا دروازہ	(قصہ)	مولوی علی احمد صابر انجنیر	۴۶۵
سیر بین		مولوی محمد ظفر ایم اے ایل ایل بی	۴۷۰
اظہار مسرت		صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ ام ار ایل ایس	۴۷۴
بزم عصمت		متفرق	۴۷۵
رسید مضامین		ایڈیٹر	۴۷۹
اشتہارات			۴۸۲

تربیت گاہ بنات دہلی

ہندوستان بھر کی خوشحال اور نادار وکم استطاعت گیارہ سال تک کی
بچیوں کے لیئے درسگاہ مع بورڈنگ ہاؤس)

تعطیل گرما کے بعد یکم اکتوبر سے تربیت گاہ کھل گئی ہے ۔

ڈاکٹر محمد [illegible] خاں صاحب اسسٹنٹ سرجن کھنڈوہ (سی پی) کی بچی عزیزہ
علیمہ خانم۔ محمد عبدالغفور صاحب انسپکٹر پولیس سی آئی ڈی ناگپور کی بھتیجی عزیزہ کنیز فاطمہ
اور محمد منیر الدین صاحب اسٹیشن ماسٹر بھیا (صوبہ بہار) کی بچی عزیزہ حبیب النساء
یہ تینوں بچیاں بھی چھٹیاں اپنے مکان پر گذار کر واپس آگئی ہیں ۔

جو نئی بچیاں اسی سشن میں آرہی ہیں ان میں مولوی اکبر علی صاحب بی اے
انسپکٹر مدارس مانگرول (کاٹھیاواڑ) کی دو بچیاں خصوصیت سے قابل ذکر ہیں
راجہ صالح محمد خاں صاحب انجنیر نواب شاہ (سندھ) اپنی چھوٹی بچی کو
داخل کرنے کے لیئے ۲۵ اکتوبر کو تشریف لائے تھے مگر بچی کی زبان چونکہ سرحد
کی ہے اور فی الحال کوئی ایسی استانی موجود نہیں جو اس کی زبان سمجھ سکے
اس لیئے بڑے دن کی چھٹیوں میں بچی کو داخل کرنے کا وعدہ فرما گئے ہیں ۔

یتیم و نادار بچیوں کی درخواستیں اس سال پھر غیر معمولی طور پر آگئی ہیں
روپیہ کی مقدار دیکھکر آئندہ ماہ اعلان ہوگا کہ کس قدر بچیاں لی جاسکیں گی

راشد الخیری

اطلاعیں

جمال ہمنشین جنت مکانی محترمہ خاتون اکرم کے گراں بہا ادبی مضامین کا دلاویز مجموعہ جمال ہمنشین چھپ کر طیار ہو چکا ہے اور ہاتھوں ہاتھ نکل رہا ہے جن بہنوں نے ابھی تک فرمایش نہیں بھیجی انھیں جلدی کرنی چاہیئے ورنہ بہت ممکن ہے کہ اس خوبصورت ایڈیشن سے وہ محروم رہ جائیں۔ حضرت علامہ راشد الخیری قبلہ نے آجتک کسی کتاب کا دیباچہ تحریر نہیں فرمایا تھا لیکن جمال ہمنشیں جہاں اور بہت سی خوبیوں کی وجہ سے زنانہ لٹریچر میں بے مثل کتاب ہے وہاں اس کی ایک یہ خصوصیت بھی ہے کہ حضرت علامہ محترم نے اپنے مخصوص رنگ میں اسکا دیباچہ تحریر فرمایا ہے

تاریخی مضامین اور افسانے خاتون اکرم مرحومہ کے ادبی مضامین شائع کرنے کے بعد اب تاریخی مضامین اور افسانوں کی کتابت بھی شروع کرادی گئی ہے اور اُمید ہے شروع فروری تک تاریخی مضامین بھی شائع ہو جائیں گے۔ جیسا کہ میں نے سنہ ۳۲ء میں لکھا تھا اگر عصمتی بہنیں اپنے اپنے نام ابھی سے درج رجسٹر کرا دیں تو محترمہ خاتون اکرم کی دوسری کتابوں پر انھیں محصول ڈاک معاف کر دیا جائیگا

نانی عشو حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ کے اس پُر لطف افسانہ کو غیر معمولی مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔ متعدد اخبارات و رسائل اسے نقل کر رہے ہیں اور ہر طرف نانی عشو کے آیندہ کے حالات پڑھنے کی بے چینی ہے۔ چونکہ یہ قصہ ناکمل تھا پچھلے پرچہ میں نہ چھپ سکا تو سینکڑوں عصمتی بہنوں نے اسکا تقاضہ شروع کر دیا آخر ہمنے اب یہ فیصلہ کیا ہے کہ علامہ محترم سے نظر ثانی کے بعد اسے پورا کر دا کے

اور اس کے ساتھ علامہ محترم کے ایسے ہی دلچسپ لیکن نتیجہ خیز اور بہترین مطبوعہ قصے مثلاً عرب اور گلشن، سفاعی وغیرہ شامل کرکے کتابی صورت میں شائع کردیں چنانچہ ان مضامین کی اب کتابت ہورہی ہے اُمید ہے اس مہینہ میں شائع ہو جائینگے قیمت غالباً ۱۲ ہوگا

حضرت علامہ راشد الخیری کے با تصویر افسانے

نانی عشو اور دوسرے تصویر کے ساتھ ساتھ علامہ راشد الخیری مدظلہ کے معرکتہ الآرا موثر افسانے طلاق کا سفیلاں، پرستارِ محبت، بلوچن وغیرہ بھی عنقریب کتابی صورت میں شائع ہونے والے ہیں ہر افسانہ کے ساتھ مشہور مصور مسٹر سمیع کی بنائی ہوئی تصویریں ہیں۔ یہ مجموعہ علامہ محترم کی بے مثل افسانہ نگاری کا بہترین نمونہ ہوگا۔ اور بہت آب و تاب سے شائع کیا جائے گا قیمت اندازاً ۸ ہوگی +

عصمت کا جوبلی نمبر

عصمتی بہنیں عرصہ دراز سے عصمت کا کوئی خاص نمبر شائع کرنے کا شدید تقاضہ کر رہی ہیں اور مئی ۲۸ء میں عصمت کو جاری ہوئے بھی پورے بیس سال ہو جائیں اس لیے جولائی ۲۸ء میں عصمت کا جوبلی نمبر شائع ہوگا +

یہ تو خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ جوبلی نمبر شائع کرنے میں میری کوشش کہاں تک بار آور ہونگی لیکن میری یہ انتہائی آرزو ہے کہ عصمت کا جوبلی نمبر اس شان سے شائع ہو کہ ہندوستان کا کوئی رسالہ اس کی نظیر پیش نہ کرسکے۔ اس میں سو کے قریب تصویریں ہوں اور ضخامت تہائی تین سو صفحے۔ اور ہندوستان کے تمام انشا پرداز مردوں اور ملک کی تمام بہترین لکھنے والی خواتین سے اس خاص نمبر کے لیے مضامین حاصل کیے جائیں عصمت کے جوبلی نمبر پر چونکہ روپیہ نہایت کثیر صرف ہوگا اس لیے قریباً آٹھ آنے ہر عصمتی بہن

کو بھی اس پرچہ کے بلے دینے ہونگے +

اس اعلان کے بعد سب سے پہلے میں نامہ نگاران عصمت کو متوجہ کرتا ہوں نیشن لڑکیوں کے مضامین کے لیے تو اس پرچہ میں شاید گنجایش نہ نکل سکے البتہ قدیم و جدید قابل لکھنے والی بہنوں کو ضرور جوبلی نمبر کے لیے نہایت قابلیت سے مضامین یا نظمیں لکھنی چاہئیں لیکن ۳۱ مارچ تک تمام مضامین دفتر میں پہنچ جانے نہایت لازمی اور ضروری ہیں۔ مضمون سے اوپر دائیں کونے میں یہ بھی ضرور لکھدیا جائے " جوبلی نمبر کے لیے" جو بہنیں یا لڑکے خوشنما تصاویر، کارٹونز، معموں یا اور کسی طرح جوبلی نمبر کی دلچسپیاں بڑھانے میں ہمارا ہاتھ بٹانا چاہیں براہ مہربانی وسط مارچ تک ہمیں مطلع فرمادیں +

عصمت قسم خاص عصمت کی قدردان بعض محترم بہنیں سوا چار روپیہ زیادہ مرحمت فرماتی ہیں انکے لیے جنوری سے آرٹ پیپر پر (یعنی جس کاغذ پر تصویریں چھپتی ہیں یا جس پر جمال ہمنشیں چھپی ہے) قسم خاص کا پرچہ چھپا کریگا۔ جس کی قیمت عہ سالانہ ہوگی۔ جن بہنوں نے ابتک توسیع اشاعت میں حصہ نہیں لیا۔ قسم خاص اپنے نام جاری کرا کے وہ بھی عصمت کی بڑی مدد کر سکتی ہیں۔ جو بہنیں جنوری سے عصمت قسم خاص منگانا چاہیں ۲۰ دسمبر تک منیجر کو مطلع کردیں +

جنوری نمبر جولائی نمبر کی طرح جنوری ۱۹۲۹ء کا پرچہ بھی غیر معمولی آب و تاب سے شائع ہوگا ضخامت ۸۰ صفحوں سے زیادہ ہوگی تصاویر بھی کم سے کم پانچ چھ ہونگی حضرت علامہ راشد الخیری قبلہ اس پرچہ کیلئے ایک نہایت دلآویز افسانہ تحریر فرما چکے ہیں انکی تصویر سہ رنگی طیار کر رہے ہیں۔ اس نمبر میں اور بھی بہت اچھے اچھے مضامین ہونگے جو بیبیاں خریدار نہیں ہیں ان سے اس کی قیمت ۱۰ ار لی جائے گی +

اختتام سال اس پرچہ کے ساتھ جن بہنوں کی میعاد خریداری ختم ہو چکی ہے انھیں ماہ گذشتہ میں وی پی کی اطلاع دیجا چکی ہے اب ۲ دسمبر سے وی پی روانہ ہونگے۔ وی پی کا واپس کرنا عصمت کو زبردست نقصان پہنچانا اور سنگین اخلاقی جرم کا مرتکب ہونا ہے اسلیے امید ہے بہنیں وی پی وصول فرما کر ممنون کرینگی اور ۱۹۲۹ء میں عصمت کو اور بھی زیادہ دلچسپ و مفید بنانے میں ہمارا ہاتھ بٹائیں گی +

پچاس روپے کے انعامات

(متعلقہ بزم عصمت صفحہ ۰ ہم آگے)

اس مہینہ بجائے کوئی معمہ درج کرنے کے عصمتی بہنوں سے دو سوال کیے جاتے ہیں:۔

(۱) آپ عصمت کیوں خریدتی ہیں؟

(۲) عصمت کی اشاعت کسطرح بڑھ سکتی ہے؟

پہلے سوال کے جواب میں پچیس لفظوں سے زیادہ نہ لکھے جائیں۔ دوسرے سوال کے جواب میں زیادہ سے زیادہ دس سطریں ہوں۔ ہر سوال کا جواب علیحدہ علیحدہ کاغذ پر دو دو آنے کے ٹکٹوں کے ساتھ خریداری نمبر لکھ کر ۱۵ دسمبر تک بھیجدینا چاہیے۔

انعام کی صورت یہ ہوگی کہ ایک ہی مضمون کے جوابات علیحدہ علیحدہ کر دیے جائیں گے ان میں سے پہلے پانچ جوابوں میں جو تعداد میں سب سے زیادہ ہونگے۔ علیحدہ علیحدہ قرعہ ڈالا جائے گا اور جن جن بہن کا نام نکلے گا انھیں پانچ پانچ روپیہ کی کتابیں دی جائیں گی باقی جوابوں میں بھی دو قرعے پانچ پانچ روپیہ کی کتابوں کے لیے ڈالے جائیں گے گویا سات انعامات پینتیس روپے کے ہونگے۔ اس سوال کا جواب دینے والی بیبیوں کے نام گنجایش ہوئی تو رسالے میں درج ہونگے

دوسرے سوال کے جواب پر پانچ پانچ روپیہ کے تین انعامات ہیں جواب لکھنے والی تمام بیبیوں کے نام درج کیے جائیں گے۔

جو بہنیں اس مہینہ میں عصمت کو خریدار دینگی انھیں بذریعہ قرعہ پانچ پانچ روپے کے دو انعام دیے جائیں گے۔

منیجر

کتابوں کا انتخاب

مطالعہ کے وقت بہت کم بہنوں نے اس بات کا خیال کیا ہوگا کہ ان کو کونسی کونسی کتابیں پڑھنی چاہئیں۔ مطالعہ کا سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ ایسی ویسی کتابوں میں وقت خراب نہ کیا جاوے۔ محض چیدہ کتابیں پڑھی جائیں۔ اس خیال کو پیش نظر رکھ کر میں اپنی رائے عصمتی بہنوں کے سامنے پیش کرتی ہوں +

میں نے اس تحریر میں اول تو بڑی بڑی کتابوں کا ذکر نہیں کیا ہے۔ دوسرے ادنیٰ کتابوں کیا ایسی کتابیں جنکا مطالعہ اخلاقی حیثیت سے خواتین کے واسطے موزوں نہیں ہو ترک کردی ہیں +

تاریخ۔ اسلامی تاریخ کی کتابوں میں مولانا اسلم جیراجپوری کی کتاب "تاریخ امت" کو میں بہت پسند کرتی ہوں اس میں تمام واقعات آسان زبان میں مختصر طور سے دیدئے گئے ہیں۔ ان کتابوں کے پڑھنے سے ایک نظر میں اسلامی تاریخ نظر کے سامنے آجاتی ہے۔ پہلے چار خلفاء کے حالات کی بابت چار چھوٹی چھوٹی کتابوں کا اشتہار عصمت میں شائع ہوتا ہے یہ بہت اچھی اور عام فہم کتابیں ہیں۔ مولانا راشد الخیری صاحب کی الزہرا اور سیدۃ کی مائیں ہر مسلمان خاتون کی میز پر ضرور رہنی چاہئیں +

مولانا عبدالحلیم شرر لکھنوی کی چند کتابیں پڑھنے کے لائق ہیں اور دلچسپ بھی ہیں۔ ان کے نام سکینہ بنت حسین، مخدرات، اور مخدرات تیموریہ ہیں۔ آخری دونوں کتابوں میں بکثرت خواتین کے سبق آموز اور دلچسپ حالات لکھے ہیں اور پہلی حضرت سکینہ کی عمر بھری داستان ہے۔ مولانا نیاز فتحپوری کی صحابیات بھی قابل قدر کتاب ہے۔ جس میں تمام ان خواتین کے حالات درج ہیں جو حضرت رسول مقبولؐ کے زمانہ میں تھیں +

"سیرۃ مصطفیٰ" نواب بیگم صاحبہ بھوپال کی تصنیف ہے اور اس رنگ خاتون کی انشا کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ لکھائی چھپائی ۔۔ ۱۰ قیمت ہے۔

فسانے۔ آج کل قصوں اور ناولوں کی وہ کثرت ہے کہ میں معصمی بہنوں سے گزارش کرونگی کہ وہ آنکھ بند کرکے ہر ناول نہ پڑھا کریں۔ بہت سے فسانے اخلاق سے گرے ہوئے ہوتے ہیں۔ بہت ضرورت سے زیادہ طویل اور کچھ ایسے بھی ہیں جو گو کچھ نقصان نہیں پہونچاتے لیکن فائدہ بھی نہیں پہونچاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے ڈپٹی نذیر احمد مرحوم کی چند کتابیں قابل ذکر ہیں:۔ (۱) مراۃ العروس جو عام طور سے اصغری اکبری کی کتاب کے نام سے مشہور ہے (۲) بنات النعش۔ (۳) محصنات اور (۴) ایامیٰ۔ بہنیں ان کتابوں کے ناموں پر نہ جائیں۔ نام تو سمجھ میں نہیں آتے ہیں لیکن کتابیں خوب ہیں ÷

ڈپٹی صاحب کے بعد مولانا راشد الخیری کا نمبر ہے۔ جس کثرت اور جس خوبی کے ساتھ انہوں نے ناول لکھے ہیں اس نے انکا درجہ ڈپٹی نذیر احمد سے بڑھا دیا ہے۔ انکی کتابیں اس قابل ہیں کہ کچھ ضرور انکا مطالعہ کریں۔ لیکن اگر کوئی خاتون اتنا وقت نہیں نکال سکتی ہیں تو میں انسے عرض کرونگی کہ وہ صبح زندگی، شام زندگی، شبِ زندگی، اور منازل السائرہ کا تو ضرور ہی مطالعہ کریں۔ دو کتابیں غریبِ زندگی اور سراب زندگی مولانا خیری صاحب کے طرز پر کسی خاتون نے لکھی ہیں یہ بھی خوب ہیں۔ جن بہنوں کو عبرت کے غمگین ترین قصے دیکھنے ہوں وہ خواجہ حسن نظامی کے غدر دہلی کے افسانے ملاحظہ کریں۔ اس سلسلہ میں دو کتابیں خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ ایک "گدڑ کا لال" جو لاہور سے شائع ہوئی ہے اور جسکا ایک حصہ میں نے دیکھا ہے۔ نہایت پیاری کتاب ہے۔ دوسری کتاب لکھنؤ کی ایک خاتون کی تصنیف ہے اسکا نام شوکت آرا بیگم ہے۔ حکیم محمد علی کی تصنیفات میں گورِ غریباں (؟) کی موافقت میں بہت خوبی سے لکھی گئی ہے۔ ایک بنگالی ناول کا ترجمہ کسی صاحب نے "انیورنا کے مندر" کے نام سے کیا ہے۔ یہ کتاب بھی بہت دلچسپ اور قابل مطالعہ ہے **مختصر فسانوں** میں پریم چند کی پریم پچیسی اور پریم بتیسی اور مولانا راشد الخیری کی جوہرِ عصمت رجدید اعصمی بہنوں کے مطالعہ کے قابل ہیں ÷

اخلاقی اور مذہبی کتابوں میں بہشتی جوہر، زنانہ بستہ، سابق فرمانروائے بھوپال کی

چند کتابیں خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔ بعض خاندانوں میں ان کتابوں کو جہیز میں دینے کا رواج ہے ؎

نظم کے سلسلہ میں سب سے پہلے مولانا حالی کا نام لینا ضروری ہے سب سے پہلے انہوں نے خواتین کی فریاد اور ان کے مطالبات کو نظم کا لباس پہنایا۔ میں بہنوں سے عرض کرونگی کہ ان کی کتابوں کا ذخیرہ نامکمل ہوگا اگر اس میں حالی کی نظمیں نہیں ہیں۔

اقبال کے کلام کا بہت کم حصہ ہم لوگوں کے واسطے لکھا گیا ہے اس لیے ہمارے لیے بہت ادق ہے۔ البتہ ترانہ، شکوہ اور جواب شکوہ اس قابل ہیں کہ انکے بعض حصے چھوٹے بچوں اور بچیوں کو زبانی یاد کرلئے جائیں۔ ان کی "جگنو" کی نظم بہت پیاری ہے اور "نیا شوالہ" بھی بہت اچھی نظم ہے۔ احمد علی شوق لکھنوی نے عالم خیال اور بعض دیگر نظموں میں خواتین کے جذبات کا سچا فوٹو پیش کیا ہے۔ یہ بہت پیاری نظمیں ہیں بہنیں انکو پڑھ کر بہت خوش ہونگی۔

مولانا شبلی کی چند نظمیں جن میں اسلامی تاریخی واقعات نظم کیے گئے ہیں اچھی ہیں۔ سید راحت حسین کی نظموں کو عصمتی بہنوں نے بہت مطالعہ کیا ہے۔ رو دادِ قفس مولانا راشد الخیری کی ان نظموں کا مجموعہ ہے جو انہوں نے مختلف وقتوں میں نظم کی ہیں۔ اور ہمارے مطالبات کو مردوں کے سامنے پیش کیا ہے ؎

نظموں کے سلسلہ میں چکبست لکھنوی کا ذکر ضروری ہے انکی بعض نظمیں ضرور اس قابل ہیں کہ خواتین انکو ملاحظہ کریں

میرا یہ منشا نہیں ہے کہ اوپر کی ذکر کی ہوئی کتابوں کے علاوہ خواتین اور کوئی کتاب نہ پڑھیں۔ بلکہ میرا منشا محض اسقدر ہے کہ جو بہنیں مطالعہ شروع کرنا چاہیں تو انکو یہ چند سطریں کتابیں انتخاب کرنے میں مدد دیں۔ میں کسی دوسرے موقعہ پر ان کتابوں کا الگ ذکر کرونگی جو امور خانہ داری، صفائی، بچوں کی پرورش وغیرہ پر لکھی گئی ہیں ؎

مسز یوسف الزماں لکھنؤ

صحت

(سلسلہ کے لئے اکتوبر کا پرچہ صفحہ ۲۰ ملاحظہ فرمائیے)

آنکھوں کی ورزش۔ اس ورزش سے بینائی بڑھ جاتی ہوتی یعنے اگر کوئی ۵۰ سال کا بڈھا اسکو شروع کرے تو عینک سے ایک حد تک آزاد ہو جاتا ہے۔ جو طریقہ میں ذیل میں لکھوں گی نہایت زود اثر اور موثر ہے مگر پھر اس میں بھی اسی بات کا دخل ہے ارادہ دلی اور روزانہ بلاناغہ کرتے رہنا۔ ایک دن کیا ایک دن چھوڑ دیا اس سے کوئی اچھا نتیجہ نہیں نکلتا۔ اگر بچوں کو کرایا جائے تو از حد مفید ثابت ہوگا۔ اور عینک کی ممکن ہے کہ ضرورت نہ ہو۔ میں نے یہاں تک دیکھا ہے کہ بوڑھے آدمیوں کی عینک چھوٹ گئی ہے اور اچھی طرح بغیر عینک کے پڑھ لکھ سکتے ہیں۔

نمبر۱۔ دونوں آنکھوں کو، آدھے چکر میں، اوپر کی طرف، سب سے پہلے سیدھی سے بائیں طرف اور بائیں سے سیدھی طرف اس طرح ⌒ پھرائیں۔ سیدھے سے بائیں اور بائیں سے داہنی طرف ایک ورزش ہوئی۔ اسی طرح پچاس دفعہ کرو۔ گردن اور سر کو نہ ہلاؤ۔ بالکل سیدھی کھڑی رہ کر کرو۔

نمبر۲۔ جس کو ہماری طرف کان پٹی کہتے ہیں اور انگریزی زبان میں ٹمپل۔ وہاں پر چاروں انگلیاں جڑی ہوئی پچاس دفعہ بہت آہستہ آہستہ ماریں۔

نمبر۳۔ سیدھی طرف سے پیچھے دیکھنے کی کوشش کرو۔ جتنا دیکھ سکو کوشش سے دیکھو۔ پھر اسی طرح بائیں طرف سے پیچھے دیکھو۔ خوب مشق کرنے سے بہت دور تک نظر آتا ہے۔ گردن کو سخت رکھو نہ سر ہلاؤ نہ گردن بالکل سامنے دیکھتی رہو۔ ہر ورزش میں اسی طرح بغیر سر اور گردن ہلائے صرف آنکھوں کو حرکت دو۔

نمبر ۴۔ دونوں آنکھوں کو برابر گول چکر میں پھراؤ پچیس دفعہ بائیں سے سیدھی طرف اور پچیس دفعہ دائیں سے بائیں طرف درمیان سے پھراؤ اوپر سے شروع کر کے نیچے کی طرف سے چکر پھرا کر اوپر آؤ۔ اور اس طرح ( ) اچھا گول چکر پھراؤ +

نمبر ۵۔ گردن اور سر کو سخت رکھ کے سر کی طرف ادونوں آنکھوں کو اوپر پھراؤ اور نیچے کی طرف سیدھا اپنے سینہ کی طرف، دیکھو اس طرح پچاس دفعہ اوپر نیچے اوپر نیچے دیکھو +

نمبر ۶۔ جس طرح ورزش نمبر ا میں اوپر کی طرف آدھا چکر دیا تھا اسی طرح اب نیچے کی طرف گردن جھکا کر اس طرح (نیچے) دائیں سے بائیں اور بائیں سے سیدھی طرف برابر آدھا چکر دو، پچاس دفعہ +

نمبر ۷۔ اپنے سامنے، سیدھا، جتنی دور دیکھ سکو، غور سے دیکھ کر چیزیں پہچاننے کی کوشش کرو اور آہستہ آہستہ آنکھوں کو آسمان کی طرف پھرا کر، بادل وغیرہ کی شکلیں اور پرندے تارے چاند وغیرہ وغیرہ جو کچھ درمیان میں نظر آتے دیکھتی ہوئی اپنے نزدیک کی چیزوں پر نگاہ و غور ڈالو۔ اس طرح ۴ یا ۵ دفعہ کافی ہے۔ مگر یہ خیال رہے کہ آفتاب پر مطلق غور سے نہ دیکھو ورنہ آنکھیں بیکار ہو جائیں گی۔ اس سے احتراز شرط ہے +

زہرا بیگم فیضی (بمبئی)

بیماریاں

ان کے پیدا ہونے کے اسباب اور دور کرنے کے طریقے

(گزشتہ اشاعت کے آگے)

چیچک SMALL POX جسکو سیتلا بھی کہتے ہیں۔ بڑی چھوت والی بیماری ہے۔ اسے ایک قسم کے زہریلے پھوڑوں کا بخار کہہ سکتے ہیں۔ **علامات۔** جسم میں زہر داخل ہونے سے دس یا بارہ دن کے بعد یہ بیماری ظاہر ہوتی ہے۔ درد سر تمام جسم اور خاص کر پیٹھ میں درد۔ کبھی کبھی گلے کا درد۔ زکام۔ قے۔ زبان میلی۔ قبض۔ ہذیان۔ بہت کمزوری یہ سب اس مرض کی علامتیں ہیں۔ تین دن کے تیز بخار کے بعد دانے نکل آتے ہیں۔ پہلے چہرے اور پیشانی پر پھر تمام جسم پر دو دن میں سارے دانے نکل آتے ہیں پہلے صرف لال رنگ کے نشان سے نظر آتے ہیں۔ دبانے سے گم ہو جاتے ہیں پانچویں دن ابھر کر سخت ہو جاتے ہیں۔ ساتویں دن پیپ پڑ جاتی ہے۔ روک۔ اس بیماری کا کوئی خاص علاج نہیں۔ مگر بچنے کا سب سے عمدہ طریقہ یہ ہے۔ کہ بچپن ہی میں ٹیکا لگوا دیا جائے۔ جب سے اسکا ٹیکہ جاری ہوا ہے۔ بیماری بہت گھٹ گئی ہے۔ اگر ٹیکا لگنے پر چیچک نکل بھی آئے۔ تو چنداں خطرناک نہیں۔ مریض کو الگ اور اندھیرے کمرے میں رکھنا چاہیئے۔ دروازے اور کھڑکیوں پر پردے لگا دینے چاہئیں۔ داخلی دروازے پر جو پردہ لگایا جائے اُسے اسّی یا ساٹھ حصہ پانی اور ایک حصہ کاربالک ایسڈ ملا کر اس میں بھگو لیا جائے۔ جب دانے نکلیں۔ تو ڈاکٹر سے پوچھ کر میٹھا تیل اور چونے کا پانی ملا کر اچھی طرح لگا دیں۔ یا زنک اینٹمنٹ لگانا چاہئے۔ جب دانے سوکھنے لگیں۔ تو زیادہ حفاظت کی ضرورت ہے۔ اسوقت مریض کو باہر نہ جانے دو کیونکہ جب چھلکے اُترتے ہیں۔ تو بیماری پھیلنے کا ڈر ہے اسلئے جائے

چھلکے اِدھر اُدھر نہ گریں۔ جو گریں۔ ان کو جلا دو۔ بیمار کے لیے دودھ۔ ساگودانہ۔ ڈبل روٹی اور پھلوں کا رس بہت بہتر ہے۔ بیمار کے برتن الگ رکھو۔ اور انہیں استعمال کرنے کے بعد پوٹاس پرمینگنیٹ سے دھو ڈالو۔ بیمار کے کپڑے دھوبی کو مت دو۔ اس سے بیماری پھیلتی ہے۔ بلکہ گھر میں ہی احتیاط سے کاربالک لوشن سے دھونے چاہئیں۔ آخر میں جلا دینے چاہئیں۔ اور مریض کے کمرے میں سفیدی کرائیں۔ گندھک جلائیں۔ اور فرش کو کاربالک لوشن سے دھوئیں۔ بیمار کو صحت یاب ہونے کے بعد دوسرے لوگوں سے ملنے سے پیشتر کسی کیڑے مارنے والی دوائی میں غسل کرنا چاہئے ۔

کھسرہ MEASLES. یہ بیماری چھوٹے بچوں میں زیادہ ہوتی ہے۔ اور اکثر موسم سرما میں ۔ **علامات**۔ بخار کے ساتھ تمام جسم پر لال لال مچھر کے کاٹنے کی سی علامتیں نظر آتی ہیں۔ اگر اس مرض میں کام یا پیٹ کی خرابی ہو جائے۔ تو خطرناک ہے۔ ورنہ کوئی خوف نہیں۔ یہ چھوت کی بیماری ہے۔ گھر میں اگر ایک بچے کو ہو۔ تو دوسروں کو لگنے کا ڈر ہے۔ اس لیے مریض کو الگ رہنا چاہئے۔ کمرے میں صاف ہوا اور دھوپ کا انتظام کافی ہو۔ مگر بہت روشنی نہ آئے۔ کپڑے و بستر وغیرہ کو دھوپ میں ڈالیں۔ اور پانی میں کاربالک ایسڈ ملا کر اس میں بھگوئیں۔ بیمار کو دودھ پھلوں کا رس پانی پینے کو دینا چاہئے۔ تین ہفتے تک بیمار کو باہر نکلنے یا کسی کے گھر جانے نہ دیں ۔

تپ دق PHTHISIS. سب کو معلوم ہے۔ کہ یہ بیماری آجکل ہمارے ملک میں بہت بڑھ رہی ہے۔ یہ جوانی میں زیادہ لگتی ہے۔ ہیضہ اور انتڑک کی طرح اسکا بھی چھوٹا سا کیڑا ہوتا ہے۔ جو دھول مٹی یعنی اسفیاتے سانس کے ذریعے آدمیوں کے جسم میں داخل ہو کر ستیاناس کرتا ہے۔ اس کیڑے کو انگریزی میں ٹیوبرکل بے سلائی کہتے ہیں TUBERCLE BACILLI. تنگ جگہ کی بود و باش۔ ہوا اور روشنی کی قلت خوراک کی خرابی یا کمی جسمانی کمزوری موروثی بیماری اور صحت کے قانون کی خلاف ورزی۔ اس بیماری کے اسباب ہیں۔

یہ بیماری متفرق قسموں کی۔ مثلاً پھیپھڑوں کی، پیٹ کی۔ ہڈیوں کی اور دوسری جگہ کی بھی ہوتی ہے۔ مگر پھیپھڑوں اور انتڑیوں کی تپ دق کی تعداد زیادہ ہے۔ علامات۔ بخار اکثر صبح کو نہیں ہوتا۔ بلکہ شام کو زیادہ ہوتا ہے۔ پھیپھڑوں اور پیٹھ میں درد۔ بھوک کی کمی۔ رات کو پسینہ آنا۔ اور کھانسی ہونا۔ اور اس کے ساتھ بلغم آنا۔ کبھی کبھی خون بھی آتا ہے جسم کا وزن دن بدن گھٹتا جاتا ہے۔ دست آتے ہیں۔ کبھی کبھی قے بھی آتی ہے۔ روک پھیپھڑوں کی تپ دق ابتدائی ہو تو خبرداری کریں۔ اور مندرجہ ذیل اصولوں پر چلیں۔ تو بیماری دُور ہو سکتی ہے۔

مریض کو رات دن کھلی جگہ رکھا جائے۔ جہاں وہ صاف ہوا میں سانس لے سکے۔ مکان کے سارے دروازے اور کھڑکیاں رات دن کھلی رہیں۔ اگر ممکن ہو۔ تو بیمار کو رات کے وقت برامدے میں رکھیں۔ پہاڑی اور چیڑ کے درختوں کی ہوا اس مریض کی بڑی دوا ہے اسواسطے معالج بیمار کو پہاڑ جانے کو کہتے ہیں۔ عمدہ مقوی خوراک کھانی مفید ہے جیسے دودھ۔ مکھن ملائی۔ انڈا۔ گوشت کا شوربا۔ پھل سبزی۔ روٹی۔ چاول۔ لیکن یاد رہے۔ کہ خوراک اسی قدر دی جائے۔ جو بیمار ہضم کر سکے۔ دودھ اُبال کر پینا چاہیئے۔ اور بخار کی حالت میں مریض کو لیٹے رہنا چاہئے۔ کسی طرح کی اُمنگ طبیعت میں نہ آنے دے۔ رات کو جاگنے۔ نشہ اور بہت محنت سے بیماری بڑھتی ہے۔ بیمار جس کمرے میں رہے۔ رات کو اس میں اور کوئی نہ سوئے۔ بلکہ اُسکے نزدیک ہی دوسرے کمرے میں سوئے۔ بیمار کا بستر۔ خوراک اور برتن الگ رکھنے چاہئیں۔ ان کو کوئی دوسرا نہ استعمال کرے۔ مریض اِدھر اُدھر نہ تھوکے۔ کیونکہ اس بیماری کا زہر تھوک کے ذریعے دوسروں تک پہنچتا ہے۔ اس لیے مریض کو فنائل ڈال کر پیک دان دیدیا جائے۔ جس میں وہ تھوکے۔ پھر وہ تھوک لیجا کر گڑھے میں ڈال کر جلا دیا جائے۔ بیمار کے ٹھیک سامنے بیٹھنا نہیں چاہئے۔ تاکہ اس کا سانس دوسروں کے اندر نہ چلا جائے۔ پیشاب اور پاخانہ بھی تھوک کی طرح زہریلا ہے۔ اس لیے اس کو بھی جلا دینا چاہیئے۔ دھول سے

بچنا چاہیئے۔ اور مریض کو ہوشیار رہنا چاہیے۔ کیونکہ یہ بیماری کبھی کبھی اچھی ہو کر پھر ظاہر ہو پڑتی ہے۔ صحت یابی پر بھی دوسرے آدمیوں کے ساتھ ایک برتن میں کھانا ایک کمرے میں رہنا خطرے سے خالی نہیں۔ پرانے ڈاکٹروں کا یہ خیال ہے۔ کہ اگر یہ بیماری کسی آدمی کو ہو۔ تو اُسکی نسل ہی میں چلی جاتی ہے۔ لیکن آجکل کے ڈاکٹروں کی رائے مختلف ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ صرف نسل میں ہی ہونے سے یہ بیماری نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ کمزور آدمی جو خبرداری سے نہیں رہتے۔ مریض کے ساتھ رہتے اور کھانے کی حفاظت نہیں رکھتے۔ ان میں اس بیماری کا کیڑا جلدی اثر کرتا ہے۔ جس گھر میں کوئی تپ دق کا مریض رہ چکا ہو۔ اُس میں بغیر ڈس انفکٹینٹ کیے دوسرے آدمی قیام نہ کریں۔ دیواروں کو کھرچ کر مرکری لوشن سے دھو کر سفیدی کرانی ضروری ہے۔ اگر فرش پکا ہو تو کاربالک لوشن سے دھونا چاہیئے۔ اگر کچا ہو۔ تو کھود کر نئی مٹی ڈال کر پھر لپائی کرانی چاہیئے +

کلثوم سعید خانم دینانگر

تیرہ معرکتہ الآرا شبلی افسانے

(۱) مظلوم بیوی کا پاک جذبہ (۲) ہمنور کی لندن (۳) اگلی محبتیں (۴) فسانۂ تنویر (۵) ہارون الرشید کا دربار (۶) عدل جہانگیری (۷) ملکۂ شہرزاد (۸) شبلی کی شہادت (۹) بے گناہ کا قتل (۱۰) برتھ کی نسنتی (۱۱) ہماوج کا کینہ (۱۲) غلط فہمی (۱۳) خاتمہ بالخیر مصور غم

حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ کے یہ سبق آموز دلآویز افسانے جو تاثیر اور درد انگیزی کی وجہ سے تمام ملک سے خراج تحسین وصول کر چکے ہیں۔ اس مہینہ میں کتابی صورت میں شائع ہوئے ہیں انکے مجموعہ کا نام **جوہر عصمت** رکھا ہے اور یہ وہ افسانے ہیں جو بتائیں گے کہ شریف عورت اپنی عزت کے لیئے ایسی ایسی زبردست قربانیاں کر دکھاتی ہے۔ کہ دنیا میں حیرت میں رہ جائے۔ جوہر عصمت اردو افسانہ جدیدہ کا غذ لکھائی چھپائی بہت عمدہ ہے۔ قیمت صرف عہ +

مینیجر عصمت دہلی

لڑکی کی نسبت

ایک عرصے سے شادی، بیاہ، منگنی یا منگیتر سے خط و کتابت پر متعدد مضامین "عصمت" میں شائع ہو رہے ہیں، موضوع اگرچہ نہایت اہم ہے مگر اس کی نسبت میں اپنے ذاتی خیالات کی ترجیح کسی دوسرے موقع کے لیے اُٹھا رکھتی ہوں، سر دست میرے قلم کی جنبش اس قدیم و فرسودہ رسم کی بیخ کنی پر آمادہ ہے جو خصوصاً بار میں رہ کر کے باہر کا مجھے علم نہیں) اپنی انتہائی سختی کی وجہ سے جہالت کی آئینہ بردار ہے۔ میرے خیال میں جب تک پہلے بے معنی اور مذموم مروجہ رسموں کا سدباب نہ ہوا اس وقت تک ترقی کا ہر زینہ معرض بحث ہی میں رہیگا۔ ہر سال بار میں منجملہ دیگر رسوم قبیحہ کے ایک یہ ہے کہ جب والدین کو لڑکی کی نسبت مقصود ہو تو وہ تلاش بَر میں خود کہیں باہر نہیں جا سکتے جب تک گھر بیٹھے ہی انکے ہاں خود کسی لڑکے کا پیغام نہ آ جائے۔ یعنی لڑکی کے لیے تلاش بَر میں نکلنا انکے لیے غیرت و خودداری کے خلاف ہے۔ حالانکہ غیرت و خودداری کا در اصل اس میں کوئی سوال ہی نہیں مگر یہ ایک رسم ہے جس کی تقلید ضروری ہے ورنہ انگشت نمائی ہوگی کہ لڑکی کے بَر کی تلاش ہو رہی ہے۔ نہ معلوم مسلمانوں میں یہ رسم کہاں سے منتقل ہوئی، ہندوؤں سے یقیناً نہیں آئی کہ انکے ہاں بالکل اس کے برعکس ہے اور نہایت اچھی رسم ہے کہ خود لڑکی والے تلاش بَر میں نکلتے ہیں اور اپنی لڑکی کی مرضی کے موافق کسی بَر کا انتخاب کر لیتے ہیں اور اس طرح تبادلۂ خیالات کے بعد وہ ایک فیصلہ کن نتیجہ پر پہنچ جاتے ہیں لڑکے والوں کی طرف سے نسبت کی نامنظوری ہمیشہ کسی عذر ہی پر پیش کیجاتی ہے چنانچہ لڑکی کے والدین کو بُرا معلوم ہونے کی کوئی وجہ نہیں، اور نہ بُرا معلوم ہونا چاہیئے بھی، کیا خود لڑکی کے والدین بعض اوقات لڑکے کا پیغام بیدردی سے نہیں ٹھکرا دیتے؟ پھر نہ معلوم لڑکی والا

ہی کی غیرت و خودداری کیونکر مجروح ہوتی ہے۔ ہمارے ہاں یہ رسم عموماً عام ہے کہ ہمیشہ لڑکی کے والدین بغیر کسی جدوجہد کے اچھا سا بر حاصل کریں چنانچہ وہ اس کے منتظر رہتے ہیں اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کبھی کوئی بر ہی نہیں آتا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لڑکی کی عمر بہت زیادہ ہو جاتی ہے ظاہر ہے کہ تجاوز عمر لڑکی کے حق میں ظلم اور والدین کے حق میں سنگین جرم ہے دوسرے بالفرض اتفاقاً کسی بر کے آجانے سے بعد منظوری شادی ہو بھی گئی تو وہ بصورت مجبوری ہوگی جس میں بُرا اچھا ہوگا مگر صورت حالات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اور لڑکی کے تجاوز عمر کا خیال کرتے ہوئے اسکو قبول کرنا ہی پڑیگا جسکا نتیجہ لڑکی کے حق میں صریحاً ظلم ہے کہ مدت دراز میں بھی اسے بر ٹھیک نہ ملا *

میں تو کہتی ہوں کہ لڑکی کے والدین آخر بر کا انتظار ہی کیوں کرتے ہیں چاہیئے تو یہ کہ جہاں لڑکی عمر کو پہنچی فوراً تلاش بر کے لیے سلسلہ جنبانی شروع ہو جانی چاہیئے انتظار کے تو یہ معنی ہوئے کہ لڑکی نہ ہوئی کوئی بڑی شہزادی ہوئی جس کے حسن اخلاق صورت و سیرت، علم و عمل، سلوک و برتاؤ کا ایک دنیا میں چرچا ہے کہ انکے ہاں اب شہزادوں کا ایک ہجوم ہوگا اور ان میں سے جسکو یہ چاہیں گے چن لیں گے، ممکن ہے کہ یہ صورت بھی بعض حالتوں میں جہاں لڑکی بے حد تعلیم یافتہ ہو حقیقت کی درجہ تک پہنچ گئی ہو مگر اسکی بھی مشکل ہی سے ایک آدھ مثال مل سکے ہاں برعکس ضرور ہے کہ سوائے چند خویش و اقارب یا دوستوں کے کوئی جانتا بھی نہیں کہ انکے گھر میں لڑکی بھی ہے یا نہیں چہ جائیکہ تعلیم یافتہ ہو، سن شعور کو پہنچ چکی ہو، سلیقہ شعار ہو، ایسی ہو ویسی ہو اسے ہو کچھ بھی نہیں۔ لڑکا اپنی نسبت کے لیے آزاد ہے وہ جہاں چاہیگا اپنی شریک زندگی ڈھونڈھ سکتا ہے۔ اب لڑکی کے والدین کا انتظار آخر کس امید پر جبکہ امید خود بھی یاس بن جاتی ہو *

لڑکی کے انتظار بر کی یہ خود ساختہ غیرت و برخود غلط خودداری میرے خیال میں اب بالائے طاق رکھدی جائے تو بہتر ہے کہ اس میں نقصان ہی نقصان

ہے اور نفع خاک نہیں، اگر یہ بے بنیاد اور سراپا ظلم رواج ہندوستان کے دوسرے صوبوں میں بھی رائج ہے تو میں اُمید کرتی ہوں کہ شریف و تعلیم یافتہ خواتین اس کے سدباب میں میری ہم آہنگ ہوں گی اور خصوصیت کے ساتھ برار کی خواندہ خواتین اس کی بیخکنی پر آمادہ عمل +

نواب بیگم مرزا غلام علی بیگ دیپالپور (برار)

لڑکیوں سے اجازت شادی

زیادہ آزادی کو اگرچہ میں پسند نہیں کرتی لیکن میری رائے میں بَر کے انتخاب میں لڑکیوں کی پسندیدگی اور رائے کو نظر انداز کر دینا زیادتی کہا جا سکتا ہے میرے خیال میں اس میں کوئی ہرج نہیں کہ لڑکیوں کو اختیار دے دیا جائے کہ بر کے انتخاب میں اپنا خیال صاف ظاہر کر دیں۔ والدین کو چاہئے کہ لڑکے کے متعلق جس قدر حالات بھی معلوم ہوں بلا کم و کاست لڑکی پر ظاہر کر دیے جائیں تاکہ لڑکی تمام حالات پر غور کر کے اپنے مستقبل کے لئے فیصلہ کر سکے۔ اچھی سمجھدار تعلیم یافتہ و تربیت یافتہ شریف لڑکی والدین کو انتخاب پر ادب سے سر جھکا دیتی ہے اور کوئی ایسی بات نہیں کرتی جو خلاف تہذیب و باعث بدنامی ہو +

بنت شمس الہدیٰ صاحب بھاگلپور

اگر

آپ بھی عصمت کی ترقی چاہتی ہیں تو اپنے حلقہ اثر میں عصمت کے خریدار پیدا کیجے +

منیجر

نعتیہ سلام

(از محترمہ مہر نقی الحسن صاحبہ کھام گاؤں برار)

محبوب حق سے کہدے کوئی سلام میرا
حاضر ہوں در پہ مولا لیجے سلام میرا

عزت ملی ہے تمکو قرب خدائے تعالیٰ
خالق سے میرے کہدیں مولا سلام میرا

احمد کے بعد حیدر حسین و فاطمہ سے
باد صبا تو کہیو سب سے سلام میرا

فرمان ہے خدا کا جن و ملک بشر پہ
احمد کی بات سمجھو گویا کلام میرا

منکر جو ان سے ہوگا امت میں وہ نہ ہوگا
ہوگا عتاب اُس پہ ہر صبح و شام میرا

اے احمد کرم! مالک ہو دو جہاں کے
بھیجوں درود تمپر ہے فرض عام میرا

ہے آرزو یہ میری دیکھوں مزار تیرا
مکہ کی سرزمین پر آخر ہو کام میرا

ہیں کلمہ گو ہوں تیری عاشق ہوں مرتضیٰ کی
شیدائے پنجتن میں لکھا ہے نام میرا

بہر حسین مولا کوثر کا جام دینا
لکھ لیں حضور والا جنت میں نام میرا

اے ساکنان جنت احسان ہوگا مجھپر
حضرت سے جاکے کہدے کوئی پیام میرا

رنجیدہ کیوں ہے مہر آہا خوش ہو حبیب حق تک
حوروں نے جا سنایا شہ کو سلام میرا

مہر ملہ اص بنت نقی الحسن صاحب

سفرنامہ حج

(سلسلہ کیلئے ستمبر کا رسالہ ملاحظہ فرمائیے)

ہمکو اس گندگی سے سخت تکلیف تھی۔ خیر لشتم پشتم رات گذاری۔ میرے سب عزیز آرام سے سوگئے میں بڑی مشکل سے سب سے آخری منزل پر چڑھی۔ جدہ کی بندرگاہ کا عجیب نظارہ تھا کئی جہاز برابر برابر کھڑے تھے اُنکی روشنی سے سمندر جگمگا رہا تھا۔ ہمارے مکان سے بہت قریب مسجد تھی آدھی رات کے بعد ترحیم شروع ہوئی۔ ہمارے ہندوستان کا قاعدہ ہے مؤذن ایک جگہ رو بہ قبلہ کھڑے ہو کر اذان دیتا ہے عرب میں یہ دستور نہیں بلکہ بجائے اسکے مینار کے چاروں طرف پھرتے جاتے ہیں اور رکتے جاتے ہیں دو قدم آگے بڑھے پھر ٹھہر گئے پھر دو قدم آگے بڑھے کہدیا ترحیم کے الفاظ میں انشاء اللہ آگے لکھوں گی اسوقت میری آنکھ کھل گئی۔ بہت خوش آوازی سے وہ صاحب پڑھ رہے تھے ابتک ہمکو یہ سوچنے کا بھی موقعہ نہیں ملا کہ ہم کہاں آگئے۔ خیال آتے ہی دل باغ باغ ہو گیا۔ سبحان اللہ ہم بڑے خوش نصیب ہیں۔ ہمارا قدم آج اُس ملک پر ہے جسکا نام عرب شریف ہے اور جس کی تعریف میں خدا نے فرمایا ہے اِنَّآ اَنزَلنٰہُ قُرْاٰناً عَرَبِیًّا یعنے ہمنے قرآن کو عربی زبان میں اُتارا یہی وہ ملک ہے جس میں خاتم النبیین رحمۃ للعالمین محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے اسی میں مکہ شریف اور مدینہ شریف ہے اسی ملک سے اسلام نکلا سوائے اس ملک کے کسی میں یہ تخصیص نہیں کہ سوائے اسلام کے کوئی دوسرا مذہب ہو۔ اللہ تعالٰی کا ہزار ہزار شکر ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہمکو اس مبارک ملک میں پہونچایا۔ الحمد للہ الذی مَنَّ عَلَیْنَا وشرفنا بھذہ السَّعَادۃ۔

صبح ہونے پر جلدی جلدی کھانے سے فارغ ہوئے۔ ہمارے وکیل نے ہمکو اونٹ

کرایہ پر کر لیے اور شغدف شبریان خرید کر دیں یعنے چار شغدف اور دو شبریاں خرید لیا ایک اونٹ سامان کا کیا۔ پانچ بجے کے قریب ہمکو آواز پڑی کہ سوار ہو جاؤ۔ تمام دن میں اصرار کرتی رہی کہ حضرت حوا کی قبر شریف دکھا دو۔ بدقسمتی سے جتنے میرے ہمسفر تھے سب مُردہ دل اور بدشوق۔ سوائے میرے کہ دل چاہتا تھا کوئی چیز نہ چھوڑوں۔ خالدہ کے والد نے کہا انشاء اللہ واپسی پر دکھائیں گے غرض ہمارے وکیل صاحب نے جو اس قدر نام عزیز تھے بڑی بدمزاجی سے پکارنا شروع کیا۔ غصہ کے مارے انکا یہ حال تھا بس نہیں چلتا تھا کہ حاجیوں کو کچا کھا جائیں۔ میری جٹھانی کا نام انکو معلوم ہو گیا اسواسطے کہ شریعت کا حکم تھا سب حاجیوں کے نام لکھ لیے جائیں غرض خالد صاحب کو انکا نام ازبر یاد ہو گیا اونٹوں پر سوار ہوتے وقت انہوں نے اس بُری طرح پکارنا شروع کیا اری او حسینہ کہاں مر گئی۔ کبھی کہیں نامراد حسینہ جلدی آ چک غرض ہم جب اونٹوں کے قریب پہنچے تو خدا یاد آ گیا۔ اوسان باختہ ہو گئے۔ یہ سمندر سے بھی زیادہ وحشت کی سواری ہے۔ لیکن کیا کر سکتے تھے بیٹھنا ہی پڑا۔ خشکی کی بسم اللہ مجریہا پڑھ کر سوار ہو گئے اُسی وقت ایک روپیہ کی سیڑھی خریدی۔ سیڑھی اونٹ کی گردن پر لگتی ہے عجب بیچارا سخت جان ہوتا ہے۔ میرے اونٹ کو چار آدمیوں نے پکڑا۔ یہ میرا صرف خوف تھا وہ بیچارا بڑا محنتی جفاکش غریب جانور ہے۔ ہماری رات کیونکر گزری اسکا علم خدا ہی کو ہے ہوا میں معلق اُڑتے جا رہے تھے میرا اور خالدہ کا خوف کے مارے عجب حال تھا خالدہ کے والد کو جو ں جوں تکلیف پہنچتی تھی غصہ آتا تھا۔ میری والدہ ضعیفہ بڑی بُردبار اور غریب تھیں۔ وہ اپنے داماد کے ساتھ شغدف میں بیٹھی تھیں جو اُنکے سگے بھانجے بھی تھے۔ میں اور خالدہ ایک شغدف میں زاہدہ بیگم خیریہ اور انکا لڑکا ایک شغدف میں۔ ایک میں میری جٹھانی اور رہ گیا کو جسے گئی تھیں وہ تین۔ شبری میں ملازم اور ایک عورت۔ شغدف کی عجیب بندش ہوتی ہے اور عجیب طرز کا بنا ہوا ہوتا ہے جو دیکھ لے وہی سمجھ سکتا ہے۔ جس نے نہیں دیکھا اسکی سمجھ سے

باہر ہے۔ رات بھر ہم چلتے رہے اونٹ کی چال کے ساتھ اعضاء کا ایک ایک جوڑ ہلتا تھا۔ میری بچی کا روتے روتے عجب حال تھا بچارا ہمارا بدو سعید بہلاتے بہلاتے حیران ہو گیا ایکدم سے جاتا تھا اُسی خوف لا۔ اخی خوف لا۔ تمام راستے آواز چلی آرہی تھی مویا یا پینے پانی ٹھنڈا۔ خرید و تو گرم اور بدبودار ۔

صبح کے قریب ہم حدیبیہ پہنچے جسکو اب بحیرہ کہتے ہیں۔ میری بہت سی بہنیں یہ نہ جانتی ہونگی کہ یہ کیا جگہ ہے بظاہر تو یہ ایک منزل کا نام ہے جو مکہ معظمہ اور جدہ کے درمیان واقع ہے لیکن میری عزیز بہنوں یہ وہ جگہ ہے جہاں ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہ آپ حج کے ارادہ سے تشریف لائے تھے تو ٹھہرے تھے اور کفار قریش نے مکہ سے آکر آپ کے قافلہ کو یہیں روکدیا تھا اور آگے نہ بڑھنے دیا تھا۔ جہاں ایک کیکر کے درخت کے تلے آنحضرت نے بیعت لی تھی یعنے مسلمانوں سے اقرار لیا تھا کہ جہاد میں شریک ہونگے اور جس کی بابت قرآن شریف میں ایک سورت چھبیسویں پارے میں تمام وکمال اس واقعہ سے بھری پڑی ہے جسکا نام سورہ الفتح ہے کیکر کے کچھ درخت اب بھی باقی ہیں مگر وہ خاص درخت حضرت عمر رضی اللہ عنہم اجمعین کے زمانۂ خلافت میں کٹوا دیا گیا۔ کیونکہ اس کی تعظیم بڑھتے بڑھتے لوگ اسپر چلہ کرنے لگے تھے اور منتوں کے ڈورے باندھنے لگے تھے ہم نے جلدی سے کھانا پکایا۔ دھوپ تیز ہو چلی تھی اور لُو چلنی شروع ہو گئی تھی۔ کس غضب کی لپٹ تھی آدمی جلے جا رہے تھے۔ یہاں ایک چھوٹی صراحی پانی کی چار ملل کی مل رہی تھی تھوڑی دیر میں ڈاکٹر آئے سب کی نبض دیکھی خالدہ کے والد نے بھی دکھائی اور کچھ دوا بھی لیکر کھالی۔ گرمی بیحد پڑھ رہی تھی مردوں کی بڑی وقت تھی حالت احرام میں صرف دو چادریں تقریباً بالکل ننگے صرف بستر پوشی سمجھہ لینی چاہیئے۔ اسی حالت میں بڑی دور چلے گئے وہاں سے واپس آئے تو لُو لگ چکی تھی عجب کیفیت تھی ۔

بعد عصر ہم پھر اونٹوں پر سوار ہوئے اور اپنی جان خدا کے حوالے کر کے ہوا میں اُڑنے لگے صبح آٹھ بجے کے قریب مکہ معظمہ پہونچے۔ سُبحان اللہ ہم کہاں آ گئے۔ کعبۃ اللہ کی طرح طرح کی صورتیں آنکھوں میں پھر رہی تھیں اور آنکھیں ہمہ تن شوق بنی ہوئی تھیں تمام قافلے کی نگاہ اُدھر ہی کی طرف جمی ہوئی تھی۔ اسوقت ہم وادی مکہ میں تھے۔ وادی اُس مقام کو کہتے ہیں جو دو پہاڑوں کے بیچ میں میدان ہوتا ہے۔ خالدہ کے والد بڑی مشکل سے ملازم کی مدد سے اُترے اور تھوڑی دور چلکر پھر بیٹھ گئے طبیعت بہت خراب تھی چل نہ سکے۔ میں گھر رستے گھورتے تھک گئی اور یہ خیال کرتے کرتے تھک گئی کہ ایسا بنا ہوا ہوگا اور ایسا بنا ہوا ہوگا چلتے چلتے آنکھ آگئی کسی طرح راستہ ختم نہ ہوتا تھا شہر مکہ میں گھسنے کے بعد یہی خیال رہا آخر بہت سی تپلی تپلی اور چوڑی چوڑی گلیوں کے بعد ایک جگہ قافلہ ٹھیرا۔ سامنے سے سفید براق کپڑوں والے عربوں نے آکر پوچھا معلم کون ہے؟ ہمنے حسب بتانے اپنے معلموں کا نام بتادیا تھوڑی دیر کے بعد قافلہ منتشر ہوگیا۔ جسوقت ہمارا قافلہ ٹھیرا تھا تو سامنے ایک بڑے پھاٹک پر چند سپاہی بڑی خوش آوازی سے انگریزی بینڈ بجا رہے تھے معلوم نہیں وہ ہمارے آنے کی وجہ سے بجا رہے تھے یا کچھ اور بات تھی انکی وردی دیکھکر ہنسی آتی تھی۔ جس طرح ہمارے ملک ہندوستان میں بندر نچانے والے گھٹنوں تک کا بندر یا کو لہنگا پہناتے ہیں اسی طرح گھٹنوں تک وہ ڈھیلے ڈھیلے کرتے پہن کر کمر سے باندھ لیتے ہیں۔ غرض ہم اپنے رب کی مہربانی سے گل مقصود کے قریب پہونچے۔ کہتے ہیں سب سے پہلے جو نظر پڑے تو جو دُعا مانگو قبول ہوتی ہے۔ اُسوقت میں نے بہت ساری دُعائیں مانگیں۔ جن بہنوں سے میری خط وکتابت ہے اور جن بہنوں نے مسجد بسریہ میں چندہ دیکر مجھکو ممنون کیا اُن سب کے واسطے دُعائیں مانگیں اللہ قبول کرے *

پھر ہم معلم صاحب کے گھر پہونچے وہ ہمکو اسی وقت طواف کعبہ کے واسطے لیگئے

تاکہ ہم احرام سے فراغت ہوں۔ معلم صاحب پوچھتے تھے۔ عذر تو نہیں۔ حرم شریف میں آکر ہم نے سات چکر کعبہ شریف کے گرد لگائے۔ ہمارے معلم صاحب اپنی زبان سے ایک ایک حرف کہتے جاتے تھے اور ہم تمام اسکو حرف بہ حرف ادا کرتے جاتے تھے میری ٹانگوں سے چلا نہ جاتا تھا مگر چلتی تھی۔ طواف کعبہ سے فراغت پاکر اب صفا مروہ گئے۔ جو حرم شریف کے بالکل قریب ہے۔ سعی کرنے کے واسطے یہاں بھی سات پھیرے کرتے ہیں۔ (باقی آئندہ)

حامدہ بیگم خیری

سیتا

ربّ العزت نے انسانی ہستی پر اپنی اطاعت کے ساتھ ساتھ دُنیا پر بھی متفرق گروہوں کو مختلف خدمات کے لیئے مامور کیا ہے۔ فرضِ منصبی جو ایک اعلیٰ درجہ کے فرائض میں سے ہے۔ اُس کی ادائیگی ہر شخص کے ساتھ جُدا ہے۔ ایک بادشاہ کا فرض ہے کہ رعایا کی خوشنودی میں اپنی دولت و زندگی کو گذار دے۔ ایک غلام کا فرض ہے کہ اپنے آقا کی خدمت دیانت داری سے کرے۔ اسی طرح ایک عورت کا فرض ہے کہ اپنے شوہر کی اطاعت و فرمانبرداری میں اپنی ہستی کو مٹادے۔ اگر تعصب کے پردہ کو نگاہوں سے ہٹا دیا جائے تو مسلمان خواتین کے لب سے بھی سیتا کی سوانح عمری کے مطالعہ کے بعد تحسین و آفرین نکلے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس نیک عورت نے اطاعت شوہر میں جسقدر قربانیاں کیں آج وہ دُنیا کی نگاہوں میں کندن بنکر چمک رہی ہیں۔ فرض کی انجام دہی اُس نے جس حسن و خوبی کے ساتھ کی۔ اس کی یادگار اُس وقت سے اس وقت تک ہر ہندو عورت کے دل میں ہے اور دیوی کی طرح اس کی پرستش کی جا رہی ہے۔ ہندو عورت میں اسکا نام صرف قابلِ عزت ہی نہیں ہے بلکہ مذہب بنکر جاگزین ہے اور حقیقت بھی یہ ہے کہ سیتا کی زندگی ایک ایسی مثال پردہ دُنیا پر قایم کرتی ہے کہ ہر عورت کو اسکا نمونہ بننا چاہیئے۔ خدا کا کلام رحمٰن کا فرمان کھلے لفظوں میں پکار پکار کر کہہ اور بتا رہا ہے کہ عورتوں کی زندگی شوہر کے اطاعت سے وابستہ اور پیوستہ ہو۔ دُنیا کی ہر مصیبت اور زمانہ کی ہر کلفت خاوند کی خوشنودی کے لیئے برداشت کرنا نیک بیبیوں کی نشانی ہے۔ تکمیل فرائض نسوانی جو ایک اہم مسئلہ ہے اسے آج سے ہزاروں برس قبل پیدایش حضرت عیسیٰ علیہ السلام سیتا جیسی زبردست ہستی نے حل کر دیا ہے۔ سیتا

راجہ جنک کی لڑکی اجودھیا کے راجہ کے بیٹے رام کے جسمانی آزمائش میں فتح پاکر زوجیت میں آئی۔ رام کے باپ دسرتھ نے اپنی دوسری بیوی کیکئی کے کسی قول کی پابندی سے مجبور ہوکر اپنے بیٹے رام کو چودہ برس کی صحرا نوردی جلاوطنی کا حکم دیا۔ شاہی محل کی پروردہ اور حسن و نزاکت کی مجسمہ تصویر سیتا نے اپنا آرام عیش۔ لطف۔ خویش و اقارب اپنے اور پرائے سب کو چھوڑ کر شوہر کے ساتھ جنگل کی راہ لی۔ جانتی تھی کہ صحرائی درندوں کا ساتھ ہوگا۔ معلوم تھا کہ فاقہ کشی کی ناقابل برداشت مصیبت کا سامنا ہوگا۔ اور جنگل کی سخت ترین تکلیف کا مقابلہ۔ لیکن اس نے رام کی صحبت پر رام کی صورت پر۔ نثار منیلات کو گلاب کے پھولوں پر۔ درندوں کی خوفناک آوازوں کو محل کے باجے سرود پر۔ اور خانہ شاہی کے پرتکلف عیش و آرام کو جنگل کی تکالیف و مصیبت پر ترجیح دی۔ اسکا ایمان تھا کہ شوہر کی مورت میری آنکھوں میں تمام مصیبتوں کے یاداشت کے لیئے کافی ہے۔ بہرکیف چودہ برس کا زمانہ کوئی معمولی عرصہ نہ تھا کہ فوراً گذر جاتا۔ تکالیف کا سامنا ہوا مشکلوں کا مقابلہ ہوا۔ دشمنوں سے جنگ چھڑی اور راستی کی فتح ہوئی ۔

سیلون کا راجہ راون سیتا کی خوبصورتی پر فریفتہ ہوکر تنہائی میں موقع پاکر فریب سے لے بھاگا۔ یہ سچ ہے کہ ایک بدکار کے ہاتھوں اُس نیک عورت کی زندگی کچھ مدت تک بسر ہوئی لیکن پھر بھی یقین اور کامل یقین ہے کہ وہ مجبور ستی اُس مقید حالت میں بھی شوہر کی تسبیح لب پر اور اُس کی نماز دل میں ادا کرتی رہی۔ یہاں تک کہ رام اور راون کا مقابلہ ہوا جو راستی اور حق کی کسوٹی تھی۔ سچ کی ہمیشہ فتح ہے۔ راون کو شکست فاش ملی اور وہ جلا کر خاک کر دیا گیا ۔

سیتا اپنے شوہر کے پاس آئی۔ محبت کی جھلک اُس کی صورت سے۔ وفاداری کی روشنی اس کے چہرہ سے اور پارسائی کی ضیا اس کی آنکھوں سے روشن تھی۔

میعاد جلاوطنی بھی اسی جنگ و جدل میں تمام ہوگئی۔ اُمید تھی کہ اب سیتا کی مصیبت کا خاتمہ ہوگیا۔ اور عیش و عشرت دوبارہ اسے میسر ہوگا۔ قیاس کہتا تھا کہ جنگل کی مصیبت کاٹکر پھر ملک کی رانی بنکر حکومت کرے گی اور امتحان کی گھڑی اور آزمایش کا وقت پورا ہو چکا۔ اور اب وہ اجودھیا کی رانی ہے۔ مگر نہیں قسمت کی گردش نے اب تک پیچھا نہ چھوڑا۔ ادائگی فرض کی جانچ اتنی مصیبت کے بعد بھی باقی رہی۔ تحمل اور صبر کی آزمایش میں پورا اُترنے کے لیے ابھی اُسے اور بھی زیادہ سخت ترین منزل میں قدم رکھنا ہے۔ الغرض آبیابانی قافلہ چودہ سال کی میعاد تمام کرکے اجودھیا پہونچا۔ اجودھیا کا ہر فرد و بشر رام کی محبت کا دم بھرتا تھا۔ خبر آمد نے ایک ہلچل مچادی۔ ارکان سلطنت اور رعایائے ملک نے ایک ایسی شورش پیدا کی کہ بادشاہ نے اپنے فرض کو مقدم سمجھکر۔ غریب اور مجبور سیتا کو دوبارہ بیس سال کی خاموش جلاوطنی کا حکم دیا۔ کتابیں آنکھوں کے سامنے موجود ہیں اور تواریخ کے اوراق نگاہوں کے روبرو کھلے ہوئے ہیں اس بیکس کا صبر اور فرض کی آزمایش اپنی حد سے بھی تجاوز ہورہی ہے۔ لیکن یہ ایک قناعت کی دیوی۔ فرمانبرداری کا مجسمہ تھی۔ خدمت میں کوئی کسر نہ رکھی۔ خود غرضی کو اپنے پاس پھٹکنے نہ دیا اور نہایت استقلال اور تحمل کے ساتھ تعمیل حکم شوہر بجالانے کے لیے تنہا جنگل کی راہ لی۔ اس سے زیادہ صبر اس سے بڑھکر سخت امتحان اور کیا ہوسکتا ہے کہ وہ عورت جسکا دم رام کے دم سے ملحق تھا۔ جسکا نام اس کے لیے وردِ زبان تھا اور جس کی صورت اس کی پرستش گاہ تھی۔ جبکہ شوہر کی جدائی ایسی شاق تھی کہ جنگل میں بھی ساتھ ہی رہنا پسند کیا۔ اسوقت تن بتقدیر صرف حق زوجیت ادا کرنے کے خیال سے جنگل کی خاک چھاننے لگی۔ دوران صحرا نوردی میں ایک تارک الدنیا بزرگ والمیکی کی داسی بنکر زندگی کے کٹھن منزلوں کو یاد شوہر میں گذارنا شروع کیا۔ وقت کا کافی حصہ اور سال میعاد کے اختتام کے قبل سلطنت میں ایک عام دعوت کی منادی ہوئی کہ روز مقررہ پر سیتا اپنے

گروہ الیکی کے ساتھ دربار شاہی میں نقاب وارہیئت سے حاضر ہوئی۔ محبت کی چنگاری رام اور سیتا دونوں کے دلوں میں شعلہ زن تھی۔ تنائے دیدنے سیتا کی دبی ہوئی آتش محبت کو اسقدر بھڑکا دیا کہ وہ بے نقاب ہوگئی۔ اور سیتا کی موہنی صورت رام کی نگاہوں کی پرستش کے لیے نگوں ہوگئیں +

سیتا کی آمد ارکان حاضرین کے لیئے ایک سخت توہین دربار خیال کی گئی۔ رسوائی اور ملامت کے طعن ہر طرف سے آنے لگے۔ بے عصمتی کی تہمت اور بے عزتی کے بیجا الزام سے اُس کے کانوں کو بھر اگیا۔ لیکن یہ دونوں محبت کے مجسمے محو سکوت ہو کر سُنتے اور سہتے آخر ایک پارسا کی اسقدر بے حرمتی ایک عصمت دار کی اتنی بے قدری۔ اور ایک نیک خاتون کی ایسی سخت بے عزتی کے تحمل کی آواز خاموش نہ رہ سکی۔ دریائے رحمت جوش میں آیا۔ آسمان تھرا اُٹھا اور مادر گیتی نے اپنے آغوش میں لینے کے لیئے اپنا ہاتھ پھیلایا اپنی آنکھوں پر بٹھا کر دُنیا سے معدوم کر دیا +

صادقہ خاتون رمونگہ

دلِ درد آشنا

اگر تمہارے پہلو میں ہے تو اُن مسلمان عورتوں کے حالات کا مطالعہ کرو جنہوں نے عید کے دن مسلمانوں کو عبرت کا دردانگیز پیام پہنچایا ہے فلسفہ مسرت کا راز اگر معلوم کرنا ہے اور کی کٹھن منزلوں کو بخوبی گزارنا چاہو تو گلدستہ عید کو منگالو۔ جو اُم جعفر کی عید۔ ترکن ماما کی خوشی۔ عید کا دن۔ چہار عالم۔ عید کی مُبارکباد۔ عید کا چاند۔ عید کی دُعا وغیرہ حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ کے چودہ سبق آموز مضامین اور دلآویز مجموعہ ہے گلدستہ عید کی قیمت بھی زیادہ نہیں صرف ۱۲ روپے +

ہماری ملکہ

عصمتی بہنوں کی معلومات کے لیئے ملکہ معظمہ کے چند دلچسپ حالات مختلف انگریزی اخبارات سے منتخب کرکے درج ذیل کرتی ہوں!

آپ شاہ انگلستان کے قریبی عزیزوں یعنے "ٹیک" کے نواب کی اکلوتی لڑکی ہیں۔ آپکے تین بھائی اور تھے۔ خرچ کی کمی کی وجہ سے گو آپکی تعلیم بحیثیت ایک شہزادی ہونے والی کے نہایت محدود تھی۔ تاہم آنہوں نے ذاتی کوشش سے نہایت اعلیٰ قابلیت پیدا کرلی تھی۔ جب آپ شہزادی ہوگئیں تو علم کی نہایت قدرداں بنگئیں۔ اور اچھے اچھے مصنفین کی تصانیف کا مطالعہ کرنے لگیں۔ چنانچہ چند سال میں وہ اعلیٰ درجہ کی عالمہ بن گئیں۔ اب علم کی بہت بڑی قدر دان ہیں۔ چنانچہ انکا قول ہے:۔

"کتابیں میری نہایت عزیز دوست ہیں۔ وہ گو مجھسے بات کرنے کی خواہش نہیں کرتیں۔ مگر ہمیشہ میرے دل بہلاؤ کا شغل ہیں"

ان کی میز دبستر پر ہمیشہ انجیل۔ گیتا۔ اور مشہور مصنفین مثلاً شکسپیر۔ ملٹن۔ لیم۔ میکالے ٹینی سن اور براؤننگ وغیرہ کی کتابیں رکھی رہتی ہیں۔ آپ کے والدین ڈیوک اور ڈچس آف ٹیک نہایت تنگ دست تھے اس لیے آپکو کنوارپن میں گھر کے بہت سے کام خود اپنے ہاتھوں کرنے ہوتے تھے۔ خود ہی جھاڑو دیتیں اور برتن صاف کرتی تھیں۔ آپکو حصول علم کے لیئے بالکل کم وقت ملتا تہا۔ پھر بھی آپ آئندہ زندگی کے خیال سے تحصیل علم میں نہایت کوشاں ہوتی تھیں۔ جب آپکی شادی ہوئی تو آپ چوبیس سال کی تھیں۔ اور ملک معظم چھبیس سال کے۔ آپکی منگنی پہلے پہل ملک معظم کے بڑے بھائی سے ہوئی تھی۔ جب یکایک زہری بخار سے انکی وفات ہوگئی تو آپکی شادی پارلیمنٹ والوں نے ملک معظم جارج پنجم سے اسوقت

شہزادہ ویلز تھے اڑا دی۔ جب آپ بیاہ کر پہلے پہل شاہی قصر "بکنگھم" میں آئیں تو یہاں کے لاتعداد نوکروں کو دیکھ کر آپکا دل نہایت کڑھا۔ کیونکہ آپ بچپن ہی سے نہایت کفایت شعار تھیں۔ جب مناسب موقع آیا اور عنان خانہ داری آپ کے ہاتھوں میں آئی تو سب سے پہلے آپ نے کئی سو نوکروں کو رخصت کر دیا۔ اور کئی سو کو پنشن دیدی۔ اور باقی نوکروں کو فضول خرچی سے سختی کے ساتھ منع کردیا نوکروں کے متعلق وہ فرماتی ہیں "میں سمجھتی ہوں کہ نوکر رکھنے والے اشخاص اہم فرائض کے ذمہ دار ہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ نوکروں سے پوری ہمدردی کریں۔ تاکہ وہ خوش رہیں" آپ ہر ماہ خود اپنی آنکھوں سے خانہ داری کی چیزوں کا معائنہ کرتی رہتی ہیں۔ ان مثالوں سے ہماری ہندوستانی خواتین کو سبق حاصل کرنا چاہیئے کہ ہماری ملکہ صرف ملکہ ہی نہیں۔ ایک خانہ دار منتظم وفادار بی بی ہیں اور ساتھ ہی بچوں کے لیے جانثار شفیق اور مہربان ماں بھی۔

ملکہ کے کل چھ اولادیں ہوئیں۔ جن میں پانچ زندہ ہیں۔ اور چھوٹے شہزادے کا عرصہ ہوا انتقال ہوگیا۔ جب بادشاہ اور شہزادوں میں باہم کچھ شکر رنجی ہو جاتی ہے۔ تو بیچ بچاؤ کرکے باپ بچوں کو ملا دیتی ہیں۔ شہزادے اکثر اپنی ضروریات پر بہت خرچ کر دیتے ہیں تو بادشاہ بچوں کی فضول خرچی سے سخت ناراض و خفا ہو جاتے ہیں۔ بعض اوقات تو ملکہ بادشاہ کو مطلع کیے بغیر ہی انکے اخراجات اپنی فراخ دلی و خوش خلقی سے پورے کر دیتی ہیں۔ جب تک بچے بالغ نہیں ہوئے تھے بادشاہ انہیں ناچ وغیرہ میں جانے سے سختی کے ساتھ منع کرتے تھے۔ ملکہ بچپن ہی میں مناسب موقعوں پر اجازت دیدیا کرتی تھیں۔ چنانچہ ایک موقع پر ملکہ معظمہ کی ایک عزیز سہیلی نے بچوں کی "ٹی پارٹی" دی۔ جس میں بچوں کو ناچنا بھی ضروری تھا۔ اس کے لیے سہیلی نے ملکہ کی اجازت طلب کی تو ملکہ نے یوں جواب دیا۔

"میری پیاری سہیلی! میں بچوں کو رقص کرانے اور دل بہلانے سے نہایت خوش

ہونگی۔ مگر بادشاہ کے خیالات مجھ سے بالکل مختلف ہیں۔ میں بچوں کو منع نہیں کرتی انہیں اجازت ہے۔ مگر انکو کہہ دیں کہ گھر آ کر بادشاہ کو نہ بتائیں۔ کیونکہ وہ خفا ہونگے۔ مجھے تکرار سے نفرت ہے"

اپنے بچوں کی چند ایک بچپن کی یادگاریں۔ مثلاً شہزادی میری، کے بچپن کے بال۔ شہزادہ ویلز کا پہلا دانت۔ دوسرے شہزادے کی چھوٹی سی جوتی۔ سب سے چھوٹے مرحوم شہزادے کا چھوٹا سا فراک اور کھلونے وغیرہ۔ اپنی خاص الماری میں محفوظ رکھی ہیں۔ اور کسی نوکر وغیرہ کو چھونے کی بالکل اجازت نہیں۔ کبھی کبھی گذشتہ واقعات کی تازگی کے لیے دیکھا کرتی ہیں ✦

ملکہ کا قد لمبا اور جسم مضبوط ہے۔ صورت سے شاہانہ رعب نمایاں ہے۔ نہایت بلند پرواز دماغ رکھتی ہیں۔ انکا چہرہ بے عیب سُرخ و سپید گلاب کی پتی کی مانند ہے آواز نیچی اور نرم ہے۔ بات بہت سوچ کر اور کم کرتی ہے۔ الغرض آپکی گفتگو حاکمانہ سنجیدگی کا نمونہ ہوتی ہے۔ ملکہ کی طبیعت بچپن ہی سے نہایت شرمگین واقع ہوئی ہے۔ کنوارپن میں وہ اسقدر شرمیلی تھیں۔ کہ غیروں سے ملنا اور بات چیت کرنا انھیں سخت دشوار معلوم ہوتا تھا ✦

ملکہ نے شادی کے بعد اپنی اس عادت پر غالب آنے کی بہت کوشش کی۔ مگر ابتک پُورا قابو نہ پا سکیں۔ پانچ سال پہلے آپ بادشاہ کے ساتھ "پارلیمنٹ ہاؤس" کی رسم افتتاحیہ کو گئی تھیں، تو ملکہ اس رسم کے ادا کرنے کے لیے منتخب کی گئیں۔ جب آپ درباری گاڑی میں سوار ہوئیں تو نہایت متین و سنجیدہ تھیں لیکن جب پارلیمنٹ ہاؤس میں داخل ہونے کا وقت آیا تو آپ کے دست نے پسینہ میں شرابور تھے [illegible]
[illegible]

گانے بہت اچھی طرح گا سکتی ہیں۔ طالسطائی کی غزلیں انھیں بہت پسند ہیں۔ کیونکہ یہ شخص کسی زمانے میں انکا موسیقی کا اُستاد تھا۔ انہوں نے اپنی اکلوتی شہزادی کو بھی نہایت اچھا گانا سکھایا ہے۔ ہماری ملکہ شہزادی دوسری یورپین خواتین کی مانند سر کے بال نہیں کترتیں۔ کیونکہ بادشاہ کو عورتوں کا بال کترنا بالکل پسند نہیں۔ ملکہ نہایت زندہ دل ظریف الطبع ہیں۔ آپ پکا سے عیسائیوں کی طرح بہت پابند مذہب ہیں۔ اپنے بچوں کو بچپن میں مذہبی طریق پر عبادت سکھاتی تھیں +

ملکہ کہتی ہیں کہ ماں بننے کا درجہ ایک عورت کے لیے سب سے بڑا درجہ ہے وہ انگلستان کی بڑی بڑی امیر کنواری خواتین کو یتیموں کی پرورش و دلجوئی کی طرف مائل کرتی رہتی ہیں۔ ملکہ ایک خوش سلیقہ مہذب منتظم ماں کی بیٹی تھیں۔ چنانچہ اسی وجہ سے وہ ایسی منتظم ملکہ بنی ہیں +

اَب ملکہ تقریباً ساٹھ سال کی ہونے آئی ہیں۔ اور بفضلِ خدا دو لڑکوں کی نانی۔ اور ایک لڑکی کی دادی بھی ہیں۔ آپ ہمیشہ بیٹی اور بہو کو بچوں کی پرورش اور تربیت کے بارے میں ہدایات کرتی رہتی ہیں۔ انھیں اپنے نواسوں سے حد درجہ اُلفت ہے۔ اس لیے انھیں ہمیشہ اپنی آنکھوں کے سامنے تربیت دیتی رہتی ہیں۔ لڑکی اور بہو کو انکے پرورش کے بارے میں ہدایات۔ بچوں کے لطائف و ظرافت اور چھوٹے چھوٹے باتوں سے نہایت محظوظ ہوتی ہیں۔ خصوصاً نواسوں کا نہایت خیال رکھتی ہیں +

فاطمہ بیگم صاحبہ زوجہ حسین صاحب لقی بنگلور سٹی

آپ کے خط کی تعمیل صرف اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ آپ اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں +

شبیبہ

عمائد شہر

میں نے جناب سعادت حسن منٹو کا یہ مختصر افسانہ عالمگیر میں دیکھا جو مجھے بے حد پسند آیا عصمتی بہنوں کی تفریح طبع کے لیئے یہاں نقل کرتی ہوں ۔ ر۔ ا

وحید اپنی نکٹائی کی گرہ درست کر رہا تھا۔ لیکن اس کی نگاہیں بجائے آئینہ کے اخبار۔۔۔۔ کے تازہ پرچہ کے ایک اعلان پر جمی ہوئی تھیں۔ گرہ درست کر چکنے کے بعد اس نے پرچہ ہاتھ میں لے لیا اور ایک کرسی پر بیٹھ کر یہی اعلان جسے خدا جانے کتنی دفعہ پیشتر بھی پڑھ چکا تھا پڑھنے لگا۔

"آج شام کو آٹھ بجے موچی دروازہ کے باہر باغ میں عمائد شہر کا ایک نہایت اہم جلسہ ہوگا۔ معزز پبلک سے درخواست کی جاتی ہے کہ وقت مقررہ پر تشریف لا کر عمائد شہر کے قیمتی خیالات سے مستفیض ہوں۔ سکرٹری انجمن۔۔۔۔"

وحید نے اعلان مذکور کو اتنی دفعہ پڑھا کہ وہ کچھ اکتا گیا۔ اعلان میں بظاہر کوئی بات ایسی نہ معلوم ہوتی تھی جو تشریح طلب ہو۔ مگر پھر بھی وحید اسے بار بار پڑھتا جاتا تھا اور کچھ سوچتا جاتا تھا۔ ایک ایسا خیال جو شاذ ہی کسی دماغ میں آتا ہوگا۔ وحید کے دماغ میں گردش کر رہا تھا۔ وہ بہت دیر تک اسی خاص عقدہ کو حل کرنے کی ناکام کوشش میں مصروف رہا۔۔۔۔

ٹن۔ ٹن۔ ٹن۔ ٹن۔ ٹن۔ ٹن۔ ٹن۔ ٹن۔۔۔۔۔

وحید نے سامنے دیوار پر لگے ہوئے کلاک کی طرف دیکھا۔ آٹھ بج چکے تھے۔ وہ بڑبڑاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا "لاحول ولا قوۃ۔۔۔۔۔ عمائد شہر۔۔۔۔۔ عمائد شہر۔۔۔۔ آخر یہ ہیں کون لوگ"

اس نے کوٹ پہنا اور فلٹ سر پر رکھی۔ اور چشمہ لگایا۔ پھر قد آدم آئینہ کے سامنے جا کر اپنے لباس کی نفاست اور اس کے استعمال کی خوش سلیقگی کا معائنہ کرنے لگا۔ اسوقت

وہ پورا پورا "ڈنیڈی" بنا ہوا تھا۔

اس دوران میں اس نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ آج وہ یہ دریافت کر کے ہی رہیگا کہ آخر وہ کون لوگ ہیں۔ جنھیں عائدِ شہر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

جب وہ اچھی طرح مطمئن ہو چکا کہ اب وہ ہر طرح آراستہ ہے تو جلسہ مذکور میں شرکت کرنے کی غرض سے گھر سے چل کھڑا ہوا۔

(۲)

وحید جب جلسہ گاہ میں پہونچا۔ اسوقت جلسہ کا شباب تھا لوگوں کا ایک اژدہام اسٹیج کے اردگرد سبز گھاس کے مخملین فرش پر بیٹھا ہوا تھا۔ چند حضرات سٹیج کے قریب کرسیوں پر متمکن تھے اور بعض "ناچے گاے" سامنے کے اونچے اونچے درختوں سے کرسیوں کا کام لے رہے تھے بعض دفعہ وہ اپنی جبلی طبیعت سے مجبور ہو کر ہو۔ حق کا نعرہ بھی لگا دیتے تھے۔

لہٰذا وحید کی نگاہ سب سے پہلے انہیں لوگوں پر پڑی۔ جو اپنے خوفناک نعرہ ہائے مسرت سے اپنی خوشنودی کا اظہار کر رہے تھے۔ اس نے سوچا کیا یہ عائدِ شہر میں سے ہیں۔ ... اگر ہیں تو کیوں۔ اور نہیں تو کیوں۔ ...... یہ بات وحید کی سمجھ میں نہ آئی۔ پھر اس نے ان لوگوں کی طرف دیکھنا شروع کیا جو فرش پر بیٹھے ہوئے تھے۔ لیکن ان میں سے کسی ایک کے سر پر بھی عائدِ شہر کا طغرائے امتیاز نظر نہ آیا۔ اب وہ ٹہلتے ٹہلتے اسٹیج کے قریب پہنچ گیا ایک صاحب نے جو غالباً منتظم معلوم ہوتے تھے ایک کرسی پیش کرتے ہوئے کہا "ادھر آئیے۔ مولانا تشریف رکھیے"

لیکن وحید نے اس کی طرف بالکل توجہ نہ کی اور ان حضرات کو گھور گھور کر دیکھنا شروع کیا جو کرسیوں پر نہایت شان سے جلوہ افروز تھے۔ بعض حضرات کو اسکا یہ طرزِ عمل بہت ہی برا معلوم ہوا آخر ایک مولوی صاحب نے اپنی لانبی ڈاڑھی کو اپنی موٹی موٹی انگلیوں سے گردش دیتے ہوئے کہہ ہی تو دیا۔ "کیوں صاحب آپ میرے چہرہ کی طرف اس قدر

خوفناک نظروں سے کیوں دیکھ رہے ہیں؟"

وحید جو اپنے شغل میں مست تھا۔ اس اچانک حملے سے گھبرا اُٹھا۔ پھر اس نے عذر خواہی کے لہجے میں کہا:" اوہ معاف کیجئے گا۔ میں ایک ایسے شخص کو ڈھونڈ رہا ہوں جسے یقیناً آپ نہیں جانتے ہونگے۔" یہ کہکر وہ آگے بڑھ گیا۔ اور وہ مولوی صاحب کچھ بڑبڑا کے چپ ہو رہے اب وحید ٹہلتے ٹہلتے عین مقرر کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ اس کی تمام تر توجہ مقرر کے چہرے پر مرکوز ہو کر رہ گئی۔ مقرر صاحب اس وقت اپنی دھواں دھار تقریر سے سامعین کو وجد میں لا رہے تھے۔ انداز تقریر میں تفاخر کا ایسا عنصر متمیز تھا۔ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے سوا۔ ہر اُس شخص کو جو اُن کی تقریر سے متاثر ہو رہا تھا۔ محض جاہل مطلق سمجھے ہوئے ہیں۔ لیکن اگر انہیں یہ معلوم ہو جاتا کہ انہیں لوگوں میں ایک شخص ایسا بھی ہے جو اُن کے سراپا کو تیکھی چتونوں سے گھور رہا ہے۔ تو سٹی بھول جاتے۔

وحید کافی دیر تک مقرر کے سراپا کو حیرت سے دیکھتا رہا۔ لیکن اُس میں بھی اُسے عمائد شہر کا کوئی خاص امتیازی نشان نظر نہ آیا۔

آخرکار جلسہ ختم ہوا۔ تمام لوگ منتشر ہو گئے۔ لیکن وحید وہیں کھڑا عمائد شہر کی جستجو میں مستغرق تھا۔

(۳)

چند لمحوں کے بعد وحید نے اپنی بے معنی تنہائی کو محسوس کیا۔ اُسے اپنی ناکامی پر سخت غصہ آ رہا تھا پھر اپنی جیب سے سونے کی گھڑی نکال کر دیکھی دس بج چکے تھے معاً اُسے ایک اور ترکیب اپنی تمنا کو شاد کام بنانے کی سوجھی۔ ...... الگزینڈرا تھیٹریکل کمپنی کا جو سال ہی میں وارد لاہور ہوئی تھی تماشہ دیکھنے جائے اور تماشائیوں میں سے عمائد شہر کی شناخت کرے .... دوسرے لمحے میں وہ ٹانگے پر سوار ہو کر تھیٹر ہال کی طرف جاتا نظر آیا۔

جس وقت وحید نے تھیٹر ہال کے اندر قدم رکھا۔ اس وقت پردہ اُٹھ چکا تھا اور سٹیج پر

ایک حسین و جمیل ایکٹریس انگریزی طرز کا لباس زیب تن کیے رقص کر رہی تھی لیکن وحید نے اس کی طرف مطلقاً توجہ نہ کی تماشائی اس کثرت سے موجود تھے کہ تل دھرنے کو بھی جگہ نہ تھی وحید کی نگاہیں فرداً فرداً ہر ایک تماشائی کا جائزہ لینے لگیں۔ چھن..... چھن..... چھن..... چھن کی موسیقی نواز آواز نے جو رقاصہ کے گھنگروؤں سے آ رہی تھی وحید کو اپنا شغل جاری رکھنے نہ دیا۔ اس نے اپنی نگاہیں اس متحرک جادو کی طرف پھرائیں۔ اب وہ دوسرے تماشائیوں کی طرح مبہوت و حیران اس رنگین تیتری کی سحر طرازیوں سے مسحور ہو رہا تھا۔ رقاصہ نے رقص کرتے ہوئے بہت سرعت سے ایک چکر کاٹا۔ اور یکدم کھڑی ہو گئی۔ پھر اپنے دائیں کو ایک عجیب انداز سے حرکت دیتے ہوئے بوسہ دیکر تماشائیوں کی طرف بڑھایا گویا یہ اسکا الوداعی سلام تھا..... ہر دل نے حرکت کرنی بند کر دی..... ہر متنفس کا سانس رک گیا..... "کیا اب یہ رنگین تیتری پردوں کی آڑ میں غایب ہو جائے گی" اُف کس قدر روح فرسا خیال تھا +

لیکن چند لمحوں بعد رقاصہ نے اپنا دایاں ہاتھ پھر بلند کیا۔ زندگی کی ایک لہر از سر نو تماشائیوں میں دوڑ گئی چھن..... چھن..... چھن..... چھن رقص پھر شروع ہو گیا تالیوں کی آواز سے تمام ہال گونج اٹھا۔ فوکس FOCOUS کے ذریعے سے اُس مختلف الالوان رنگ پھیکے جا رہے تھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ اندر کے اکھاڑے میں سبز پری اور لال پری رقص کر رہی ہیں۔ چند منٹ کے بعد اس موجہ رنگ و بو نے پھر ایک چکر سرعت برق کے ساتھ پورا کیا اور الوداعی سلام تماشائیوں کو کرتے ہوئے رنگین پردوں کی آڑ میں غایب ہو گئی۔ تماشائی حسرت آمیز نگاہوں سے دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے +

دوبارہ بلانے کے لیے تالیاں پیٹی گئیں۔ تماشائی کامیاب ہو گئے۔ رقاصہ تیتری کی طرح اُڑتی ہوئی اسٹیج پر آموجود ہوئی۔ لیکن چند منٹ کے مختصر رقص کے بعد پھر سایہ کی طرح غایب ہو گئی اسی طرح سات دفعہ اس نے اپنے رقص پیہم سے تماشائیوں کو مسرور کیا۔ لیکن تماشائی

اس کیفیت عارضی کو کیفیت جاودانی بنانا چاہتے تھے۔ جو قطعاً ناممکن تھا +

وحید اس وقت یوں محسوس کر رہا تھا کہ وہ کوئی رنگین خواب دیکھ رہا ہے۔ عائدِ شہر کی شناخت کا خبط اُس کے دماغ سے حرفِ غلط کی طرح مٹ چکا تھا۔ تماشہ ہوتا رہا۔ لیکن اُسکا خیال تماشے کی طرف نہ تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اُس نے جو کچھ ابھی ابھی دیکھا۔ وہ صرف فریبِ نگاہ کا عطیہ تھا یا ایک نہ بھولنے والی کیفیت پر درحقیقت +

تماشہ اختتام تک پہونچا۔ تماشائی گھروں کو جا رہے تھے۔ ان میں وحید بھی تھا۔ لیکن بدستور ناکام۔ عائدِ شہر کی شناخت نہ کر سکا۔ حالانکہ اُس نے باہر نکل کر اس امر کی کافی کوشش کی تھی +

(۴)

وحید عمائدِ شہر کی شناخت کے خیال میں کھویا ہوا ماحول سے قطعاً بے نیاز چلا جارہا تھا۔ رہ رہ کر اُسے اپنی ناکامی پر غصہ آتا۔ کبھی کبھی وہ حسرت آمیز لہجے میں سرگوشی کے انداز میں کہتا:-

"یا اللہ، آخر یہ عمائدِ شہر ہیں کس طرح کے لوگ۔ کیا میں انہیں کبھی ڈھونڈ سکوں گا؟" دفعتاً وہ ایک جگہ دونی چیخ کے ساتھ سڑک پر لڑھکتا ہوا دُور جا پڑا۔ اور بیہوش ہو گیا۔ موٹر کا دھکا بہت زور سے لگا تھا۔ اگرچہ ڈرائیور نے ہارن بجا بجا کر اُسے ہوشیار کرنے کے علاوہ وحید کو موٹر کی زد سے بچانے میں ہر امکانی کوشش سے کام لیا تھا لیکن پھر بھی وہ موٹر کی لپیٹ میں آہی گیا +

چند آدمیوں نے آہستہ اُٹھا کر میو ہسپتال میں پہنچا دیا۔ جہاں اُس کی اچھی طرح دیکھ بھال کی گئی۔

(۵)

اگلے دن کوئی چار بجے کے قریب اُس کا دوست ہادی اخبار "زمیندار"

کا تازہ پرچہ ہاتھ میں لیے ہوئے اس کے کمرے میں داخل ہوا۔ وحید اسوقت ایک پلنگ پر آنکھیں بند کیے ہوئے لیٹا تھا ہادی کے پاؤں کی چاپ سُنکر اس نے آنکھیں کھولکر سامنے دروازے کی طرف دیکھا۔ ہادی دروازے میں کھڑا حیرت اور افسوس کی نگاہوں سے وحید کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ہادی آگے بڑھا اور مصافحہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"وحید اب تمہاری طبیعت کا کیا حال ہے۔ یہ حادثہ کیونکر وقوع پذیر ہوا" وحید نے مسکراتے ہوئے جواب دیا "بہت اچھا ہوں رات تھیٹر سے واپس آتے ہوئے ایک شخص کی تلاش کر رہا تھا کہ اچانک موٹر کی لپیٹ میں آگیا۔ لیکن تمہیں اس حادثے کی کس نے خبر دی" ہادی نے زمیندار کا وہی پرچہ جسے وہ اپنے ہمراہ لایا تھا دکھلاتے ہوئے کہا "اسی پرچے میں اس افسوسناک واقعے کی خبر شایع ہوئی ہے" وحید نے سرسری طور پر پوچھا "آخر اس میں اتفاقات کیا لکھے گئے ہیں" ہادی نے پڑھنا شروع کیا "کل مورخہ ۲۲ اگست کو رات کے ۲ بجے ایک نہایت افسوسناک حادثہ وقوع پذیر ہوا۔ عمائد شہر کے ایک معزز رکن جناب پروفیسر محمد وحید صاحب تھیٹر دیکھکر واپس آرہے تھے۔ اچانک موٹر کی لپیٹ میں آگئے۔ چوٹیں اگرچہ سخت آئی ہیں لیکن اب حالت رو بصحت ہے۔ نامہ نگار"

ہادی نے ابھی مشکل پڑھنا ختم ہی کیا تھا کہ وحید چارپائی سے اچھلا گویا کہ ایک قدِ آدم آئینہ کے سامنے جا کھڑا ہوا اور اپنے عکس کو ان نظروں سے دیکھنے لگا گویا وہ کوئی بالکل انوکھی چیز دیکھ رہا ہو۔ ہادی اسکی یہ عجیب و غریب حرکت دیکھکر متحیر ہو گیا پھر اس کے قریب جا کر اسکے کاندھے پر تھپکی دیتے ہوئے کہا "میرے دوست آئینے میں کیا دیکھ رہے ہو" وحید نے نہایت سنجیدگی سے بغیر ادھر دیکھے ہوئے جواب دیا "وہی آدمی جسے تلاش کرتے ہوئے میں موٹر کی لپیٹ میں آگیا تھا" یہ سُنکر ہادی کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی وہ سمجھا کہ وحید کا دماغ چل گیا ہے آخر اس نے پوچھا "نہیں سمجھا کہ تمہارا کیا مطلب ہے وہ آدمی آخر کون ہے" وحید نے ایک بلند قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "عمائد شہر میرے دوست عمائد شہر کا ایک معزز رکن" ہادی ہنس دیا۔۔۔

[illegible]

بچوں کی ابتدائی پرائیویٹ تعلیم

چھوٹے بچے کھیل کود شور و غوغا وغیرہ سے اکثر ماؤں کو تنگ کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہر وقت کا رونا اور بار بار کھانا۔ ضد کرنی۔ پیسے مانگنا اُنکا کام ہوجاتا ہے۔ جو بچے ضدی نہیں وہ کمروں میں کھیلتے کودتے چھوٹی چھوٹی چیزوں کو بگاڑتے توڑتے پھرتے ہیں اور پھر مار پیٹ وغیرہ سے ڈھیٹ ہوجاتے ہیں +

مناسب یہ ہے کہ بچے کی تعلیم ساڑھے تین سال کی عمر میں شروع کر دینی چاہیے۔ دراصل بچوں کا پہلا مکتب ماں کی گود ہے۔ اگر ماں گود کے مکتب میں آغازِ تعلیم وتربیت اچھی طرح کرے تو نا ممکن ہے۔ کہ بچے کم فہم۔ کاہل جاہل ہوں +

میرا مطلب یہ نہیں کہ آپ لوگ ساڑھے تین سال کے بچے کو تختی لکھنے دیدیں الف۔ ب۔ پڑھانا شروع کروا دیں۔ تعلیم کا یہ مطلب ہے کہ علمی کھیلوں کے ذریعے بچے کی عمر و فہم کا خیال رکھیں۔ جب بچہ تھوڑی تھوڑی بات چیت کرنے لگے اور اپنا مطلب بخوبی ظاہر کر سکے تو وہ وقت تعلیم کے آغاز کا ہے۔ چھوٹے بچے کی تعلیم وتربیت کا مادہ قدرت نے ماں میں خود ہی پیدا کر دیا ہے۔ بشرطیکہ ماں کو یہ شوق ہو کہ میرا بچہ بچپن سے ہی علم حاصل کرنے کا عادی ہوجائے۔ مثلاً کسی ماں کو خیال ہے کہ میرا بچہ چھوٹا سا ہی ۱۰ چیزیں گن لے۔ تو ماں اپنے شوق سے ہر ایک چیز اس کے ہاتھ میں دیکر ساتھ ہی گنتی بتا دے گی تو چند دن میں بچہ۔ ایک بلکہ۔ ایک آسانی سے سیکھ سکے گا +

گنتی سکھانے کا طریقہ۔ بچوں کو بچپن سے موتی پرونے کا بہت شوق ہوتا ہے۔ خاص کر لڑکیاں گڑیوں کے لیئے ہار وغیرہ پروتی رہتی ہیں ننھے ننھے بچے جہاں موتی پاتے ہیں خوش ہوکر اٹھا لاتے ہیں۔ اس رغبت کے بموجب ساڑھے تین سال کے بچے کو

۱۰۰ موتی رنگ برنگ موٹے موٹے منگوا دیں۔ پہلے بچہ موتی سے شوق میں کھیلتا پھر یگا پھر اسکو خود بخود پرونے کا شوق ہوگا دو تین دن اس کی مرضی پر ہی پرونے دیویں۔ وہ خود ہی رنگ برنگ کی لڑیاں پروتا رہے ۔

(الف) ماں بچے کے ساتھ کسی کام کے سکھاتے وقت بچوں کی طرح گفتگو کرے اور بچے اسکو بھی اپنے ہمراہ بچہ ہی جانے ۔

پہلے سوئی میں ڈورہ پرو کر گرہ لگا دیں اور کہیں کہ ایک موتی ڈالو ساتھ ہی اس کے اس موتی کا رنگ بھی بتا دیں۔ یعنی لال۔

رنگ کرا دکھانے کے لیے کہیں کہ سب لال موتی پرو دو سب لال لال پرو لیوے اور بار بار بتا دیوے کہ یہ لال موتی ہیں تو بچہ لال رنگ کے نام پر پہچان سیکھ لیوے گا۔

اکثر بچے ابتدا میں ایک کو جگہ جگہ شمار کرتے ہیں مگر دو اشیا کا پہچاننا دیر میں سیکھتے ہیں۔ سوئی میں ایک موتی پرو کر بچے سے پوچھیں کہ کتنے ہیں۔ کہیگا ایک۔ ایک اور پرو دیں اب کتنے ہوئے۔ نہ بولے تو بتائیں کہ ایک پر ایک اور پرویا تو دو ہو گئے۔ ایک کے ساتھ ایک اور ملائیں تو دو ہو جاتے ہیں۔ بار بار مشق کروانے سے بچہ موتی کی گنتی بخوبی سمجھ جاوے گا اب لال موتی کے ساتھ ایک سبز اور ملا لیویں اور بتا دیں کہ اس رنگ کا نام سبز ہے۔ دو موتی پرو دو۔ ایک لال اور ایک سبز۔ ساتھ ساتھ رنگوں کے نام بھی بتاتے جاویں اور ایک دن میں ایک ایک گنتی کو بھی بڑھاتے جاویں تو اس طریقہ سے بچہ دس دن میں دس تک گنتی اور دس رنگوں کے نام سیکھ سکتا ہے ۔

ایسے پیار محبت اور کھیلوں سے گنتی سکھا دیں کہ اسے بوجھ نہ معلوم ہو۔ رات کو چارپائی پر لیٹے تو چارپائی کے پائے موٹے گنا رہے۔ اس کے ہاتھوں کی انگلیاں گنو دیں۔ سودی پیسے۔ آلو وغیرہ ہر ایک چیز گاہے گاہے گنتی کے نام بتاتی رہیں تو بچہ کو بوجھ نہ معلوم ہوگا اور باتوں باتوں میں گنتی سیکھ لیگا ۔

ب- جب بچہ دس تک گنتی بخوبی جان لے تو پھر جمع کا قاعدہ بھی انگلیوں اور موتیوں پر ہی سکھا سکتی ہیں پہلے بچے کے یہ پہاڑے ذہن نشین کرادیں۔

اسی طرح ایک ایک پہاڑہ زبانی سکھادیں مگر دس تک گنتی محدود رہو۔

اب آپ دیکھیں گی کہ جب یہ پہاڑہ بچہ خود بخود روزانہ گیت کے طور پر کہتا پھرے گا

۱ + ۲ = ۳	۱ + ۱ = ۲
۲ + ۲ = ۴	۲ + ۱ = ۳
۱ + ۳ = ۴	۳ + ۱ ۴
۲ + ۳ = ۵	۹ × ۱ = ۱۰

تو جمع جلدی سیکھ لیوے گا اب اسکو معلوم ہو گیا کہ ایک عدد کے ساتھ ایک اور کوئی چیز ملائیں تو بہت ساری ہو جاتی ہیں ان بہت ساری اکٹھا کرنے کو جمع کہتے ہیں۔

گنتی اور جمع کے قاعدے (۱) چار سبز موتی لاؤ۔ دو سفید موتی لاؤ دو لال موتیوں میں سے لاؤ۔ اب انھیں ملا کر گنو۔

(۲) چھ نیلے موتی لاؤ۔ ۳ کالے نکال لو۔ اب ملا کر گنو کتنے ہوئے؟

(۳) تمہیں چار دن برابر دو دو پیسے ملتے رہے تو کتنے ملے۔

اگر بچہ زبانی نہ کر سکے تو اس کے سامنے ایک ایک دن کے علحدہ علحدہ پیسے رکھ دو اور کہو گنو

(۴) اس موتیوں کی لڑی میں کتنے رنگ ہیں؟

(۵) تمہاری میز کے کتنے پاؤں ہیں؟ تمہارے سامنے یہ کتنی چیزیں ہیں؟

ایسے ایسے سوالات بچوں سے بار بار کرتے رہیں تو گنتی میں پختہ ہو جاوینگے۔
مگر ساڑھے تین سال کے بچے کو۔ اتنی ہی گنتی رنگوں کے ناموں کے سیکھنے پر ہی اکتفا کرنی چاہیئے۔ زیادہ بوجھہ نہ ڈالا جاوے۔ دو چار ماہ بعد نفی وغیرہ کے سوالات شروع کرنے جائیں

منفی کے سوالات (۱) تمہاری کرسی کی ایک ٹانگ ٹوٹ گئی۔ اب کتنی موجود ہیں

(۲) تمہارے ۴ پیسے تھے دو کی مٹھائی لے لی اب کتنے رہے؟

(۳) یہ چار روٹیاں ہیں ایک تم نے کھائی تو کتنی بچیں؟

ایسے ایسے چھوٹے سوالات کرنے سے بچہ خود بخود سیکھ جاتا ہے۔
اب ۱۰ سے زیادہ بھی اسیطرح بچہ سیکھ سکتا ہے۔ جب بچہ چار سال کا ہو تو دہائی سے زیادہ گنتی شروع کروائیں۔

سو کی گنتی۔ یہ کتنے موتی ہیں ۱۰۔ اب دیکھو تم نے ایک ایک کرکے ۱۰ موتی اکھٹے کئے بچہ کو بتایا جاوے۔ اسیطرح ہم ۱۰ چیزیں کئی دس کی صورت میں اکھٹی ہیں۔ مثلاً دس موتی۔ دس کوڑیاں۔ دس پیسے۔ دس روپے۔ دس روٹیاں۔ اسیطرح دس اشیا علیحدہ علیحدہ۔ دس دس کے شمار میں اکھٹی کرکے بتا دیں۔

پھر بچہ کو بتائیں۔ کہ اس دس کا نام دہائی بھی ہے۔
یعنی یہ دیکھو۔ ایک دہائی پیسے موجود ہیں۔ ایک دہائی کوڑیاں۔ دو نیاں چونیاں وغیرہ وغیرہ پھر علیحدہ علیحدہ اشیاء دکھا کر یہ پہاڑے ذہن نشین کروائیں۔ مگر اشیا ضروری سامنے بچے کے ہونی چاہئیں۔

دہائی		عدد		
۱۰	+	۱	=	۱۱
۱۰	+	۲	=	۱۲

جب بچہ انیس تک گن لیوے تو چھوڑ دیں۔
پھر دو دہائی اکھٹا کرکے بتا دیں کہ دیکھو اب دو دہائی جب لیں تو اسکا نام ۲۰ ہوتا ہے یعنی دو دہائی بیس ہوتا ہے۔ اب ہم دو دہائی کے عدد کو اس طرح لکھتے ہیں کہ دو تو گنتی کا شماری عدد ہے　۰ دہائی کا نشان ہے۔ اب دو دہائی یعنی بیس میں ملانا شروع کرتے ہیں۔

یعنی

دہائی		عدد		
۲۰	+	۱	=	۲۱
۲۰	+	۲	=	۲۲

اسی طرح تیس سکھا دیں۔ علیحدہ علیحدہ جب دہائیاں بچہ سیکھ جاوے تو ۱۰۰ چیزیں اکھٹی کرکے رکھ دیں۔ ۱۰ دہائی علیحدہ علیحدہ رکھ کر اسے بتا دیں کہ ۱۰ دہائی۔
دیکھو اب اس طرح ۱۰۰ لکھا کرتے ہیں ۱۰ کا نام دہائی اور ۱۰ دہائیوں کو اس میں ملانے سے سیکڑہ بنتا ہے۔ اب بچہ کو ۱۰۰ کے اندر اندر چیزیں اکھٹی کرکے سامنے رکھ تیج۔

منفی۔ ضرب تقسیم وغیرہ کے چھوٹے چھوٹے ابتدائی قاعدے جن کے سیکھنے میں بچے پورے دو سال لگاتے ہیں چھ ماہ میں گھر پر سکھا سکتے ہیں۔

اسی طرح مائیں بچہ کو کھیل کھیل میں۔ الف۔ ب وغیرہ پڑھنا۔ لکھنا بھی سکھا سکتی ہیں۔

عائشہ بیگم (لاہور)

اخلاقی غزل

یہی سرِ تمدن ہے خیال اسکا بشر رکھے — کسی کا ہو رہے خود یا کسی کو اپنا کر رکھے

نہ تو کچھ سیم و زر رکھے نہ کچھ لعل و گہر رکھے — کرے دل میں ہر اک کے گھر بشر ایسا ہنر رکھے

نہ بڑھنے پائینگے عیب اور نہ عیب ہنر ہوگی — بشر اپنی خطاؤں پر اگر ہر دم نظر رکھے

نہ دھوکہ دے کسی کو کوئی عزت اپنی گر چاہے — ہو جامہ پارسائی کا تو دل بھی صاف تر رکھے

اسی کا نام طاعت ہے یہی ہے کام بندے کا — زباں پہ ورد رکھے نامِ حق سجدے میں سر رکھے

طریقِ ایثار کا آسان نہیں مشکل یہ جادہ ہے — قدم رکھے وہی اس میں جو پتھر کا جگر رکھے

زمانہ میں سدا تیغِ حوادث چلتی رہتی ہے — قضا سے کیا خطر اسکو رضا کی جو سپر رکھے

جو کوہِ حلم ہوگا کوئی اس کے منہ نہ آئے گا — وہ منہ کی کھائے گا ہر دم جو غصہ ناک پر رکھے

ذہین آتا ہے کوئی کام کب تکلیف و زحمت میں
بشر کو چاہیئے خالق کی رحمت پر نظر رکھے

مرسلہ اہلیہ محمد حسن یاور خاں حیدرآباد دکن

اِصلاحِ رُسوم

شادی بیاہ خوشی و غم موت حیات اور بچہ کی ولادت وغیرہ میں جتنی رسمیں ہیں وہ سب قریب قریب فضول اور اسراف بیجا سمجھی جاتی ہیں۔ اور کوشش ہو رہی ہے کہ ان کو ترک کر دیا جائے۔ ایک لخت کل رسموں کا چھوڑ دینا مشکل اور وقت طلب ہے۔ اور ابھی اس کے لیے زمانہ درکار ہے۔ فی الحال بعض رسموں کو بعد اصلاح کار آمد بنانا چنداں دشوار نہ ہوگا۔ اور معترض کو اصلاح کی کیفیت بخوبی سمجھائی جاسکتی ہے ؛

بچہ کی پیدایش کے موقع پر جب زچہ کے لیے میوہ وغیرہ آتا ہے تو جیٹھوں کے نام تھوڑا تھوڑا سا نکال کر علیحدہ رکھدیا جاتا ہے پھر استعمال ہوتا ہے۔ بڑے چلے کے غسل پر ان چیزوں میں بازار سے اور سامان میوہ سوجی شکر وغیرہ منگا کر ملایا جاتا ہے اور ان سے پنجیری گلگلے حریرہ سٹھورا وغیرہ پکتا ہے۔ اور مرحوم بزرگوں کے نام نیاز دلائی جاتی ہے۔ اس کے بعد تمام خاندان کنبہ برادری محلہ ٹولہ ملنے جلنے والوں میں تقسیم ہوتا ہے۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ اس رسم کی اصلی غرض بالکل ہی مفقود ہو جاتی ہے۔ اور ان چیزوں میں سے بیچارے مُردوں کے ثواب پہنچانے کے لیے کچھ بھی غریب غربا فقیر فقرا بیوہ یتیم اور اس کے اصلی مستحق کو نہیں ملتا ؛

اسی طرح شادی کے بعد دُلہن سے سب سے پہلا کام یہی لیا جاتا ہے کہ کھانا پکوا کر جیٹھوں کی نیاز دلائی جاتی ہے۔ تب کہیں بیچاری دلہن گھر کی چیزوں میں ہاتھ لگا سکتی ہے ورنہ اس رسم سے قبل مثل مہترانی کے الگ تھلگ رہتی ہے۔ حتی کہ پانی نمک چھونے کا حکم نہیں اس موقع پر بھی وہی طریقہ رائج ہے کہ تمام عزیز وغیرہ جمع

ہوتے ہیں۔ اور بعد نیاز تمام کھانا چٹ کر جاتے ہیں۔ ان کو کبھی یہ خیال بھی نہیں ہوتا
کہ وہ حق تلفی کر رہے ہیں۔ اس کے حقدار اور مستحق دوسرے ہیں اور نہ کھلانے والوں کو
کبھی یہ خیال گزرتا ہے کہ اس طریقہ سے مُردوں کو کچھ ثواب بھی پہنچتا ہے یا نہیں۔
ان پیٹ بھروں کو کھلانے سے سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ بعض مہمان
تعریف کر کے میزبان کو خوش کریں اور بعض اپنی ہنرمندی دکھانے کو خواہ مخواہ نقص
نکالیں۔ سالن میں مرچ۔ تیز، نمک کم پلاؤ میں چاول خراب۔ زردہ پھیکا چاول سخت
کباب بدمزہ۔ رائتہ کا دہی کھٹا۔ فیرنی میں مطلق خوشبو نہیں۔ پانی کا انتظام درست
نہیں۔ پٹاری بہت گندی ہے۔ پانوں میں کتھا کڑا ہے۔ غرضیکہ نازک مزاجوں
اور امیروں کی ہر ممکن طریقے سے خاطر کی جائے مگر وہ اپنی نفاست اور امارت جتانے
کو ہر چیز میں کوئی نہ کوئی اعتراض ضرور کرینگے۔ میزبان ان کی خاطر داری میں پریشان
الگ ہوئے اور ان کی نکتہ چینی سے شرمندہ علیحدہ۔ کچھ حاصل نہ حصول فضول کی
زحمت اور زیرباری البتہ ہوئی۔ اور اس رسم کی غرض بھی پوری نہیں ہوئی۔
میرے خیال میں اس رسم کے موجد نے اس خیال سے یہ رسم ایجاد کی ہوگی
کہ ہر خوشی کے موقع پر جب سب عزیز شریک ہوں تو مرحوم عزیزوں کو بھی یاد رکھا
جائے اور اس موقع سے وہ بھی مستفید ہوں۔ غور کرنے کی بات ہے کہ یہ رسم
کتنی اچھی ہے۔ مگر کیا صرف نیاز دلا دینے سے اس رسم کی اصلیت پوری ہو سکتی ہے
جبکہ اس میں سے ایک روٹی بھی فقیر کو نہ دی جائے۔
بجائے ان فضولیات اور مہمانداری کے یہ ہونا چاہئے کہ ایسے موقع پر فقیر محتاج
اور اصل مستحقوں کو تلاش کر کے کھلایا جائے اور اس کا ثواب مرحوم بزرگوں کی روحوں
کو بھیجا جائے۔ تاکہ اس رسم کا اصلی مقصد حاصل ہو۔ سوائے غریبوں محتاجوں یتیموں
مسکینوں اور اصلی مستحقوں کے کسی اور کو مدعو نہ کیا جائے اور نہ حصے بھیجے جائیں

اگر تقسیم کیے جائیں تو ان عورتوں اور بچوں کو جو شریف ہوں اور اتفاقات زمانے نے انہیں تنگدست نادار اور لاوارث کر دیا ہو۔ اور چار دیواری کے اندر اپنی خاندانی شرافت اور عزت کو نباہ رہی ہوں۔ فاقوں پہ فاقے ہوں مگر کسی سے امدادی سوال ان کی زبان سے نہ نکلے۔ ایسوں کو بھیجکر اور کھلا کر حقیقی مسرت اور سچی خوشی کا لطف بھی حاصل کیجئے اور رسم بھی انجام کو پہنچے ورنہ خواہ مخواہ کی مہمانداری محض فضول و بے کار ہے ۔

اسی طرح اور بھی کئی رسمیں کچھ اصلاح کے بعد مفید ثابت ہو سکتی ہیں۔ مثلاً دور دراز سفر جاتے وقت امام ضامن۔ اور مسافر کی واپسی پر، بیمار کے غسل صحت پر تیل ماش وغیرہ کا قاعدہ بھی چنداں برا نہیں۔ غمی کے موقع پر کھانا بھیجنا بھی ٹھیک ہے مگر وہاں کھانا بہت قابل اعتراض ہے۔ پھول دسواں بیسواں چالیسواں سہ ماہی ششماہی اور برسی پر بھی صرف غریبوں ہی کو مدعو کرنا چاہئے۔ اس کے علاوہ اگر بلایا بھی جائے تو مہمانوں کو ہرگز جانا نہیں چاہئے بلکہ اپنے اپنے محلے سے غریبوں کو بھیجدینا مناسب ہے اور کھلا دینا چاہئے کہ اس موقع پر بجائے ہمارے ان کا آنا ضروری ہے۔ اس طرح اُمید ہے بہت جلد اصلاح ہو سکتی ہے۔ تھوڑی ہمت درکار ہے پھر بیڑا پار ہے۔ مثال قایم ہونا شرط ہے انشاء اللہ لوگ تقلید کرنا شروع کر دینگے۔ خدا ہمارے ارادوں میں برکت اور ہمت میں استقلال دے کر ہم اپنی حالت خود ہی درست کرلیں۔ آمین ۔

راقمہ م۔ ب

عصمت کی اشاعت میں خدا کے فضل سے ایک دن کی بھی دیر نہیں ہوتی ہمیشہ ۳ تاریخ کو شائع ہو جاتا ہے اگر ڈاکخانہ کی غلطی سے کسی بہن کو وقت پر رسالہ نہ ملے تو فوراً اطلاع دیدیں ورنہ ۱۵ تاریخ کے بعد ۸ کے ٹکٹ بھیجنے چاہئیں ۔

منیجر

چھوٹے بچے کیلئے فراک نما اونی قمیض

(سلائیوں سے)

اس قمیض کے لیے مندرجہ ذیل چیزوں کی ضرورت ہوگی! ۴ اونس
LADYSHIP 3-PLY SCOTCH FINGERING.
(لیڈی شپ ۳ پلائی سکاچ فنگرنگ) اور ۹ نمبر کی دو عدد ہڈی کی سلائیاں۔ ایک ۱۲ نمبر کا ہڈی کا کروشیا۔ دو چھوٹے پرل بٹن۔ یہ قمیض ۱۵ ۱/۲ انچ لمبی ہوگی اور سینے کا گھیر گولائی میں ۲۲ انچ ہوگا اور آستین معہ کف ۶ ۱/۲ انچ لمبی ہوگی اور یہ قمیض ۱۲ ماہ کے بچے کے آسکے گی +

ترکیب۔ سامنے کے حصہ کے لیے ۱۱۲ خانے سلائی پر ڈالو اور ۸ قطاریں سیدھی بنو اس کے بعد ۸ قطاریں ایک قطار سیدھی ایک قطار الٹی کے حساب سے بنو۔ ۱۷ ویں قطار۔ ۲ خانے سیدھے * ایک خانہ سیدھا۔ ایک خانہ بڑھاؤ (دھاگہ کو سامنے کی طرف لاکر خانہ بڑھایا جائے) اور ۲ خانے اکٹھے سیدھے بنو۔ دو خانے سیدھے * ہر دو نشانوں کے درمیانی طریق سے بنتے ہوئے قطار ختم کرو۔ ۱۷ ویں قطار کی مانند ۱۵ قطاریں اور بنو اور پھر ۸۵ قطاریں ایک قطار سیدھی۔ ایک قطار اُلٹی کے حساب سے بُن لو۔

۹۱ ویں قطار۔ ۶ سیدھے * ۲ خانے اکٹھے سیدھے۔ پھر ۲ خانے اکٹھے سیدھے ایک سیدھا * ہر دو نشانوں کے درمیانی طریقہ سے ۲۰ دفعہ بنو۔ اور پھر باقی ماندہ ۶ خانے سیدھے بنو۔ اب سلائی پر کل ۷۲ خانے رہ جائیں گے۔ ۹۲ ویں قطار الٹی بنو اس کے بعد ۸ قطاریں ۱۷ ویں قطار کی مانند بنو۔ ۱۰۱ ویں قطار۔ ان ہی خانوں کے ساتھ شروع میں ۳۵ خانے اور بنے (آستین کے لیے) سلائی پر ڈالو اور پھر ان ۳۵ اور اگلے ۷۲ ان کل خانوں کو (جو ۱۰۷ ہو گئے ہیں) سیدھا بنو +

۱۰۲ ویں قطار۔ ۳۵ خانے اور بنے قطار کے شروع میں (دوسری آستین کے لیے) سلائی پر ڈالو اور ان ۳۵ اور اگلے ۱۰۷ ان سب کو الٹا بنو۔ اب سلائی پر کل ۱۴۲ خانے ہونگے۔ بعد ازاں ۱۸ قطاریں ایک قطار سیدھی۔ ایک قطار اُلٹی کے حساب

سے بنو۔ ۱۲۱ ویں قطار۔ ۵۹ خانے سیدھے بنکر ان کو کسی فالتو سلائی پر ڈالدو۔
(بائیں طرف کے کندھے کے لیئے) اور پھر ۴۴ خانے گردن کے حصے کے لیئے بند
کردو اور ۵۹ خانے سیدھے بنو۔ اب ان آخری ۵۹ خانوں پر ہی کام ہوگا۔
۱۲۲ ویں قطار۔ الٹے بنتی جائیں یہانتک کہ ۲ خانے باقی رہ جائیں۔ ان ۲ خانوں کو
اکٹھا اُلٹا بن لیں۔ ۱۲۳ ویں قطار سیدھی بنو۔ آخری ہر دو قطاروں کو تین دفعہ
اور دُہراؤ۔ ۱۳۰ ویں قطار۔ اُلٹی بنو یہاں تک کہ صرف ایک خانہ باقی رہ جائے
اس خانے کو ۲ دفعہ اُلٹا بنکر ایک خانہ بڑھالیں (یعنی ایک دفعہ اُلٹا خانہ بننے کے
بعد بائیں ہاتھ کی سلائی سے خانہ گرانے کے بجائے پھر دوسری دفعہ اسی خانہ میں
پچھلی تار کی طرف سے سلائی ڈال کر اسکو اُلٹا بن لیں) ۱۳۱ ویں قطار سیدھی بنو
آخری دو نو قطاروں کو دو دفعہ اور دوہراؤ۔ ۱۳۶ ویں قطار۔ ۱۳۰ ویں قطار کی مانند
بنو۔ ۱۳۷ ویں قطار۔ ۱۲ خانے اور نئی سلائی پر ڈالو اور ان ۱۲ خانوں اور اسگلے
۵۹ خانوں ان سب یعنی ۷۱ خانوں کو سیدھا بنو۔ ۱۳۸ ویں قطار۔ ۸ خانے اُلٹے
۳ سیدھے۔ ۱۳۹ ویں قطار۔ سیدھی بنو۔ ۱۴۰ ویں قطار۔ ۶۸۔ اُلٹے ۳ سیدھے
آخری ہر دو قطاروں کو ۸ دفعہ اور دوہراؤ۔ اور پھر ان خانوں کو کسی فالتو سلائی پر
ڈال دو۔ اب ان ۵۹ خانوں کو جو بائیں کندھے کے لیے فالتو سلائی پر ڈالے تھے
اور گردن کی طرف کے پہلے خانے کے ساتھ اون جوڑ دو۔

۱۲۲ ویں قطار۔ ۲ خانے اکٹھے اُلٹے بنو اور باقی قطار اُلٹی بن لو۔
۱۲۳ ویں قطار۔ سیدھی بنو۔ آخری ہر دو قطاروں کو ۳ دفعہ اور دوہراؤ۔
۱۳۰ ویں قطار۔ پہلے خانے کو دو دفعہ اُلٹا بنکر ایک خانہ بڑھاؤ۔ اور باقی خانے اُلٹے بن لو
۱۳۱ ویں قطار سیدھی بنو۔ ۱۳۲ ویں قطار۔ پہلے خانے کو دو دفعہ الٹا بنکر
ایک خانہ بڑھاؤ۔ اور باقی خانے اُلٹے بنو۔ آخری ہر دو قطاروں کو ۲ دفعہ اور دوہراؤ
۱۳۷ ویں قطار۔ سیدھی بنو۔ ۱۳۸ ویں قطار۔ ۱۵ خانے اور نئی سلائی پر ڈالو
اور ان خانوں اور اسگلے خانوں ان تمام کو (جواب کل ۷۴ ہوگئے ہیں) اُلٹا بنو
۱۳۹ ویں قطار۔ سیدھی بنو۔ ۱۴۰ ویں قطار ۳ سیدھے۔ ۷۱ خانے اُلٹے۔
آخری ہر دو قطاروں کو ۸ دفعہ اور دوہراؤ۔

۱۵۷ ویں قطار۔ شروع قطار کے ۳۵ خانے بند کر دو۔ باقی سیدھے بنو یہاں تک کہ ۳ خانے رہ جائیں۔ ان ۳ خانوں کو کسی سیفٹی پن پر ڈال دو اور اب دائیں کندھے کے خانوں والی سلائی کو (جس پر ۱۷ خانے ہیں) لو اور اس سلائی کے گردن کی طرف کے شروع کے تین خانوں کو بائیں کندھے والی سلائی کے باقی ماندہ ۳ خانے جو ہیں۔ ان تین خانوں کے اوپر رکھو۔ اور پھر بائیں ہاتھ کی سلائی کا پہلا خانہ اور اس سیفٹی پن کے ۳ خانوں میں سے پہلا خانہ ان دونوں خانوں میں ایک ساتھ سلائی ڈالکر ان کو اکٹھا سیدھا بنو۔ اسی طرح اس سے اگلا اگلا سیفٹی پن اور سلائی دونو کا ایک ایک خانہ لیکر ان ۲ کو بھی اکٹھا سیدھا بنو۔ پھر ہر دو کے تیسرے۔ تیسرے خانے کو بھی اکٹھا سیدھا بنکر بائیں ہاتھ کی سلائی کے باقی خانے بھی سیدھے بن لو اب اس سلائی پر ۱۷ خانے ہونگے۔ اور پہلی سلائی پر ۳۶ خانے۔ ان دونوں سلائیوں کے خانے کو ایک سلائی پر ہی ڈال لو۔ ۱۵۸ ویں قطار۔ قطار کے شروع کے ۳۵ خانے بند کردو۔ اور باقی خانے اُلٹے بنو۔ اب کل ۲۷ خانے رہ جائیں گے۔ اس کے بعد ۸ قطاریں ۱۵۷ ویں قطار کے مانند بنو۔ ۱۶۷ ویں قطار۔ سیدھی بنو۔

۱۶۸ ویں قطار۔ ۲ خانے اُلٹے بنو اس سے اگلے خانے کو ۲ دفعہ اُٹھا بنکر ایک خانہ بڑھالو۔ پھر اس سے اگلے خانے کو بھی ۲ دفعہ اُٹھا بنکر ایک خانہ بڑھاؤ۔ پھر اس سے اگلے خانے کو بھی ۲ دفعہ اُٹھا بنکر ایک خانہ بڑھاؤ۔ ایک خانہ اُلٹا بنو ہر دو نشانوں کے درمیانی طریقہ سے ۲۰ دفعہ بنو اور باقی کے ۲ خانے اُلٹے بُن لو۔ اب آپکی سلائی پر کل ۱۱۲ خانے ہو جائیں گے۔ بعد ازاں ۵۸ قطاریں ایک قطار سیدھی۔ ایک قطار اُلٹی کے حساب سے بنو اور پھر ۱۶ قطاریں ۱۷ ویں قطار کی مانند بنکر اور ۸ قطاریں ایک قطار سیدھی ایک قطار الٹی کے حساب سے بنو۔ اس کے بعد ۸ قطاریں صرف سیدھی بنو اور خانے بند کر دو۔

کف۔ قمیض کی سیدھی جانب سے آستین کی چوڑائی کی جگہ سے ۴۲ خانے کف کے لیئے اُٹھائیں اور پہلے خانے کے ساتھ اون جوڑ کر ۸ قطاریں قمیض کی ۱۷ ویں قطار کی مانند بنیں اور پھر ۴ قطاریں سیدھی بننے کے بعد خانے بند کردیں۔ اور اسی طرح دوسری کف بھی بنالیں۔ اب قمیض کی اُلٹی جانب اوپر کی طرف کرکے قمیض

کسا اچھی طرح پھیلا دیں اور اس پر کوئی بھیگا ہوا کپڑا پھیلا کر اور گرم استری خوب اچھی طرح کریں۔ استری کرنے کے بعد دونوں پہلوؤں اور آستینوں کی سیونوں کو الٹی جانب سے اونی دھاگے کے ساتھ سوئی سے سی لیں۔ اور پھر قمیض سیدھی کریں۔ پھر اون کو گردن کی بائیں طرف کے کونے پر جوڑ دو۔ اور ایک قطار ڈبل کروشیا کی گردن کے حصے کی جگہ پر بن لو۔ اور پھر اس سے اگلے کونے کی جگہ پر ۳ ڈبل کروشیا بنو۔ اس کے بعد گریبان کے نیچے کی طرف جو پٹی سی ہے اس پر برائے کاج اس طرح بنو۔ ۲ ڈبل کروشیا۔ ۴ چین اور پھر ½ انچ جتنی جگہ چھوڑ کر ۶ ڈبل کروشیا بنو۔ ۷ چین پھر ½ انچ جگہ چھوڑ کر ۴ ڈبل کروشیا بنو۔ اب گریبان کا حصہ یعنی تمام پٹی کی جگہ ختم ہو گئی۔ اون توڑ لو۔ پھر اون کو گردن کے اس پہلے کونے پر جوڑ دو۔ اور اس جگہ ایک ڈبل کروشیا بنو * ۲ چین۔ ۲ ٹریبل پھر اس جگہ پر بنو۔ نیچے کی قطار کے ۲ ڈبل کروشیا چھوڑ کر اس سے اگلے پر ایک ڈبل کروشیا بنو * ہر دو نشانوں کے درمیانی طریقے سے تمام گردن کے گرداگرد اسی طرح بن لو۔ اور اون توڑ لو۔ اس کے بعد بائیں طرف دونوں بٹنوں کو کاجوں کے بالمقابل سی دو۔

نوٹ۔ یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ کئی دفعہ ترکیب میں جو اون وسلائیاں لکھی ہوتی ہیں۔ ویسی اون وسلائیاں یا دونوں میں سے کوئی ایک چیز نہیں ملتی۔ یا خود اپنی خواہش کسی دوسری قسم کے اون کے استعمال کرنے کی ہوتی ہے۔ مگر جب کسی اور قسم کی اون یا سلائیاں استعمال کی جائیں تو پھر اس ناپ کی چیز تیار نہیں ہوتی جو ترکیب میں لکھا ہوتا ہے۔ اس لیے جب کسی اور قسم کی اون وسلائیاں آپکو استعمال کرنی ہوں تو ان ہی سلائیوں اور اون کے ساتھ (جو استعمال کرنی ہیں) پہلے ایک چھوٹا سا نمونہ ناپ کے لیے بنا کر دیکھ لیں۔ یعنی چند ایک خانے سلائی پر ڈال کر چار۔ پانچ قطاریں بنیں۔ اور پھر خانوں کو سلائی پر سے اتار کر اس طرح باآہستگی بغیر کھینچنے کے ناپ لیں اور حساب کر لیں کہ ۲ یا اتنے انچ میں اتنے خانے ہیں تو ہمارے مطلوبہ ناپ کے لیے کتنے خانے ہونے چاہئیں۔ اور پھر اسی حساب سے خانے سلائی پر ڈالیں۔ مثلاً جس سائز وقسم کی سلائیاں اور اون اوپر قمیض کی ترکیب میں استعمال کیا گیا ہے۔ اس سے ایک چھوٹا سا نمونہ ناپ کے لیے بنا کر دیکھا ہے

تو اس کے لیے ۱۴۰ خانے سلائی پر ڈال کر چند قطاریں بننے کے بعد اس نمونہ کو سلائی سے اُتار کر ناپا گیا تو یہ ۱۴۰ خانوں کا نمونہ ناپ میں ۲۔ انچ نکلا۔ آپکو ضرورت ۱۶۔ انچ ناپ کی ہے۔ تو اس کے لیے آپ کو اسی حساب سے ۱۱۲ خانے سلائی پر ڈالنے چاہئیں۔

دیگر اگر کسی مندرجہ ترکیب سے بڑے یا چھوٹے سائز کا بنیان و سوئٹر وغیرہ غرض جو بھی چیز طیار کرنی ہو۔ تو اس کے لیے چاہیئے کہ پہلے بالکل اسی ناپ کی وہ چیز جو آپکو بنانی ہے کاغذ کی کتر کر رکھ لیں۔ اور پھر اس کاغذ کے سوئٹر وغیرہ کے ناپ کے مطابق جتنے خانوں کی ضرورت ہو اتنے خانوں سے کام شروع کریں۔ اور اپنے حسب ضرورت شائع شدہ ترکیب سے (جس کے نمونہ پر بننا ہے) خانوں کو کم و بیش کریں۔ اس طرح اپنے مطلوبہ ناپ جتنی لمبائی و چوڑائی وغیرہ کی وہ چیز طیار کر سکتی ہیں۔ ہاں اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ خانے بڑھانے۔ گھٹانے سے اصل نمونہ و بنت میں بالکل فرق نہ آنے پائے۔ اس کی بہت احتیاط ضروری ہے اُمید ہے بہنیں ان باتوں پر عمل کرنے سے اپنی خواہش کے مطابق ہر عمر کے بچے کے ناپ کی چیز طیار کر سکیں گی۔ سوائے ان ترکیبوں کے جو کسی خاص نمونے کی ہوں +

لطیف بیگم

موتیوں کا گلدستہ

سامان۔ موتی باریک (پوت) سبز رنگ کے ایک پونڈ۔ پیتل کے باریک تار کے گچھے چار عدد۔ موتی (پوت) ہر رنگ کے سبز۔ آسمانی گلابی۔ سرخ وغیرہ۔ ہر ایک دو دو اونس تار کے گچھے میں سے ڈیڑھ فٹ لمبا تار کاٹ لیں اور اس میں

پتے کی بناوٹ۔ پہلے ایک موتی سبز موتیوں میں سے پرو دیں۔ یہاں تک کہ آدھا تار ایک طرف رہے اور آدھا ایک طرف۔ تار کو بل دیکر موتی کے بیچ میں سے نکالیں اسی طرح دوسری طرف کا تار نکالیں۔ اب دو سبز موتی تار کے ایک طرف پرو دیں۔ اور دوسری طرف کے تار کو ان دونوں میں سے نکالیں۔ پھر تین موتی ایک تار میں پرو کر دوسرا اس میں نکالتے جائیں اسی طرح ترکیب بالا کے مطابق موتی پرو دیں یہاں تک کہ گیارہ ہو جائیں تو تار کے ایک طرف بھی سات موتی پرو دیں اور دوسری طرف بھی سات موتی پرو لیں۔ ایک تار جس میں سات موتی پرو کر رکھتے ہیں۔ گیارہ موتیوں والی لائن میں سے درمیان کے موتی میں نکالیں۔ پھر دوسرا تار بھی جس میں اتنے ہی موتی پروئے ہیں وہ بھی اسی میں سے نکالیں جیسا کہ خاکہ سے ظاہر ہے۔ اور بقیہ تار کو آپس میں بٹ دیکر چھوڑ دیں۔ اسی طرح پچاس پتے بنائیں +

پھول۔ اب پھول بنانا شروع کیجئے۔ گچھے میں دو فٹ لمبا تار کاٹ کر اس میں سرخ یا آسمانی رنگ کا پھول بنانا ہوگا۔ موتی پرو کر اسے دوہرا کر کے ساتویں موتی میں سے تار نکال لیں تار میں سات موتی پرو کر پہلے موتی کے ساتھ والے موتی میں سے نکالیں۔ اسی طرح ہر بار تار میں سات سات موتی پرو کر تمام موتیوں میں سے نکالیں۔ اب دوسرا چکر شروع ہوگا۔ اس میں بھی پہلے کی طرح

تار میں سات موتی پرو دیں۔ اور پہلی لائن کے موتیوں میں سے تین ادھر تین ادھر رہنے دیں۔ اور بیچ کے موتی میں سے تار نکالیں۔ یعنی تین چھوڑ کر چوتھے میں سے تار نکالیں۔ پھر سات موتی تار میں پرو کر پہلے کی طرح تین ادھر رہیں گے تین ادھر رہیں گے۔ درمیان والے سے تار نکالیں۔ اسی طرح لائن پوری کریں۔ اور جتنا بڑا پھول۔ تین چکر یا چار یا پانچ کا بنانا ہو اوپر کی شکل کے مطابق دس بارہ رنگ برنگ کے بنالیں +

دوسری قسم کا پھول بھی بہت خوبصورت رہتا ہے۔ اسکو ڈیڑھ فٹ لمبے تار سے شروع کریں۔ تار میں ایک موتی سفید بلوری پرو کر عین درمیان میں کر کے پہلے تار کی ایک طرف نکالیں پھر دوسری۔ پھر دو موتی پرو دیں پتے کی بناوٹ کے مطابق جب نو موتی پرو چکیں۔ پھر دوسری لائن میں بھی نو ہی پرو دیں۔ اس کے بعد ایک ایک موتی کم کر کے ایک موتی پر پہنچیں تو تار کو آپس میں بٹ دیکر ختم کریں اور اسے عین درمیان یعنی تاروں موتی کی قطار میں سے ذرا ذرا ادھر ادھر کر لیں۔ اسی طرح کے چار بنا کر ایک دوسرا دو فٹ لمبا تار لیکر آپس میں جوڑ کر ٹانک دیں۔ یہ چاروں جوڑ کر ایک خوبصورت پھول کی شکل بن جائیگا اسی طرح پانچ چھ بنالیں +

تمام پتے اور پھول بھی تار کے بانار میں کسی پٹرے کو دیدیں۔ وہ مضبوط باندھ کر خوبصورت لکڑی کے رنگین گلاس میں رکھ دے گا۔ یہ سبزی سجاوٹ اور خوبصورتی کے لیے بہت عمدہ اور پائدار چیز ہے۔ لیکن ذرا محنت طلب ہے +

راقمہ۔ ایس ایس نسیم از کشمیر

نمک کے مُفید تجربات

ذیل میں نمک کے مختلف طریقہ استعمال درج کرتی ہوں۔ اُمید ہے مُفید ثابت ہوگا

۱۔ کھانسی کے وقت تھوڑا سا نمک منہ میں رکھ لینا چاہیئے۔ اسی وقت آرام محسوس ہوگا۔

۲۔ زکام میں حلق میں خراش معلوم ہوتی ہے دن میں دو تین مرتبہ نمک اور گرم پانی کا غرارہ مفید ہے

۳۔ دانتوں کے لیئے نمک اور سرسوں کے تیل بہت مفید ہیں۔

۴۔ دانتوں اور گلے کے ورم کے لیئے نمک اچھی چیز ہے۔

۵۔ دانت نکلوانے کے بعد ذرا سا نمک کے پانی کی کلی کرنے سے درد اسی وقت رفع ہو جاتا ہے

۶۔ دیر ہضم چیز کھانے کے بعد نمک چوس لینا چاہیئے۔

۷۔ موسم سرما میں بیوقت پانی ذرا سا نمک ڈالکر نیم گرم پینا چاہیئے۔

۸۔ قے کرانا منظور ہو تو شیر گرم پانی نمک ڈالکر پلادو۔

۹۔ دو تین چمچہ نمکین نیم گرم پانی سے گرم دنوں میں روزہ افطار کرنے سے پیاس بجھ جاتی ہے۔

۱۰۔ ہاتھوں کی انگلیاں جو ٹیڑھی ہو جاتی ہیں سیدھی نہیں ہوتیں انکا بہتر علاج یہ ہے کہ ہر دم ایک بڑا ٹکڑہ نمک کا لیے رہو۔

۱۱۔ سرکہ وغیرہ کے داغ نمک ملنے سے رفع ہو جاتے ہیں۔

۱۲۔ نمک کے شیر گرم پانی میں بانس کی اشیا برش سے صاف کرنے سے اجلی ہو جاتی ہیں پھر خوب صاف پونچھ لینا چاہیئے۔

۱۳۔ چائے کی پیالیوں کے بدنما داغ نمک سے دفع ہو جاتے ہیں۔

۱۴۔ سفیدی (چونہ) میں نمک ڈالنے سے بہت مضبوط اور دیرپا ہوتی ہے

۱۵۔ لیمپ میں آگ بھڑک جائے تو نمک ڈالدو۔

بلقیس جہاں (جونپور)

مختصر دُنیا

(سلسلہ کے لیے رسالہ بابت اگست ۱۹۱۸ء صفحہ ۱۶۹ ملاحظہ فرمائیے)

میں نے اُن افسروں کو اُٹھاکر اپنی جیب میں چھوڑ دیا اور سب جیبوں کی تلاشی دیدی سوائے صدری کی دو جیبوں اور ایک اندرونی چھوٹی سی جیب کے جس میں ایک گھڑی اور تھوڑا سا سونا تھا، جو میرے کام کے علاوہ ان لوگوں کے لیے کچھ خطرناک نہیں تھی۔ اس چھوٹی سی مخلوق کے پاس کاغذ قلم دوات بھی تھی، وہ ہر ایک چیز کی تفصیلی حالت لکھتے جاتے تھے، میں نے وہ چیزیں اُن کے حوالہ کر دیں، اس فہرست کی جو رپورٹ بادشاہ سلامت کی خدمت میں پیش ہوئی، انگریزی میں اسکا ترجمہ حسب ذیل ہے:۔

۱۔ ہر ایک چیز کی خوب تلاشی لی گئی تو "آدم جبل" کے کوٹ کی سیدھی جانب جیب میں موٹے کپڑے کا ایک بڑا تھان نکلا جو حضور کے دربار کے بڑے ہال کا انداز کے برابر بڑا تھا +

۲۔ بائیں جانب جیب میں چاندی کا ایک بڑا صندوق تھا جو ہم تلاشی لینے والوں سے نہیں اُٹھ سکا۔ ہم نے اسکو کھلوایا، اور ایک ہم میں سے اس کے اندر اُترا تو گھٹنوں گھٹنوں تک اس میں خاک جیسی کوئی چیز تھی جو اُڑکر ناک میں پہونچی اور ہم دونوں کو بہت چھینکیں آئیں +

۳۔ "آدم جبل" کی صدری کی سیدھی جیب میں، ہمیں ایک بہت بڑا بنڈل سفید دبار یک چیزوں کا ملا جو ایک دوسرے پر تہ کیے ہوئی تھیں اور تین آدمیوں کی لمبائی کے برابر تھیں اور ایک مضبوط رسی سے بندھی ہوئی تھیں جن پر کالے نشان ہو رہے تھے۔ ہماری راستے ناقص میں یہ کچھ لکھا ہوا تھا جسکا ہر حرف ہماری آدھی ہتیلی کے قبہ کے برابر تھا۔

۴۔ صدری کے بائیں طرف والی جیب میں ایک چیز انجن کی قسم میں سے تھی جس کی پشت پر سے بیس لمبی چوبیں لگی ہوئی تھی، ہمارے خیال میں "آدم جبل" اپنے بالوں میں اس سے کنگھی کرتا ہے، اُس سے بار بار دریافت کرنے کی تکلیف ہم نے اُس کو نہیں دی کیونکہ ہمیں اپنی بات سمجھانا اور اس کی سمجھنا بہت دشوار تھا

۵۔ اس کے پائجامہ کی سیدھی جانب بڑی جیب میں ہم نے ایک بڑا کھوکھلا لوہے کا لٹھہ دیکھا جس کی لمبائی ایک آدمی کے قد کے برابر تھی۔ اور یہ لٹھہ لکڑی کے ایک بڑے ٹکڑے میں لگا ہوا تھا۔ جو اس سے بھی بڑا تھا اُس آہنی سلاخ کے ایک طرف دو ایک لوہے کے بڑے بڑے ٹکڑے لگے ہوئے تھے جنکے متعلق ہم کچھ عرض نہیں کر سکتے کہ وہ کیا ہیں +

۶۔ اس کے مقابل دوسری جیب میں بھی ایسی ہی ایک چیز تھی +

۷۔ داہنی جانب چھوٹی جیب میں سُرخ اور سفید دھات کے گول چپٹے چھوٹے بڑے ٹکڑے تھے، بعض ان میں سفید دھات کے جو چاندی کے معلوم ہوتے تھے، اتنے بڑے تھے کہ میں اور میرا ساتھی ملکر ہم دونوں انکو نہیں اُٹھا سکتے تھے +

۸۔ بائیں جانب چھوٹی جیب میں دو سیاہ ستون سے تھے، جن کے سرے پر ہم مشکل سے پہونچ سکے۔ ایک ان میں سے ڈھکا ہوا تھا اور سب کا سب ایک ہی ٹکڑے کا بنا ہوا تھا، لیکن دوسرے کی اوپر کی طرف ایک ہمارے سر سے دُگنی گول سفید چیز لگی ہوئی تھی، ان میں ایک فولاد کی بڑی تختی لگی ہوئی تھی، ہم نے اپنے حکم سے اُسکو مجبور کیا کہ وہ ہمیں اس سے آگاہ کرے کیونکہ ہمارے خیال میں وہ ایک خوفناک چیز معلوم ہوتی تھی، اُس نے بیان کیا کہ ہمارے ملک میں اس سے بال مونڈھتے ہیں، اور دوسری چیز سے گوشت کاٹتے ہیں +

۹۔ دو اور چھوٹی جیبیں تھیں جن میں ہم داخل نہیں ہوئے، وہ اس کے

جسم سے بالکل متصل اور بنی ہوئی تنگ تہیں۔ سیدہی جیب میں ایک چاندی کی زنجیر لٹکی ہوئی تہی جو جیب کے اندر ایک انجن میں لگی ہوئی تہی۔ ہم نے وہ انجن اس سے باہر نکلوایا۔ تو دیکہا کہ وہ بڑی گول چیز ہے آدہی چاندی اور آدہی کسی اور شفاف چیز کی بنی ہوئی۔ جس کے اندر عجیب قسم کی شکلیں دائرہ میں بنی ہوئی تہیں جنکو ہمارے خیال میں ہم چہو سکتے تہے مگر ہماری انگلی کہٹ سے اس شفاف چیز پر جاکر رُک گئی۔ اس انجن کو اُس نے ہمارے کان پر لگایا تو اس میں سے برابر آواز آرہی تہی جیسا پن چکی میں سے آتی ہے۔ ہمارا قیاس ہے کہ یا تو یہ کوئی جانور ہے یا کوئی دیوتا ہے جس کی وہ پرستش کرتا ہے۔ اور زیادہ گمان یہی ہے کیونکہ جیسا ہم سمجہ سکے وہ کوئی کام بغیر اس کی مدد کے نہیں کرتا + (باقی آیندہ)

(ترجمہ) ولی احمد خاں

بخت نسواں

(ماخوذ از لارڈ ٹینی سن)

اے وائے بخت نسواں کیا تو بھی نارسا ہے — آغاز تیرا اچھا، انجام ہی بُرا ہے
یہ حسن، یہ وجاہت، شکل حباب فانی — ہو جاتے جب ہیں رخصت یہ ثمرہ جوانی
پھر ذکر چاہ کیسا ہے کہاں کی اُلفت — اُلفت کے بدلے آخر ہوتی ہے دل کو نفرت

اے بانسری تو دھیمی دھیمی صدا دیے جا
گو یہ صدا ہے فانی لیکن صدا دیے جا

سر سبز غنچے جس دم ہوتے ہیں پھول کھل کر — بلبل ہزار جاں سے ہوتی ہے صدقے ان پر
مُرجھا کے پنکھڑی جب گر جاتی ہے زمیں پر — پھر کون دیکھتا ہے اسکو نظر اُٹھا کر
گلزار زندگی میں غنچے ابھی کھلے تھے — جا نکاہ تیر برسے کیا ترکش جفا سے

اے بانسری تو دھیمی دھیمی صدا دیے جا
گو یہ صدا ہے فانی لیکن صدا دیے جا

فخر الدین خاں رہاگلپسا

محل کا دروازہ

پہاڑی پر ایک عالی شان محل واقع تہا۔ اس کے گرد وسیع باغ تہا۔ جس میں درخت میووں سے لدے کھڑے تھے۔ نہریں جاری تھیں۔ رنگ برنگ کے طیور اُڑتے پھرتے تھے۔ اور انکی زمزمہ سنجی سے فضا نغمے سے لبریز تھی پھولوں کے دستے قوس قزح کا نمونہ پیش کر رہے تھے۔ اور انکی خوشبو سے ہوا عطر بیز تھی۔

محل کا نام تھا "عیشۃ راضیہ"

باغ کے ارد گرد اونچی اور مستحکم چار دیواری تھی جس میں صرف ایک شاندار دروازہ جانب مشرق نظر آرہا تہا۔ اس کے کواڑ بند تھے اور ان میں سونے کا ایک بھاری قفل جڑا تہا۔

دروازے کا نام تھا "فوز عظیم"

اس پہاڑی پر چڑہنے کا راستہ دشوار اور پھسلواں تہا۔ اور اسکو طے کرنیکے لیے ہمت، جفاکشی اور عزم بالجزم کی ضرورت تھی۔ بہت سے لڑکے اور لڑکیاں اس راستے سے پہاڑی پر چڑہنے کی کوشش کر رہے تھے۔ لیکن یہ اس قدر دشوار گذار تھا کہ بہت کم اوپر پہنچ سکتے تھے بعض تو پھسل کر نیچے جا پڑتے تھے۔ بعض بہ مشکل نصف راستہ طے کرنیکے بعد بے دم ہوکر بیٹھ جاتے تھے۔ اور صرف چند کوشش کرکے ادہر تو پہنچ گئے تھے۔

صبح کا وقت تھا۔ مشرق سے نور کی آمد آمد تھی۔ آفتاب عالم تاب نے افق سے سر اُبھارا شعاعیں دروازہ پر پڑیں۔ اور سنہری قفل جگمگا اُٹھا۔

جو لڑکے اور لڑکیاں پہاڑی پر چڑہ چکے تھے۔ وہ رات کی نیند سے اپنی تھکن اور ماندگی دور کر چکے اور بیدار ہو چکے تھے قفل کا جگمگانا تہا کہ ان میں ہلچل پیدا ہوئی۔ اور شوق اُمنگ

نے ہر ایک کو اس قفل کو کھولنے اور دروازے میں داخل ہونے پر آمادہ کیا۔

یکایک ان میں سے ایک بلند بالا۔ چست و توانا لڑکا آگے بڑھا۔ وہ نیم آستین اور گریبان کھلی قمیص پہنے ہوئے تھا۔ اور گھٹنوں تک خاکی پتلون۔ اس کا جسم سڈول تھا۔ چہرہ سرخ۔ گردن سیدھی اٹھی ہوئی تھی۔ سینہ تنا ہوا تھا۔ بدن پسینہ میں عرق عرق تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ ابھی ورزش کر چکا ہے۔ اس کے کندھے پر ایک کلہاڑا تھا۔ جس کو وہ بائیں ہاتھ سے تھامے ہوئے تھا۔ اور دائیں ہاتھ میں ایک "فولادی" کنجی تھی جسکو وہ مضبوط پکڑے تھا۔ وہ دروازے کے قریب آیا۔ اور کلہاڑے کو زمین پر رکھ کر کنجی سے تالا کھولنے لگا۔ لیکن کنجی کی ساخت اور تالے کے سوراخ میں بے حد فرق تھی اور یہ کنجی کام نہ آئی۔

آخر کار اس نے کنجی کو پھینکدیا۔ اور دل شکستہ ہوکر واپس ہوا۔ کنجی کو دیکھا تو اس پر لکھا ہوا تھا "محنت"۔

اس کے بعد ایک اور لڑکا آگے بڑھا۔ وہ مغربی قطع کا لباس پہنے ہوئے تھا۔ ناک پر "پنس نز" عینک لگی تھی۔ اس کی پیشانی بلند تھی اور چہرے سے شائستگی اور ذکاوت ٹپکتی تھی۔ مگر گردن کسی قدر جھکی ہوئی تھی۔ اس کے بائیں ہاتھ میں ایک ضخیم کتاب تھی جو شاید انسائیکلو پیڈیا ہو۔ اور دائیں ہاتھ میں ایک کنجی جس پر "سونے کا ملمع" تھا۔ اسکا چہرہ بشاش تھا۔ اور معلوم ہوتا تھا کہ اس کو اپنے اوپر اعتماد ہے۔

اس نے بڑھ کر تالے کو کھولنا شروع کیا۔ کنجی کو تالے میں ڈال کر گھمایا۔ اور تالے کو ہاتھ سے جھٹکا دیکر کھولنا چاہا۔ لیکن وہ نہ کھلا۔ اس نے کنجی کو پھر کئی بار گھمایا۔ اور بہت کوشش کی کہ تالا کھل جائے۔ لیکن ناکام رہا۔ اب اس نے کچھ دیر غور کیا۔ اپنی پیشانی پر ہاتھ پھیرا پھر کنجی کو تالے میں چھوڑ کر اپنی کتاب کو کھولا۔ اور ورق گردانی کی پھر دیر تک کچھ پڑھتا رہا۔ اس کے بعد کنجی کو تالے سے نکال لیا۔ اور جیب سے ایک چھوٹی سی ریتی نکال کچھ دیر تک کنجی کو درست کرتا رہا۔ اس کے بعد کنجی کو قفل میں ڈال کر پھر گھمایا اور بہت کوشش کی کہ کسی طرح قفل کھل جائے

لیکن سب بے سود ثابت ہوا۔ اور تالا نہ کھلا۔

آخرکار اس نے بے دل ہو کر کنجی کو پھینک دیا۔ اور افسردگی کی حالت میں واپس ہوا۔ کنجی پر نظر ڈالی تو اس پر "علوم وفنون" لکھا ہوا پایا۔

حاضرین پر اس قابل لڑکے کی ناکامی سے کچھ ایسا اثر ہوا کہ دیر تک کسی کی ہمت نہ پڑتی کہ آگے بڑھے اور تالے کو کھولنے کا قصد کرے۔

آخر ایک لڑکا جو دبلا پتلا اور پست قامت سا تھا۔ اور ہر بار مسکرائے دیتا تھا آگے بڑھا۔ اس کی پیشانی کچھ آگے نکلی ہوئی تھی۔ آنکھیں کچھ چھوٹی چھوٹی تھیں۔ ناک ستواں اور لمبی تھی ہونٹ پتلے تھے لیکن منہ کچھ کھلا رہتا تھا۔ وہ مٹیالے رنگ کا لباس پہنے تھا۔ اور اسکا وجود اور لڑکوں میں مشکل سے نظر آتا تھا۔ اس کے نحیف و نزار جسم کو دیکھ کر یقین نہ آتا تھا کہ اس نے پہاڑی راستے کو طے کیا ہوگا۔ اور فی الحقیقت وہ اپنے ایک قوی دوست کی کمر سے رسی باندھ کر اور اسکی مدد سے اوپر چڑھا تھا۔ اس کے کندھے پر ایک جال تھا اور ایک کندہ اور ہاتھ میں کنجیوں کا ایک بڑا گچھا۔ اس گچھے میں "آہنی فولادی نقرئی" بیسیوں چھوٹی بڑی کنجیاں تھیں۔

اس نے دروازے قریب آکر تعجب خیز پھرتی کے ساتھ یکے بعد دیگرے کنجیوں کو تالے میں لگانا شروع کیا۔ لیکن اتنی کنجیوں میں ایک بھی تالے میں نہ لگی۔ اس کے بعد اس نے ایک پتلی سی کیل قفل کے سوراخ میں ڈالکر اس کو خوب مروڑا اور ہلایا۔ ازاں بعد تالے کو خوب جھٹکے دیئے۔ لیکن کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ اور وہ تالا نہ کھول سکا۔ اس نے ہنسکر کنجیوں کو زمین پر پٹک دیا۔ اور خاموش واپس چلا گیا۔

کنجیوں کے چھلے کو دیکھا تو اس پر یہ حروف لکھے ہوئے تھے "مکر وحیلہ"

اب لڑکیوں کا نمبر آیا۔ ایک چھوٹی سی لڑکی آگے بڑھی۔ اس کے سر کے بال کھلے ایک ریشمی فیتہ

سے پیچھے بندھے تھے۔ وہ ریشمی فراک سفید لمبے موزے اونچی ایڑی کے سرخ بوٹ پہنے ہوئی تھی۔
اس کے بائیں ہات میں کچھ گڑیاں تھیں اور جرمنی کے کھلونے بغل میں ایک بیڈمنٹن کا بلا تھا۔
اور دائیں ہات میں ایک "لکڑی" کی کنجی۔ وہ بے تحاشا دوڑتی ہوئی آئی۔ راستے میں ایک چھوٹا
سا نالہ تھا۔ اس کو ایک جست میں پھلانگ گئی۔ اور پھر دوڑ کر دروازے کے قریب پہنچی دیکھنے والوں کو
گمان ہوا کہ وہ دروازے سے ٹکرا جائے گی۔ لیکن اس نے اپنے آپ کو بچا یک روک لیا۔
یہاں یک لخت رک جانے سے کھلونے اس کی بغل اور ہات سے نیچے گر پڑے۔ اس نے
اس کی کچھ پروا نہ کی اور اپنی لکڑی کی کنجی سے قفل کھولنا شروع کیا۔ جوں ہی اس نے کنجی کو قفل میں
گھمایا۔ لکڑی ٹوٹ گئی اور کنجی بیکار ہو گئی۔ یہ دیکھ کر اس نے ٹوٹی ہوئی کنجی کو باہر نکالا۔ کچھ بڑبڑائی
اور کنجی بنانے والے کو کوسنے لگی۔ اور کنجی کو زمین پر دے مارا۔ پھر اپنے گرے ہوئے کھلونے سنبھال کر
دوڑ کر واپس چلی گئی۔ اس کارگزاری کو دیکھ کر حاضرین سب ہنسنے لگے۔
لکڑی کی کنجی کو جو دیکھا تو اس پر لکھا ہوا تھا "لہو و لعب"۔

اب ایک اور لڑکی آگے بڑھی۔ وہ حسین تھی۔ اسکی آنکھیں بڑی بڑی تھیں۔ لب پتلے تھے اور
ایک دوسرے پر جمے ہوئے۔ اور چہرے پر سرخی نام کو نہ تھی۔ وہ گردن نیچے جھکائے اپنے خیالات
میں غرق بائیں ہاتھ میں گلاب کے پھولوں کا ایک خوشنما اور مہکتا ہوا گلدستہ لیے دروازے تک پہنچی۔
اس کے دائیں ہاتھ میں ایک "چاندی" کی کنجی تھی جو سورج کی شعاعوں میں جھلملا رہی تھی۔
اس مہ جبین کو دیکھ کر حاضرین نے گمان کیا۔ کہ اب قفل ضرور کھل جائے گا۔ نازنین نے
کنجی کو قفل میں ڈالا اور گھمایا۔ لیکن افسوس کہ کنجی بہت نرم تھی۔ ٹیڑھی ہو گئی اور تالے کے پیچ کو نہ
گھما سکی۔ اس نے کنجی کو اٹھا کر دوڑا سیدھا کیا۔ اور نکال کر پھینک دیا۔ پھر سینے پر ہات رکھ کر ایک آہ
سرد بھری اور بحالت زار واپس ہوئی۔ کنجی پر نظر ڈالی تو دیکھا اس پر یہ حروف کندہ تھے
"محبت"۔

اس امید شکن ناکامی کے بعد کسی کو آس نہ تھی کہ یہ تالا کھل سکے گا۔ حاضرین ایک دوسرے کا

منہ تک رہے تھے۔ ناگاہ ایک لڑکی جو ایک کونے میں باطمینان کھڑی تھی، سامنے آئی۔ وہ ہندوستانی وضع کا سادہ مگر موزوں لباس پہنے ہوئی تھی۔ اسکا پندرہ یا سولہ سال کا سن تھا۔ رنگت گوری تھی مگر رخسار سے تندرستی کی سرخی جھلک رہی تھی۔ آنکھیں شرمیلی تھیں چہرہ بھولا بھالا تھا مگر پیشانی سے ذکاوت اور سعادت کے آثار نمایاں تھے۔ سعدی شیرازی کا یہ شعر اس پر صادق آتا تھا۔

بالائے سرش ز ہوشمندی　　　می تافت ستارۂ بلندی

صحت اور چستی اس کے جسم سے عیاں تھی۔ اس کے اعضا کا تناسب موزوں تھا۔ اس کے گلے میں حمائل شریف تھی اور بائیں ہات میں ایک کشیدہ۔ اور دائیں ہات میں ایک طلائی "کنجی تھی۔ وہ دروازے کی طرف بڑھی۔ اس کے انداز سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ مطمئن ہے کہ قفل کھول دے گی۔ لیکن اس استقلال میں غرور کو بالکل دخل نہ تھا۔ چند قدم چل کر اس نے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا۔ گویا امداد غیبی کی خواستگار تھی۔ اور زبانِ حال سے کہہ رہی تھی کہ۔

وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ

دروازے کے پاس پہنچی اور اطمینان سے قفل میں کنجی ڈالی۔ کنجی کا ایک مرتبہ گھومنا تھا کہ قفل کھل گیا۔ اور دروازہ وا ہو گیا۔ حاضرین نے تحسین آفرین کا ایک غلغلہ بلند کیا جس کی گونج آسمان سے ٹکرا کر آئی ہے　فلک گفت احسن ملک گفت زہ

یکایک اس لڑکی کی والدہ آموجود ہوئی۔ اس نے اپنی چہیتی اور فرمانبردار بچی کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ اور اس کو مبارکباد دی۔

اس کے بعد اس نے اس طلائی کنجی کو حاضرین کو دکھایا۔ کنجی کے سرے پر لکھا ہوا تھا "اطاعت" اور لمبائی پر یہ آیتہ کندہ تھی۔

وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝

علی احمد صابر اگزیکیٹو انجنیر۔ از آسام

سیر زمین

انگلستان سے ۲۴۹۵ رسالے ماہوار شایع ہوتے ہیں۔ اکیلے لندن سے ۴۷۸ نکلتے ہیں ۔

پچھلے موسم خزاں میں مریخ زمین سے نسبتاً زیادہ قریب آگیا تھا۔ نومبر میں اس میں اور زمین میں ۴ کروڑ بیس لاکھ میل کا فاصلہ تھا اور ساری سردیوں سرشام سے یہ ستارہ لال لال چمکتا ہوا صاف نظر آتا تھا۔ بڑی بڑی دوربینوں سے اس ستارہ کا اس عرصہ میں مطالعہ کیا گیا۔

پچاس سال سے کچھ زیادہ عرصہ ہوا کہ ہیئت دانوں کا عقیدہ تھا کہ مریخ ہماری زمین کا ایک چھوٹا نمونہ ہے چنانچہ وہ ان دونوں میں بہت سی مشابہت کی باتیں بیان کرتے تھے۔ ۲۵ برس ہوئے کہ یہ خیالات بدل گئے اور یہ نتیجہ نکالا گیا کہ دونوں کرہ ایکدوسرے سے مختلف ہیں۔ وہاں کی ہوا کا درجہ نقطۂ انجماد (جانے کے درجہ) سے نیچے ہے اور وہاں کی ہوا میں پانی کے بخارات نہیں ہیں۔ زمانۂ حال کی لاول صاحب کی رصدگاہ کے نتائج ظاہر کرتے ہیں کہ دونوں کی آب ہوا بہت کچھ متشابہ ہے یعنی سارے نظام شمس میں یہی دونوں سیارے ایسے ہیں جو ایک دوسرے سے بہت زیادہ ملتے جلتے ہیں بسلسلہ ۱۹۲۶ء کی تحقیقات نے اس یقین کو مضبوط کر دیا ہے کہ مریخ میں آبادی ہو سکتی ہے ۔

اب تک یہی مشہور رہا کہ عورت تلون کا دوسرا نام ہے لیکن ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی تحقیقات نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ اعزاز بجلی کو حاصل ہے ۔

ایسے حالات کا معاینہ کیا گیا ہے کہ بجلی ان قواعد کے خلاف جو اس کے لیے سائنسدانوں

نے تحقیق کیے ہیں یہی سلاخوں والی عمارتوں کے کمرہ میں داخل ہو جاتی ہے۔ آدمی حیران رہ جاتا ہے کہ آخر اس کی دستبرد سے بچنے کے لیے اور کیا صورت ہونی چاہیئے +

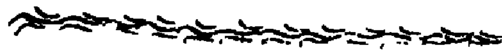
بجلی دو قسم کی ہے۔ ایک ہلکی سی چمک جو دُور کوندتی نظر آتی ہے۔ اس میں تڑپ ہوتی ہے لیکن اصلی چکاچوند نہیں آتی۔ دوسری کوندتی ہوئی شاندار بجلی۔ اس میں بیشمار پیچ اور دنبالے نظر آیا کرتے ہیں اور آدمی کے دل پر خوف چھا جاتا ہے۔ یہی بہی خطرناک ہے +

یہ لکیریں اتنی لمبی نہیں ہوتیں جتنی نظر آتی ہیں۔ عین سر پر سے آدھ میل سے آتی معلوم ہوا کرتی ہے۔ لیکن اکثر ایک لمحہ (چمک) طول میں ۵ میل ہوتا ہے۔ ایک لمحہ ۵۶۰۰ من وزن کی ریل کو ۵۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے دھکیل سکتا ہے +

ہماری خوش قسمتی سے سو میں سے ایک بجلی کی کڑک ہم تک آتی ہے ان میں سے بہت سی درختوں یا دھات کی بنی ہوئی چیزوں کے ذریعہ زمین میں داخل ہو جاتی ہے۔ آدمی جرمنی میں مختلف قسم کے درختوں پر بجلی کے اثر کی تحقیقات کی گئی۔ سارے درختوں میں بنج کے درخت میں بجلی کھینچنے کی زیادہ قوت ہے۔ ویسے سارے درختوں کے تنے بھیگنے پر بجلی کو زیادہ کھینچتے ہیں۔ اگر تنا زیادہ چھالدار ہوگا اتنا ہی درخت کو زیادہ نقصان پہنچے گا۔ ایک محقق نے ایسا تصویر کھینچنے کا صندوقچہ ایجاد کیا ہے جو ایک لحظہ میں بجلی کوندنے کی سینکڑوں تصویریں لے لیتا ہے۔ ان تصویروں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بجلی کی چمک ایسی معلوم ہوتی ہے گویا ایک بے ڈھنگے طور سے لپٹے ہوئے رسے کو جہاز پر سے پھینک دیا گیا ہے۔ یہ غلط خیال ہے کہ بجلی ایک جگہ ایک مرتبہ سے زیادہ نہیں گرتی۔ بسا اوقات وہ کئی کئی دفعہ گرتی ہے +

رعد کے طوفان میں درختوں کے نیچے کھڑا ہونا بڑا خطرناک ہے۔ دھات کے برتن یا چیزیں جیسے پھاوڑہ، تیشہ وغیرہ لیے پھرنا بھی غیر محفوظ ہے۔ گو یہ بیہودہ طریقہ معلوم ہوتا ہے لیکن ہے عمدہ کہ دھات کی ایسی چیزیں اپنے سے سو گز پرے پھینک کے زمین پر منہ کے بل چل کے جان

بچھالے یا کسی گھنی بہاڑی میں جا بیٹھے جو کسی درخت سے سو گز کے فاصلہ پر ہو۔ ایسی
چھتری جس کی ڈنڈی کسی دھات کی ہو رعد کے طوفان میں نہایت خطرناک ہے۔ اب تک
کوئی واقعہ ایسا سُننے میں نہیں آیا کہ کسی ریل پر بجلی گری ہو۔ جہازوں پر بجلی گرنے کی مثالیں
ایک دو ہی ہیں لیکن تحقیقات سے وہ صورتیں ایسی پائی گئیں کہ اگر وہاں جہاز بھی نہ ہوتے
تو بھی بجلی اُس جگہ گرتی ٭



جاپان کے دارالسلطنت ٹوکیو میں ایک باورچی خانہ کھلا ہے جو سانپوں مینڈکوں کچھووں
اور زہریلے مینڈکوں کا سالن طیار کرتا ہے اور بڑی کامیابی سے چل رہا ہے ٭
"گوڑیالے سانپ کا گوشت غددی بیماریوں اور اعصابی کمزوریوں کو دور کرتا ہے
اور عام طور پر صحت کو اچھا کرتا ہے" یہ ایک اشتہار کا مضمون ہے جو اس دوکان میں
ایک جگہ لگا ہوا ہے دوسرا اشتہار میں گھونگھوں کے قیمہ کو عام کمزوری کے لیئے مفید بتایا گیا ہو
اس شہر کے بعض غیر معروف مقامات میں سانپوں کے اور باورچی خانے بھی ہیں جہاں
کھڑکیوں کے سامنے شیشے کے ڈبوں میں زندہ سانپ پیچ و تاب کھاتے دکھائے جاتے ہیں
سانپ کے گوشت تیل یا ٹکیوں کو عمدہ دوا سمجھا جاتا ہے۔ ان باورچی خانوں کو سانپ مہیا
کرنیوالے بہت سے پیشہ ور پہاڑوں دلدلوں وغیرہ میں گشت لگانے رہتے ہیں۔ ایک پیالی
ڈیڑھ روپیہ سے ۶۸ روپیہ تک میں ملتی ہے ٭



پیرس کی پولیس نے بڑی ہی مشکل سے ایک منچلے چور کو پکڑا ہے۔ مدت سے وہ اس کے پیچھے پڑی تھی لیکن
یہ بھی اسقدر چالاک تھا کہ دھڑلے سے چوریاں کرتا تھا اور ہاتھ نہ آتا تھا۔ اسکا نشان تک موقعہ واردات
پر نہ ملتا تھا۔ اسنے ایک عجیب مشین بنائی تھی جس سے وہ پیچیدہ سے پیچیدہ تالے کو کھول لیتا تھا اور
تالے یا دروازہ کو ذرا بھی نقصان نہ پہنچتا تھا۔ وہ بڑی شان سے رہتا تھا اس کے پاس دو خوبصورت

موٹریں تھیں اور اسکا مکان خوب آراستہ و پیراستہ تھا جس پر اس نے تیس ہزار روپیہ خرچ کیا تھا۔ وہ پانچ سال سے اپنی عجیب و غریب چوریوں کی بدولت عیش و عشرت سے زندگی بسر کر رہا تھا۔ اس اثنا میں بہت سے مکانوں میں اس نے چپ چاپ چوری کی سوائے مال کے چلے جانے کے وہاں ذرا سا بھی نشان کسی کے آنے جانے کا معلوم نہ ہوتا تھا ؛

چند ہی روز ہوئے اس نے ایک ماہر موسیقی کو اپنا تختۂ مشق بنایا۔ وہ چھٹی پر اپنے وطن گیا تھا۔ واپسی پر آکے دیکھتا ہے کہ ساٹھ ہزار کے زیورات اس کے خاص کمرہ سے غایب ہیں اور اس سے ڈیڑھ گنی قیمت کے ہاتھی دانت اور چاندی کا سامان بھی جا رہا ہے۔ لطف یہ کہ یہ بھی تو معلوم نہ ہوتا تھا کہ کسی نے کمرہ کا دروازہ کھولا ہے یا صندوق کو ہاتھ لگایا ہے۔ پولیس نے بڑی جانفشانی سے تالے پر ایک نہایت باریک نشان دیکھا جو کسی نہایت مضبوط باریک فولادی شئی سے کیا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ ایک پڑوسی نے بتایا کہ عدم موجودگی میں ایک خوش پوشاک نوجوان کو تین دفعہ کمرہ کا دروازہ کھولتے میں نے ضرور دیکھا ہے۔ میں نے سمجھا کہ وہ یا تو ان کا رشتہ دار ہے یا دوست جس کے پاس کمرہ کی کنجی ہوگی ؛

اسی قسم کے سوراخ ایک اور کے دروازہ پر دیکھا گیا جہاں سے ایک لاکھ روپیہ زیادہ کا زیور اور چاندی کا سامان اُڑ گیا۔ آخر پولیس نے بڑی جوکھوں کے بعد اس شخص کو گرفتار کیا اس کی عمر ۲۸ سال کی ہے اور ایک ۲۶ سالہ خوبصورت لڑکی کے ساتھ رہتا تھا۔ اس کے مکان سے بیشمار چاندی کا سامان زیور وغیرہ برآمد ہوا۔ اس نے اپنے جرم سے اقبال کیا ہے جب اس سے چوری کرنے کے طریقہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو اس نے بتایا کہ یہ ایک راز ہے۔ میں ایک مخفی مشین سے تالے کھول لیتا ہوں۔ وہ مشین اس نے نہیں بتائی اور نہ اسکی خانہ تلاشی سے برآمد ہوئی ؛

محمد ظفر

اظہارِ مسرت

عصمت کا ایک وہ زمانہ تھا جو ۱۹۰۸ء میں اور ۱۹۱۰ء میں بیت گیا عجیب نکھار کا زمانہ تھا شباب کی بہار لوٹ رہا تھا پھر اس کے چمن کو بادِ خزاں کے جھونکوں نے برباد تو نہ کیا لیکن اسکی صورت اس درخت کی سی کر دی تھی جس کے چند پتے باقی رہ گئے ہوں اور آئندہ کے موسم بہار کے انتظار میں بادِ خزاں سے بچ بچ کر اپنی جان بچاتا ہو خدا کا شکر ہے کہ اس نے بادِ خزاں کے صدمات نہایت ہمت و استقلال کے ساتھ برداشت کیے اور بہت سی مشکلوں کا سامنا کیا جب کسی پر مصیبت آتی ہے تو اس کے دوست بھی اسکا ساتھ نہیں دیتے بلکہ منہ پھیر لیتے ہیں اسی طرح عصمت کے معاونین اور قدیم مضمون نگاروں نے ڈھیل چھوڑ دی تھی اور مولانا راشد الخیری صاحب نے بھی عصمت سے دلچسپی لینی کم کر دی تھی۔ مولانا نے ۱۹۱۱ء میں رسالہ تمدن نکالا میں نے اسیوقت ایک خط مولانا کو لکھا تھا کہ آپ نے ایسے وقت میں جبکہ رسالہ عصمت عنفوان شباب کو پہنچا ہے ناحق ہی تمدن جاری کیا۔ نتیجہ یہ ہوگا دو دلی کی وجہ سے یہ بھی جائیگا وہ بھی جائیگا۔ اسکا جواب مجھے یہ ملا کہ تمدن کے جاری کرنے کی سخت ضرورت تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ تمدن نے عصمت کو کمزور کر دیا تھا۔ جب تمدن دنیا سے ناپید ہو گیا تو عصمت پر پھر بہار آنی شروع ہوئی۔ اور اب تو عصمت پر ماشاء اللہ دوبارہ جوانی کا عالم چھایا ہے اسکے پرانے مضمون نگاروں نے قلمی امداد جاری کر دی اور مولانا راشد الخیری صاحب کو اس سے وابستگی ہو گئی۔ اور عصمت کے شباب کا ہی یہ اثر ہے کہ مولانا راشد الخیری صاحب جو مصورِ غم مشہور ہیں جنکے مضامین ہمیشہ رلایا کرتے تھے اب بادِ بہار نے انکے دماغ کو بھی ایسی تفریح بخشی کہ انکے مضمون نانی عشو نے رونے والوں کو ہنسا دیا۔ خدا کرے کہ عصمت اب ہمیشہ اسی عالم میں رہے اور اسی شان سے اپنے وقت مقررہ پر نکلا کرے جناب مری رازق الخیری صاحب جس محنت سے عصمت کی خدمت کر رہے ہیں اسکا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جو رسالوں کی ایڈیٹری کرتے یا رسالے نکالتے ہیں ؛

صغرا ہمایوں مرزا (حیدرآباد دکن)

بزمِ عصمت

جن بہنوں نے عصمت کو اس مہینہ میں خریدار دئے ہیں یا خوشی یا غم کے موقعہ پر غریب بیبیوں کا نام روپیہ بھیجکر رسالہ جاری کر دیا ہے انکے خطوط جنوری نمبر میں شایع ہونگے ٭

یکم اکتوبر کے پرچہ "عصمت" میں بیگم صاحبہ حسن محمد نے چھیجنے کا نسخہ دریافت کیا ہے۔ میں یہ آزمائی ہوئی دوا تحریر کرتی ہوں۔ نہایت مجرب اور بالکل معمولی ہے۔ کیکلا جو ایک جنگلی پودا ہے اور اکثر مقامات پر گھاس وغیرہ میں پایا جاتا ہے۔ درخت اسکے چھوٹے چھوٹے تمام پتوں اور درخت پر کانٹے۔ پھول گہرے زرد رنگ کے ہوتے ہیں۔ اسکی جڑیں علیحدہ کرکے پورا پیڑ کچل کر عرق نکال لیا جاوے۔ اور روزانہ دو یا تین گھنٹہ تک عرق کو ہاتھوں پر لگاتے رہیں۔ ہر روز تازہ عرق نکالا جائے انشاء اللہ چند روز کے برابر استعمال سے قطعی آرام ہو جاتا ہے زخم اچھے ہونے پر بھی دوسرے تیسرے روز برابر لگاتے رہیں۔ میرے ایک عزیز سال گذشتہ اسی عرق کے استعمال سے اچھے ہو چکے ہیں اور بفضلہٖ خدا اب تک اچھے ہیں ٭ بیگم مصطفےٰ حسین انجنیر نہر

گرم شیل اور حلوا سوہن بنانے کی ترکیبیں جنوری ۱۷ء کے پرچہ میں شایع ہونگی ٭ ایڈیٹر

(۱) مجھے کچھ عرصہ سے مرض نسیان کی شکایت بہت بڑھ گئی ہے۔ اب تو یہ حالت ہے۔ کہ میں تمام مضمون پڑھ جاتی ہوں لیکن بعد کو بالکل یاد ہی نہیں ہوتا کہ کیا پڑھا تھا نیچے کی سطر پڑھتی ہوں اور اوپر کی بھولتی جاتی ہے۔ مہربانی کرکے ڈاکٹری یا طبابت میں دستگاہ رکھنے والے بہن بھائی اس عاجزہ کو اس مرض کے اسباب و علاج سے مطلع فرما کر ممنون احسان فرما دیں ٭

(۲) مجھے تاریخ حریتِ اسلام مصنفہ مولوی محمد دین فوق مطلوب ہے کوئی بہن مطلع فرما دیں کہ کس دوکان سے دستیاب ہو سکے گی ٭ افضل بیگم اہلیہ محمد عمر اوورسیر موہی ملک سعد

کچھ عرصہ سے میرے لڑکے کی آنکھوں میں سعبے پڑ گئے ہیں کسی دوا سے فایدہ نہیں ہوا اگر کسی بہن کو کوئی آزمودہ نسخہ معلوم ہو تو بذریعہ رسالہ عصمت مطلع فرمائیں ٭

مولانا محمود الحسن صاحب قبلہ دیوبندی کا ترجمہ کیا ہوا کلام پاک کہاں سے اور کس قیمت پر دستیاب ہو سکتا ہے ذ منیجر اخبار مدینہ بجنور سے خط و کتابت کیجئے ۔ منیجر ایک عصمتی بہن از پنجاب انگریزی تال

مجھے سیخ کے کباب کا مسالہ ٹھیک طور سے نہیں معلوم ہے اگر کسی عصمتی بہن کو معلوم ہو تو براہ مہربانی مع ترکیب کے اطلاع کریں ممنون و مشکور رہونگی ٭ ہمشیرہ محمد صادق از سینی

دسمبر ۱۹۱۷ء کے پرچہ عصمت میں جناب مولانا راشد الخیری صاحب قبلہ کا ایک مسلسل مضمون (افسانہ) بعنوان "حور اور انسان" شایع ہوتا تھا مجھے اُس کے دیکھنے کا بے حد اشتیاق ہے۔ برائے کرم بذریعہ عصمت مجھے آگاہ کیجئے کہ آیا وہ کتابی صورت میں شایع ہوا یا نہیں؟ اگر نہیں تو کس طرح دستیاب ہو سکتا ہے؟

(حور و انسان عنقریب کتابی صورت میں شایع ہوگا منیجر)

دیگر یہ بھی دریافت فرمایئے کہ عصمتی بہنیں مستند سوانح زندگی حضرت عایشہؓ صدیقہ جو کسی قابل حضرت کی سلیس اُردو میں بانظم تحریر کی گئی ہو، اپنے تجربہ کی بنا پر قیمت دوکان وغیرہ کا پتہ بتلا کر ممنون کریں۔ بلقیس دختر مولوی عبدالستار صاحب وکیل جھنگ

میرے سر اور پیشانی میں کم و بیش ہر روز درد ہوا کرتا ہے کوئی سینے پڑھنے لکھنے کا کام سے زیادتی ہوتی ہے، دبانے و کس کرباندھنے سے کچھ آرام معلوم ہوتا ہے یہ عارضہ مجھے بچپن سے ہے جس کو اب دس سال کا عرصہ ہوتا ہے۔ خدارا کوئی "عصمتی بہن" مجھے مجرب و آزمودہ نسخہ سے اطلاع بخشیں میں تا زیست احسان مند رہونگی۔ متعدد دوا کھائی ڈاکٹری و یونانی مگر اس بلا سے نجات نہیں ہوئی۔ اُمید کہ بہنیں ضرور توجہ فرمائیں گی

راقمہ۔ منتظر جواب مسز مطیع الرسل حیدرآباد

باقی تمام خطوط جنوری نمبر میں شایع ہونگے۔
منیجر

معمے

نومبر کے معمہ کا حل یہ ہے:۔

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا اقبال

قرعہ مندرجہ ذیل بہنوں کے نام نکلا ہے۔ جنکو کتابیں روانہ کی جا چکی ہیں:۔

(۱) خورشید جہاں بیگم بنت ضیاء العلوم مفتی انوار الحق صاحب ایم اے بہار
(۲) اہلیہ غلام محمد صاحب غنچہ جلال آباد (افغانستان)
(۳) مس اقبال اشتیاق علی ای سے سی سیونی چھپارہ۔

۱۵ نومبر تک، خریداری نمبر لکھ کر صحیح حل بھیجنے والی باقی بہنوں کے نام:۔

مدراس و میسور ہر ہائینس نواب بیگم صاحبہ اف بنگن پلی۔ دختر مولوی محمد عمر پرنسپل اسلامیہ کالج ہمشیرہ غلام احمد کرنل۔ ہمشیرہ سید عباس حسینی مدراس۔ عایشہ بی بی میسور۔ مہر النساء و لیڈی رابعہ خانم مدراس۔

حیدر آباد دکن۔ خیر النسا عثمان پورہ۔ اہلیہ مرزا محمد زاہد بیگ۔ بشیر النسا بیگم۔ مسز مطیع الرسول
مسز محمد امجد علی امجد۔ ہمشیرہ میر محمود علی ترپ بازار۔ بنت ضمیر الدین مرحوم اسٹیشن روڈ۔ مسز سید
محمود سانچہ توپ۔ منی بیگم معرفت مسٹر رضا صاحب اورنگ آباد دکن۔ بیگم مرزا نصیر احمد نلگنڈہ ضلع۔ بنت
سید کریم الدین بلارم۔ مسز عبد السلام خاں ضلع کریم نگر۔ سید ابراہیم نہری اورنگ آباد۔ کریم النسا جالنہ
مسز سید ذاکر۔ بنت سید محمد صاحب ۱۴۰۵ مسز نذیر حسین صدیقی ۔

صوبہ متوسط و برار مسز محمد حسام الدین چھاؤنی ناگپور۔ محمود النسا خاتون انزاری اسٹیشن۔
بیگم سید محمد احمد گڑھ چرولی۔ اہلیہ سید عبد الرؤف ناگپور ہمشیرہ اکرام اللہ حسینا
آئی سی ایس بھنڈارہ۔ دختر سید آل رضا صاحب جج بیتول۔ مسز حسن علی صاحب انوارہ۔ بنت تقی الحسن
کھام گاؤں۔ دختر نجیب الدین احمد دارہ داری امراؤتی۔ بیگم محمد عبد السبحان خاں اکولہ۔ مسز ڈاکٹر محمد جنید
ایلچپور۔ نواب بیگم غلام علی بیگ دریاپور۔ نفیس بیگم آکوٹ۔ سید حمید فانی اسلامیہ اسکول امراؤتی
بنت شاہ محمد عبد الرحمن ای اے سی ایوتمحل ۔

بمبئی سندھ افضل بیگم جوہی سندھ۔ بنت شیر علی خاں سماسٹہ۔ صغرا خانم شکارپور۔
اے ایچ ایس حلیم بیگم پورہ سورت۔ مسز حبیب اللہ خاں پونا۔ ہاجرہ بی مدرسہ
ہیتا مالی گاؤں۔ مسز عبد الرحمن با عکنظمہ سورت۔ مس اسمٰعیل علی بمبئی۔ سیدہ سردی بیگم پونا۔ مسز جی اے
عاف بمبئی۔ مسز عثمان علی انصاری صاحب ام اے (لندن) نوشہرہ فیروز سندھ ۔

بنگال مسز کے ام حسن چیچ روڈ بلوڑہ۔ مس قمر ذکریہ ٹوپ فلور کلکتہ۔ مس عائشہ بنت احسان احمد کلکتہ
ایس کے صغرا بیگم سبزوار یہ کلکتہ۔ سائرہ خاتون چیت پور روڈ کلکتہ۔ مسز آصف علیم الدین
سٹریٹ کلکتہ۔ مسز احسان عظیم ڈھاکہ۔ بی بی رضیہ کملنا۔ اہلیہ حاجی تاز بخش کلکتہ ۔

بہار اڑیسہ عارفہ خاتون معرفت پروفیسر محمد مسلم ہزاری باغ۔ بنت سید سعید عالم پرنسپل لا کالج پٹنہ
بنت ڈاکٹر عبد الحئی سوم پٹنہ۔ بیگم حکیم شاہ علی امام شیخو پورہ مونگھیر۔ اہلیہ
حبیب اللہ خاں گلزار باغ پٹنہ۔ ہمشیرہ سید مہدی حسن کچوہ سارن۔ بیگم سید محمد حامد پٹنہ سٹی۔ بنت محمد
محبوب عالم دیوان محلہ پٹنہ سٹی۔ نورجہاں گلزار باغ۔ بیگم احمد غفور کبجولی دربھنگہ۔ ح۔ م خ
گردنی باغ پٹنہ۔ مریم ف بی بی ہا گلپور ل۔ ب گیا ۔

وسط ہند راجپوتانہ مسز عبد الجبار خاں بھوپال لائسنزیہ۔ دختر مولوی عبد الرؤف انصاری
ڈکیل لشکر گوالیار۔ مسز سردار خواجہ محمد اکرم بی اے بھوپال۔
عائشہ خانم سیجے پور۔ بنت محمد احمد اجمیر۔ بنت شفقت حسین خاں الست پور ۔

صوبہ دہلی اطہر سلطانہ بنت ظہیر الدین صاحب اسپر دائزر نئی دہلی بنت عبد الغنی محکمہ تعلیمات نئی دہلی

ہمشیرہ ساجد علی خاں روشن آرا باغ دہلی۔ ناصرہ بیگم خیری عفت جہاں۔ محمدی بیگم۔ بیگم مرزا عبدالرحمن بیگ سوئی والان۔ رقیہ خانم گڑگانوہ +

پنجاب و سرحد بنت شیخ علی احمد صاحب جج ہوشیارپور۔ ایس بی طاہرہ لاہور۔ خورشید بیگم لاہور۔ ممتاز بیگم راولپنڈی۔ بنت خانصاحب ڈاکٹر محمد خاں کمشنر فیروزپور۔

اقبال بیگم منٹگمری۔ مسز سید عطاء اللہ شاہ بیرسٹر جالندھر۔ نواب سعید خانم دینانگر۔ بیگم چودہری نور احمد خاں انسپکٹر۔ راحت بھلوال۔ مسز عزیز احمد خاں لفٹننٹ کپورتھلہ۔ کلثوم سعید خانم دینانگر کنیز فاطمہ امرتسر۔ نور فاطمہ بیگم ڈسپینسری منٹگمری۔ سیدہ اقبال بیگم ملتان۔ خاتون جہاں گجرانوالہ مسز محمد خلیل خاں خورشید منزل لاہور۔ بنت ڈاکٹر محمد حسین صاحب کیمیکل ایگزیمنر لاہور

مسز سید مظہر حسن وکیل سیالکوٹ۔ رشیدہ خانم سیالکوٹ۔ ح۔ ن خانم وصوگراوی۔ مسز الہ بخش ٹیچی سرحد۔ مسز راجہ محمد انور خاں۔ کوٹ فضل داد خاں منٹگمری۔ اہلیہ ام خاں انجنیر منٹگمری۔ افضل بیگم لدھیانہ۔ رضیہ خانم جھنگ۔ ف۔ ب لائل پور۔ مسز لفٹننٹ قاضی تصدق حسین نوشہرہ۔ مسز ڈاکٹر محمد ایوب مجید بلوچستان +

یوپی بنت محمد یحییٰ خانصاحب فتح گڈھ۔ بیگم محمد اسمٰعیل صاحب وکیل ہمیرپور۔ مسز احسن الغفور رضا بی اے۔ ہرچہاں بنت مولوی اکبر علی صاحب بی اے بنارس۔ انوری بیگم گورکھپور۔

اہلیہ حکیم حیدر علی لکھیری۔ بنت میر شامت علی بہرائچ۔ کنیز بانو ہمشیرہ سید محمد صادق انسپکٹر پولیس۔ بنت فضل الرحمن خاں ام ایم سی شاہجہانپور۔ بلقیس جہاں جمشید پور۔ بیگم سید احمد میاں شیخوپورہ بدایوں۔ مسز عبدالرحمن ادھیبی گورکھپور۔ ہمشیرہ شیخ مختار احمد انصاری گھوسی اہلیہ سلیم سندر گڈھ۔ جمشید بیگم گورکھپور۔ فخر النساء بی بی گورکھپور۔ ہمشیرہ محمد ہمایوں برنی علی گڈھ۔ مسز مصطفےٰ حسین جالانی مسز اظہر محمد خاں وہرہ دون۔ حمیدہ بیگم میرٹھ۔ قمر جہاں بیگم سیتاپور۔ ہمشیرہ محمد حسین رضوی لکھنؤ۔ ام سلمہ بیگم سلیم پور۔ حسن بیگم قریشی آگرہ۔ مسز محمد نواز صاحب بوریا۔ زبیدہ خاتون گورکھپور۔ بخانہ محمد عظیم صدیقی کانپور۔ مسز احسن محمد شیخوپور۔ سید راحت حسین بلند شہر۔ ہمشیرہ عبدالباری لکھنؤ۔ اہلیہ عبدالوہاب الہ آباد مسز مشیر علی عباسی آگرہ۔ مسز غلام باری علی گڈھ۔ مسز سید حسن میرٹھ۔ مسز منیر الدین احمد لکھنؤ مسز عبدالرحیم جہانسی۔ سیدہ آمنہ الہ آباد۔ اصغری بیگم ہردوئی۔ جمیدہ بانو فاروقی بنارس۔ اہلیہ انعام الحق کاکوری صاحبہ قطب الدین بڑا گانوں۔ ق۔ ص خیدا بسٹ ۲۳۳ میرٹھ۔ ایس ام مسلم پھپوند۔ مسز نذیر ترہاپور۔ الطاف احمد خاں بہلی +

مسز محمد حسین بی اے ہیڈ ماسٹر پورٹ بلیر۔ بنت منشی عبدالوہاب خاں۔ جمیلہ خاتون۔ بنت قاضی جلال الدین علی گڈھ۔ فضل کریم دلوا۔ ابو اسحاق قریشی گھوسی۔ رضا امام اجگین۔

(بزم عصمت کا باقی حصہ صفحہ ۴۱۲ پر دیکھئے)

رسید مضامین

(یکم اگست ۴۲ء سے ۱۵ نومبر ۴۲ء تک)

(ا) یہ مضامین شائع ہونگے!

منگنی (پروفیسر ستار خیری ایم اے از برلن) معاوضہ مضامین (زہرہ بیگم فیضی) ہریت من اللہ (زہرہ بیگم فیضی) ریل کا پہلا سفر (مسز یوسف لزماں) سفرنامہ حج (حامدہ بیگم خیری) اسٹین سلنگ (بلقیس صمد) تین آرزوئیں (ظفر جہاں) دختران اسلام (بلقیس جمال) تجسس (سال نور مہر النساء) آنکھ کان کی بیماریاں (کلثوم سعید خانم) گھر کی ملکہ اصلی رنگ میں (عائشہ بیگم) انتہائی ظلم (بیگم محمد غفور) موٹاپا (حس بیگم) انگریزی ٹوپی (صغرا بیگم سنرواریہ) نزلے درد (لطیف بیگم) سردیوں کے کپڑے (بلقیس جہاں) حلوا سوہن کی ترکیب (ادری بیگم) ہاجرہ خاتون الف خ بنت جلال سی سی) بنت خان بہادر محبوب حسن) گرشفیل (بنت نقی الحسن) خوان نعمت (بنت خان بہادر اشفاق حسین) ساڑھی باندھنا (ا۔ میسور) گرمی میں بچے (محمد ظفر ایم اے) ۔

(ب) یہ مضامین زیر غور ہیں

انوکھی رسم۔۔ مدینۃ الزہرا (از حسین آباد) کفایت شعاری (از دنیا نگر) مضمون بے عنوان از ماڈسے۔ کھیتراہن ڈگلس (از جھنگ) افسردہ حال کا نالہ طراز۔ (حیدر آباد دکن) ایک شب (از س ب گ) مسافر شب نظم (مظفر نگر) منگیتر سے خط و کتابت (دوریا پور) مرمرہ بنت بنانا شریعت اسلام اور پردہ (نسیم) دستکاری (ف ب) مضمون بے عنوان از اختر فنگدہ۔ امریکہ کے فرقے جاپان کی ایک خاتون (ن۔ حیدر آباد) ادنیٰ کام (از بنا اللہ سرا) نذر نیاز (از دہلی) موسم بہار نظم (حیدرآباد دکن) شہر کی خاموش رات (کلکتہ) نعیمہ بیگم (پانی پت) عورت اور مختلف مذاہب (جالندھر) مجیر النساء۔ خالہ اماں کے قصے (از غازی آباد)

امتحان وفادارن (حیدرآباد) کارآمد تجربے (زانسز) حسن اتفاق (ڈرنگر گڑھ) معاشیات آزمایش (ن حیدرآباد دکن) ماس بہو (منظفر نگر) تربیت اطفال (رائے پور) زندگی کیونکر خوشگوار ہو (لدھیانہ) نصیحت آمیز مضمون نگاری۔ ریل کا سفر (جونپور) عید میلاد رسول) بچے اور سوری (بنگلور) دانتوں کی حفاظت (دربھنگہ) امرکن) لغت (دہلی) پردہ اور رسم شلتی (مراد آباد) زچہ خانہ (ملکیم پور) بزم قدرت (اشتاق جہاں) تعلیم نسواں (شرکت مدی) ایک مشاورت (حسین آباد) فرائض نسوانی (دہلی) مظلوم عورت (بارہ بنکی) زیب النسا (بدایوں) ہاپانی مکان میں ایک دن (حیدرآباد دکن) نماز (راجپور) بدری (بالندھر) زنانہ مسلم کلب کی تجویز (علی گڑھ) تاج گنج (حسن بیگم) مذہبی حالت (رب غفور) کرزنہ یاد کے پھول۔ تیتری۔ چڑیا۔ بطخ وغیرہ (عزیز ناز۔ منور جہاں۔ خدیجہ بائی بنت ابابی بلقیس جہاں بیبی بنت عبدالوہاب مقوسلہ وغیرہ (کلکتہ۔ حیدرآباد دکن۔ مونگیر احور اجل دارالوقی)

(ج) ناقابل اشاعت مضامین

(۱) میر انیس کی شاعری (۲) شہید کربلا (۳) فاک (۴) آسمانی شادی (۵) امام غزالی (۶) رابعہ بصری (۷) نور جہاں (۸) اتفاق (۹) رمضان (۱۰) عید میلاد (۱۱) ایک زبردست فرمانروا کی بیگم۔ (۱۲) ملاقات اجنبی (۱۳) دوستانہ مشورہ (۱۴) جاپان کی عورتیں (۱۵) مسرت حقیقی (۱۶) موتیا کا پھول (۱۷) فلاح النسا (۱۸) انسانیت کی ترقی (۱۹) نو نخوار والدین (۲۰) بچپن کی یاد (۲۱) آبجو اور چاند (۲۲) بسنت (۲۳) عورت کی مشکلات کا حل (۲۴) ہوائی جہاز۔ (۲۵) قرآن مجید (۲۶) زعفران زار (۲۷) ظرافت (۲۸) قابل تقلید شادی پر خیالات (۲۹) شادی پر خیالات (۳۰) لڑکیوں کی آزادی (۳۱) بے پردگی (۳۲) پردہ اور اسلام (۳۳) اسلامی پردہ (۳۴) چو کفر از کعبہ … (۳۵) تصویر یں اور اسلام (۳۶) ہماری تعلیم کس رنگ میں ہے (۳۷) انگریزی مدارس (۳۸) سرکاری مدرسے اور لڑکیوں کی آزادی (۳۹) اعلیٰ تعلیم اور عصمت (۴۰) زنانہ کالج علی گڑھ (۴۱) کپڑے درزیوں سے سلوانا (۴۲) ہماری گزشتہ ۔ (۴۳) حالات زندگی رسالت مآب (۴۴) تعداد ازدواج برکت سے (۴۵) تعداد ازدواج (۴۶) تعلیم نسواں (دیپ نگر) (۴۷) تعلیم نسواں (بدایوں) (۴۸) تعلیم نسواں (سورت) (۴۹) کامل انسان (۵۰) ہجبل کی جہالت (۵۱) بے عنوان مضمون متعلق شادی از اہلیہ (۵۲) بے عنوان مضمون متعلق شادی از ایک خریدار۔ (۵۳) انسان کیا ہے (۵۴) بعد المشرقین (۵۵) فاک (۵۶) بے عنوان مضمون متعلق شاہ انگلستان از بدایوں (۵۷) نماز (۵۸) مسلمان بہنیں اور نماز (۵۹) پروانہ (۶۰) منگنی اور آزادی (۶۱) کیا خط و کتابت جائز ہے (۶۲) انگیٹھی سے کورٹ شپ (۶۳) والدین کی مرضی اور منگنی (۶۴) بے دیکھے شادی (۶۵) ہماری موت (۶۶) زبان کی فریاد (۶۷) مشاغل کے فوائد۔

(۶۸) اے دوست کہاں ہے تو (۶۹) جوش اور امنگ (۷۰) عصمت کا سالگرہ نمبر (۷۱) ہم اور ہمارا پرچہ (۷۲) سالگرہ نمبر دیکھ کر (۷۳) جولائی کا عصمت (۷۴) پیارا عصمت (۷۵) زنانہ رسالے (۷۶) عصمت کی قیمت میں اضافہ (۷۷) زنانہ سٹور کیوں کھلے (۷۸) یورپ اور خواتین ۔

قصے کہانیاں

(۷۹) بدنصیبی کی حد (۸۰) تصویر حیات کا پہلا رخ (۸۱) رقیہ کی صندوقچی (۸۲) ماں کی نصیحت (۸۳) فیروزہ اور موت (۸۴) آزمائش (۸۵) انجام اسراف (۸۶) غرور کا سر نیچا (۸۷) شہید کیا (۸۸) تعلیم انگریزی (۸۹) کاش میں جاہل ہوتی (۹۰) مرنے میں کیوں زندہ ہو گیا (۹۱) انجام آزادی (۹۲) ترقی کا راز (۹۳) دادی تسکین اور انڈین اسکول (۹۴) مسئلہ زندگی (۹۵) شہید وفا (۹۶) نالایق بیوی (۹۷) گردش تقدیر ۔

نظمیں

(۹۸) نصیحت (۹۹) در شان حسین (۱۰۰) نظم نعتیہ (۱۰۱) محرم (۱۰۲) نوحۂ غم ۔ (۱۰۳) سہرا (علی گڈھ) (۱۰۴) سہرا (بمبئی) (۱۰۵) چاندنی (۱۰۶) غنچۂ افسردہ ۔ (۱۰۷) واجد خیری کی شادی پر مبارکباد (۱۰۸) عصمت کا سالگرہ نمبر دیکھ کر (۱۰۹) قصیدۂ اردو (۱۱۰) دور بہار (۱۱۱) صداقت (۱۱۲) غریب الوطنی (۱۱۳) موسم گرما (۱۱۴) برکھا رت (۱۱۵) کسی کی یاد (۱۱۶) غزل (۱۱۷) ایک آرزو ۔

دسمبر ۱۹۳۶ء کے پرچہ میں مضمون نگاری کی جو ہدایتیں کی گئی ہیں اگر ان کا خیال رکھ کر مضامین بھیجے جاتے تو ناقابل اشاعت مضامین کی اسقدر کثرت نہ ہوتی۔ جو بیبیاں اس سال خریدار ہوئی ہیں اور مضمون نگاری کا قابل ستائش جذبہ رکھتی ہیں انھیں دسمبر ۱۹۳۶ء کا پرچہ ضرور دیکھ لینا چاہئے ۔

ایڈیٹر

باہتمام مولوی محمد حافظ الرحمن پرنٹر پبلشر مینیجر محبوب المطابع دہلی میں چھپا

باہتمام رازق الخیری پرنٹر و پبلشر محبوب المطابع دہلی میں چھپکر شائع ہوا